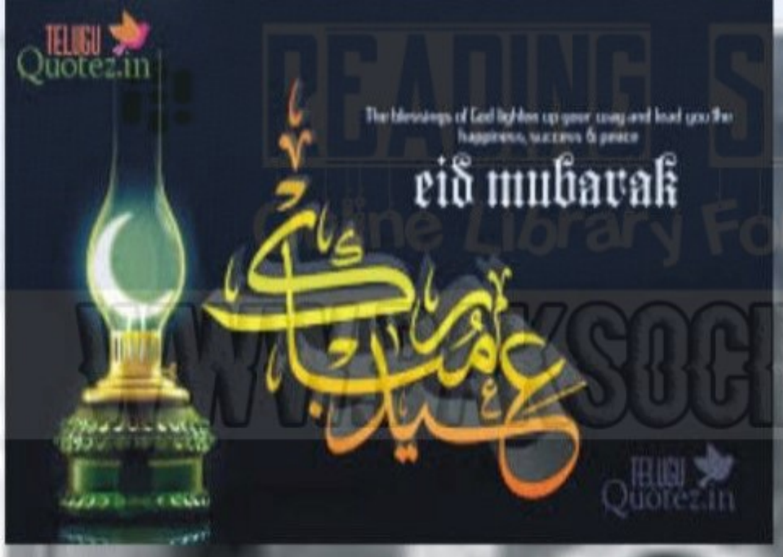

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ جریدہ

سہ ماہی

شاہین ڈائجسٹ

چیف ایڈیٹر:
ملک این اے کاوش اعوان
سلانوالی، سرگودھا

READING SECTION Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded from https://paksociety.com

رنگارنگ کہانیوں سے آراستہ جریدہ

سہ ماہی

شاہین ڈائجسٹ

0300-2305767
0302-2305767
0306-9034595

سلانوالی، سرگودہا Shaheendigest786@gmail.com

کمپوزنگ وڈیزائننگ: ملک این اے کاوش

فیس بک انچارج: انعم شہزادی

بانی وچیف ایڈیٹر: ملک این اے کاوش

مینجنگ ایڈیٹر: محمد خالد شاہان

ایڈیٹر: محمد ندیم عباس میواتی

معاون ایڈیٹر: ذکیر احمد بھٹی

انچارج شعروشاعری: اظہر اقبال مغل

جلد:01 شمارہ:04 جولائی 2017

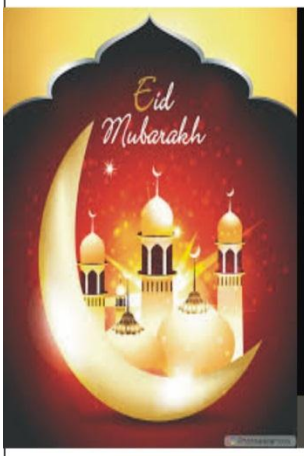

☆ جانے مسیحا کون تھا.....الماس جہانگیر

☆ بند مٹھی میں ریت.....محمد نواز

☆ پیاری باتیں.....ملک این اے کاوش

☆ قوس قزاح.....قارئین

☆ غزل.....قارئین

☆ شاہین کچن.....نشاء رحمٰن

☆ عیدالفطر.....ڈاکٹر رئیس صمدانی

☆ دبا ہوا آدمی.....کلثوم عطاء

☆ حق کی آواز.....اسماء کنول

☆ اولڈ ہاؤس.....عنبر جمشید

☆ تیرے انتظار میں.....مجید احمد جائی

بری صحبت، برا انجام.....عثمان علی معاویہ

الفت پری.....مسز ملک این اے کاوش

بوسیدہ ڈائری.....انعم شہزادی

راہ محبت میں.....ملک این اے کاوش

دیو.....محمد ندیم عباس میواتی

قبر کا خوف.....فلک زاہد

یادوں کے بھنور.....ریاض ندیم نیازی

فیشن اور اسلام.....اظہر اقبال مغل

دلہن.....ناصر حسین

خوفناک جنگل.....محمد ندیم عباس میواتی

اعزازی صفحات.....اظہر اقبال مغل

خط وکتابت کا پتہ:

ملک این اے کاوش، محلّہ رحمت کالونی، کچہری روڈ، تحصیل سلانوالی
ضلع سرگودہا، پنجاب پاکستان

0300/0302-2305767

0306-9034595 Shaheendigest786@gmail.com

شعبہ اشتہارات:

محمد ندیم عباس میواتی

0306-9034595

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

SHAHEENDIGEST786@GMAIL.COM

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

جانے مسیحا کون تھا.....؟

تحریر: الماس جہانگیر، بوریوالا

یااللہ تو بہت بڑا رحیم و کریم ہے تو نے ہمیشہ سے میری مدد کی ہے مجھی ہمیشہ بیشمار عطا کیا ہے دل میں آنے والی ہر خواہش لب پر آنے سے پہلے تو نے ہی پوری کی ہے۔عروش کو پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ وہ کب سجدے میں گر کر گڑگڑانے لگی۔

وہ اپنے رب سے مخاطب تھی وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔

ماں کے مرنے کے بعد سجدوں میں گر کر رونا عروش کا معمول بن گیا تھا وہ اپنے رب سے بیشمار عطا کی امید رکھتی تھی۔

آج بھی اس کے میڈیکل کالج کے داخلے کیلئے لسٹ لگنی تھی اور ڈاکٹر بننا اس کا ہی نہیں اس کی امی کا بھی خواب تھا۔

وہ جانتی تھی کہ گھر میں سب اس کی تعلیم کیخلاف تھے سوائے اس کے بابا جان کے بلکہ اس کے گھر میں اس کا تھا ہی کون؟

عروش کی ماں کا انتقال تب ہو گیا تھا جب وہ آٹھویں جماعت میں پڑھ رہی تھی اور ماں کے اچانک انتقال سے عروش ٹوٹ سی گئی تھی۔

اسکا ایک بڑا بھائی بھی تھا عاطف جو ایک کمپنی میں سپروائزر تھا اور اس کے بابا جان صفدر علی جن کی اپنی کپڑے کی دکان تھی۔

ماں کے مرنے کے بعد عروش بھائی اور باپ کے ساتھ اپنے چچا کے ساتھ رہنے لگی تھی۔

چچا اشرف علی جو گورنمنٹ اسکول میں کلرک تھے اور چچی صفیہ بیگم اور انکی دو بیٹیاں سعدیہ اور شازیہ تھیں۔

سعدیہ کی شادی عاطف سے ہوئی تھی اسی وجہ سے وہ عروش کا بھائی کم اور سعدیہ کا شوہر زیادہ تھا۔

دونوں کی پسند کی شادی تھی اس وجہ سے سعدیہ نے عاطف کو قابو میں کر رکھا تھا۔ جبکہ شازیہ ایف اے کے بعد گھر میں ہی رہتی تھی۔

عروش کی ماں کی وفات کے بعد سے ہی چچی صفیہ عروش کی پڑھائی کیخلاف تھی اور عروش سے گھر کے سارے کام کرواتی تھی۔

عروش کی طبعیت میں سادگی، صبر و شکر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، وہ چپ چاپ سارے کام کرتی یہاں تک کہ چچی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اور بھابھی کے سخت رویے کا شکوہ اپنے بابا جان سے بھی نہیں کرتی۔

عروش بچپن سے ہی بہت ذہین تھی یہی وجہ تھی کہ اسکی چچی اور دونوں کزنیں عروش سے جلتی تھیں۔

شکل وصورت کے لحاظ سے بھی عروش کو ان پر برتری حاصل تھی سرخ وسفید رنگت، موٹی موٹی آنکھیں، تیکھی سی ناک، باریک سے ہونٹ اور لمبے سیاہ بال اور چہرے پر بے پناہ معصومیت اسے اور بھی خوبصورت بنا دیتیں تھیں۔عروش کو ذہانت اور شاندار تعلیمی ریکارڈ پر ہمیشہ باپ اور چچا سے ہی داد ملتی تھی اور یہ چیز اس کی چچی کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف تھی۔

صفیہ بیگم سارا دن عروش سے کام کرواتی تا کہ اسے پڑھنے کا وقت نہ مل سکے مگر اس کے باوجود بھی عروش سب کے سو جانے کے بعد رات کو دیر تک پڑھتی اور بہت محنت کرتی۔

عاطف کی جاب ایسی تھی کہ وہ گھر سے صبح جاتا اور رات کو دیر سے واپس آتا، اسے گھر کی باتوں میں بلکل بھی دلچسپی نہیں تھی مگر پھر بھی سعدیہ اسے عروش کیخلاف بھڑکاتی رہتی تھی۔

☆-----☆-----☆

آج بھی عروش ساری رات نہیں سوئی تھی وہ ڈاکٹر بن کے اپنی ماں کا خواب پورا کرنا چاہتی تھی۔اسے اپنے رب پہ بہت یقین تھا وہ جانتی تھی کہ اس کا رب سمیع وعلیم ہے جو اس کی ہر بات دعاؤں کی صورت میں سنتا اور ہر عمل سے واقف ہے۔

اس کا جب بھی دل پریشان ہوتا وہ سجدوں میں گر کر اپنے رب سے سوال کرتی وہ جانتی تھی اس کا رب عطا کی صورت میں اسے جواب دیتا ہے۔

آج بھی فجر سے کچھ دیر پہلے ہی رات کے آخری پہر میں سجدے میں اپنے رب کے دربار میں اس کے رسول ﷺ کا واسطہ دیتے ہوئے اپنے داخلے کیلئے بھیک مانگ رہی تھی۔وہ کافی دیر سجدے میں روتی رہی اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ کب اس کے بابا جان اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے تھے۔

جب دعا مانگ کر سجدے سے سر اٹھایا تو صفدر نے عروش کے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور بولے "عروش بیٹی اتنی ٹینشن نہ لو اللہ پاک کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے وہ ہمارے دلوں سے واقف ہے نیتوں کو جانتا ہے ہمارا رب۔اگر رب نے چاہا تو تم ڈاکٹر ضرور بنو گی"

عروش نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کیے اور بولی" بابا جان یہ امی کا خواب تھا مجھے اپنے خدا پہ یقین ہے مجھے ایڈمیشن ضرور ملیگا"۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تھوڑی ہی دیر میں فجر کی اذان گونجنے لگی عروش اٹھ گئی اور کہا بابا جان آپ بھی نماز پڑھ لیں میں بھی پڑھ لوں۔

صفدر کچھ دیر عروش کو دیکھتے رہے پھر دل ہی دل میں عروش کو بہت سی دعائیں دینے لگے پھر مسجد کی طرف چل دیے۔

عروش نے فجر کی نماز پڑھ کر قرآن پاک کی تلاوت کی اور پھر کچن میں چلی گئی۔

یہی اس کا روزانہ کا معمول تھا کیوں کے اس کے چچا اشرف اور بھائی عاطف کو جلدی جانا ہوتا تھا اور چچی، شازیہ و صعدیہ دیر سے اٹھنے کی عادی تھیں۔ ویسے بھی صفیہ بیگم کو گھر کا کام چھوڑے ہوئے عرصہ ہو گیا تھا اسلئے تمام ذمیداریاں عروش پر تھیں۔

آج بھی عروش نے معمول کے مطابق ناشتہ دیا اور پھر عاطف کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی بھائی جان آج میرے ایڈمیشن کیلئے لسٹ لگنی ہے۔

عاطف نے عروش کی بات کاٹتے ہوئے کہا تمہیں بھی ابو کے پیشے ضایع کرنے کا شوق ہے جبکہ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ گھر کا خرچہ ابو کی آمدن سے چلتا ہے میری اور چچا کی تنخواہ سے خرچہ نہیں چل سکتا۔

اشرف نے عاطف سے کہا بیٹا تعلیم پہ خرچ کیا ہوا پیسہ ضایع نہیں ہوتا۔

ان کی گفتگو سن کر صفیہ کمرے سے نکل کر برآمدے میں آ گئی اور باہر نکلتے ہی عاطف کی تردید کرنے لگی کہ ٹھیک ہی تو کہتا ہے عاطف کیا غلط کہ رہا ہے۔

اشرف ویسے ہی صفیہ کے دباؤ تلے رہتے تھے سو خاموشی سے ناشتہ کرنے لگے۔

عروش خاموشی سے دوبارہ کچن میں چلی گئی اور گھر کے باقی کام نمٹانے لگی۔ مگر آج اس کی نظریں بار بار گھڑی کی طرف ہی تھیں کیوں کہ اسے اس کی بچپن کی سہیلی صوبیہ کا انتظار تھا جو عمر میں اس سے ایک سال بڑی تھی مگر اسی میڈیکل کالج میں پڑھتی تھی اور اسی نے عروش کو داخلے کے متعلق بتانے آنا تھا۔

اب جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا عروش کی بے چینی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

☆-----☆-----☆

ارصم نے ڈاکٹر معیز کے فون اٹھاتے ہی کہا پاپا میرا نام میرٹ لسٹ میں آ گیا ہے میرا ایڈمیشن ہو گیا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی معیز بہت خوش ہوئے۔ وہ ارصم کی خوشی اس کی چہکتی ہوئی آواز میں محسوس کر سکتے تھے۔

ارصم نے اطلاع دیتے ہوئے کہا پاپا ماما شاید مصروف ہیں آپ ماما کو بتا دینا۔ میں ڈنر پہ انتظار کرونگا آپ کا اور ماما کا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ٹیک کیئر کہتے ہوئے معیز نے فون بند کر دیا تھا۔

ارصم معیز ڈاکٹر معیز اور ڈاکٹر فاطمہ کا اکلوتا بیٹا تھا جو دیکھنے میں خاصہ خوبصورت اور نفاست پسند تھا۔

ہائی کلاس فیملی میں پرورش پانے کے باوجود بھی اسے سادگی بہت پسند تھی اسی لئے اسے مصنوئی رکھ رکھاؤ سے بھی شدید نفرت تھی۔

اور اس چیز میں فاطمہ اور معیز کی تربیت کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ارصم کی صاف دلی اور تمیز اور سلجھاپن فاطمہ اور معیز کی تربیت کا موں بولتا ثبوت تھا۔

اسے نہ تو طرح طرح کے دوست بنانا پسند تھا اور نہ ہی دوسرے ہائی کلاس لڑکوں کی طرح آوارہ پھرنا پسند تھا۔

اس کی ایک ہی بچپن کی دوست تھی انعم جو اس کی خالہ کی بیٹی تھی ۔ اس کے ساتھ بچپن سے ہی ارصم کی اچھی انڈرسٹینڈنگ تھی۔

اسکی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ دونوں ہم عمر تھے اور بچپن سے ہی ایک ساتھ پڑھے تھے اور ابھی بھی انعم اور ارصم کا ایڈمیشن ایک ہی میڈیکل کالج میں ہو گیا تھا۔

ارصم نے اگلے ہی لمحے انعم کو کال کر کے مبارکباد دی اور ایڈمیشن کے متعلق بتایا۔

دوسری طرف انعم کی خوشی کا بھی کوئی ٹھکانا نہیں تھا کیوں کہ اسے ایڈمیشن سے زیادہ یہ خوشی تھی کہ وہ ارصم کے ساتھ رہیگی۔

☆-----☆-----☆

عروش اپنے بابا جان کو دوپہر کا کھانا دے رہی تھی مگر اس کی نظریں گیٹ پر ہی تھیں۔

صفدر اپنی بیٹی کی بیچینی سے اچھی طرح واقف تھے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس نے رات سے کچھ نہیں کھایا ہوگا اور جب تک اسے پتہ نہیں چلیگا یہ کھانا نہیں کھائیگی۔

پھر بھی انہوں نے عروش سے کہا بیٹی ادھر آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔مگر عروش کام کا بہانا لگا کر پھر کچن میں چلی گئی۔

صفدر عروش کو بہت اچھے سے جانتے تھے وہ محض مسکرا دیے۔

عروش نے سب کو کھانا دیا اور بعد میں برتن اکٹھے کر کے کچن میں آ گئی۔

ابھی برتن دھونے شروع ہی کیے تھے کہ عروش کی دوست صوبیہ گیٹ سے داخل ہوئی تو عروش کچن کی کھڑکی سے صوبیہ کو دیکھتے ہی بلاتا خیر صحن میں آ گئی۔

عروش کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اس نے صوبیہ سے ملتے ہی ایک ساتھ کئی سوال کر دیے۔

صفدر برآمدے میں بیٹھے مسکرا رہے تھے کہنے لگے عروش بیٹی صوبیہ بیٹی کو بیٹھنے تو دو۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بابا جان بیٹھ جائے میں نے کونسا روکا ہے اسے مگر مجھے بتائے تو سہی۔عروش نے قدرے ناراضگی سے کہا۔

اب صوبیہ بھی ہنسنے لگی۔اچھا بتاؤ کیا کھلاؤ گی اگر کوئی اچھی خبر دوں تو ؟صوبیہ نے پہیلی بجھواتے ہوئے کہا۔

مطلب میرا ایڈمیشن ہو گیا۔عروش نے خوشی سے پوچھا۔

ہاں بابا ہوگیا اور سب سے اچھے مارکس ہونے کی وجہ سے ایک سال کیلئے اسکالرشپ بھی ہے اور پہلے سال کی فیس بھی معاف۔صوبیہ نے جیسے اعلان کرتے ہوئے بتایا۔

ارے واہ!! عروش کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔

صفدر بھی سن کر بہت خوش ہوئے اور بولے عروش بیٹی صوبیہ کیلئے بھی کھانا لاؤ۔وہ جب سے آئی ہے وہاں ہی کھڑی ہے۔

صعدیہ بھی اپنے کمرے میں بیٹھے باہر ہونے والی گفتگو سن رہی تھی۔اس نے جا کر دوسرے کمرے میں بیٹھی صفیہ کو ساری بات بتائی جو اپنے کمرے میں بیٹھی ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔

صفیہ پر تو جیسے کسی نے مٹی کا تیل چھڑک دیا ہو اور آگ لگادی ہو۔اس کی حالت اس سے ہرگز کم نہ تھی۔

صوبیہ بیٹھو میں کھانا لاتی ہوں۔عروش نے صوبیہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔نہیں عروش میں کالج سے سیدھا ادھر ہی آئی ہوں،مما گھر پہ ویٹ کر رہی ہونگی پھر چکر لگالونگی ابھی چلتی ہوں۔ صوبیہ نے گیٹ کی طرف جاتے ہوئے عروش سے کہا اور اللہ حافظ کہتے ہوئے چلی گئی۔

عروش وہیں کھڑی تھی خوشی سے اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

اب وہ اپنے دل میں ہی اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگی اور واپس کچن میں چلی گئی۔کام نمٹا کر اسے اپنے رب کا شکر بھی ادا کرنا تھا۔عروش نے کام ختم کر کے وضو کیا اور اپنے کمرے میں جا کر ظہر کی نماز ادا کی بعد میں شکرانے کے نفل پڑھے۔نماز اور نوافل پڑھتے ہوئے عروش کی آنکھوں سے خوشی اور شکر کے آنسو گرتے رہے۔اسے لگ رہا تھا کہ خدا ئے واحد وہ عظیم ہستی ہے جو اس کی ہر خواہش کو سن کر عطا کرتی ہے اور بیشک ایسا ہی تھا۔نوافل پڑھنے کے بعد وہ دل ہی دل میں جملے ترتیب دے رہی تھی اسے الفاظ کم لگنے لگے تھے کہ وہ اپنے رب کا شکر کیسے ادا کرے سجدے میں جا کر اس نے اپنے رب کا شکر ادا کیا اور رونے لگی کہ اے میرے رب تو تو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے تو بہت رحیم ہے عظیم ہے۔اب وہ اپنے رب کی صفتیں بیان کرنے لگی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے سجدے سے سر اٹھایا تو جائے نماز تر ہو چکا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس نے جائے نماز تح کر کے پاس پڑے میز پر رکھا اور کچھ دیر کیلئے پلنگ پر آرام کرنے کیلئے لیٹ گئی۔ عروش اکثر یونہی دوپہر میں کچھ دیر آرام کیا کرتی تھی مگر آج نیند اس سے کوسوں دور تھی۔

وہ جہاں بہت خوش تھی وہیں اسے بچپن کی کچھ یادیں بھی ستانے لگیں تھیں۔

اب اسے ہر وہ بات یاد آنے لگی تھی کیسے اس کی ماں اس کی چھوٹی سے کامیابی پر خوش ہو جاتی تھی۔

کیسے وہ جب بھی خوش ہوتی تھی تو اپنے ماں کے گلے لگ جایا کرتی تھی۔اس کی آنکھ میں ایک آنسو بھی اس کی ماں کو پریشان کر دیا کرتا تھا۔

کیسے اس کی ماں اسے بلاوجہ بہت سی دعائیں دینے لگتی تھی۔

یہ سوچتے سوچتے ماضی کی یادیں آج اس کی خوشی پے ہاوی ہونے لگی تھی۔

اس کے اندر جیسے دکھ کے سمندر کا طوفان برپا ہونے لگا تھا۔

اب وہ یاد کرنے لگی تھی ایسا لمحہ جب اس کی چچی نے اس سے پیار سے بات کی ہو جیسے وہ اپنی بیٹیوں سے کرتی تھی۔

مگر اسے ایک لمحہ بھی ایسا یاد نہیں آیا تھا۔

اسے یاد آرہا تھا کہ کیسے اس کی ماں اس کے بابا جان کو عروش کی کامیابی کی باتیں فخریہ انداز میں سناتی تھی اور اس کے بابا جان عروش کے باپ ہونے میں ایک فخر محسوس کرتے تھے۔

کیوں آج اتنی بڑی کامیابی پر بھی اسے داد نہیں دی گئی تھی۔ کیوں آج اسے کسی نے سراہا نہیں تھا کیوں آج اس کی ماں اس دنیا میں نہیں تھی۔

اسے رشتوں کی سچائی کا شدت سے احساس ہونے لگا تھا اب وہ اپنے بھائی کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔ کیسے عاطف اس کے ساتھ لاڈ کیا کرتا تھا عروش کی سالگرہ حتیٰ کہ اور بھی چھوٹے چھوٹے موقعے یاد آتے تھے۔مگر اب وہ اس کا بھائی کم اور صعد یہ کا شوہر زیادہ تھا۔

اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں صاف کیں اس نے دل ہی دل میں خود کو ہمت دی کہ رشتوں کی حقیقت پر ایک خوشگوار پردہ ماں ہی ہوتی ہے۔جس کی وجہ سے ہر رشتہ ایک بیٹی کے ساتھ جڑا رہتا ہے۔ ماں کی ہی وجہ سے بیٹی کی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز انمول ہوتی ہے۔اب وہ یہ سب سمجھ چکی تھی۔ بہادر اور سمجھدار تو اسے حالات اور بدلتے ہوئے خون کے رشتوں نے بنا دیا تھا۔وہ صرف اپنے ضمیر کی آواز سننے کی پابند تھی کوئی لاکھ اسے غلط کہتا وہ یہی سوچتی کہ کیا اس نے کچھ غلط کیا یا نہیں۔اگر ضمیر اس کی نفی کرتا تو وہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لوگوں کے پروانہیں کرتی تھی۔

یونہی سوچوں میں بہت سا وقت گزر گیا اچانک سے اسے یاد آیا کہ کالج کب سے جوائن کرنا ہوگا یہ تو وہ صوبیہ سے پوچھنا بھول گئی تھی۔

پھر پلنگ سے اٹھ گئی اور جوتے پہن کر چچی کے کمرے میں آگئی جہاں چچی ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔

اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔صوبیہ سے کچھ پوچھنا ہے تو میں اس کی طرف چلی جاؤں ابھی آجاؤنگی۔

صفیہ نے ٹی وی سے نظریں ہٹائے بغیر ہی کہا نہیں پتا چل گیا نہ کہ داخلہ ہوگیا ہے مزید ڈرامے بند کرو کوئی ضرورت نہیں کہیں جانے کی۔

ویسے بھی آج شازیہ کی سہیلیاں آرہی ہیں اور وہ رات کا کھانا کھا کر ہی جائینگی تو ان کیلئے کھانا بناؤ جا کر۔

صفیہ کا انداز حاکمانہ تھا عروش کو اپنا آپ بہت حقیر سا لگنے لگا۔وہ بغیر کچھ بولے باہر برآمدے میں آکر بیٹھ گئی۔

برآمدے میں پڑے دیوان پر بیٹھ کر آسمان صاف نظر آتا تھا۔

اب وہ اڑتے ہوئے پرندے دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں ان پرندوں کو خوش نصیب کہنے لگی اور سوچنے لگی کہ یہ کتنے آزاد ہیں۔

مگر ایک دم اسے احساس ہوا تو دل میں ہی خود کی تردید کرنے لگی کہ نہیں عروش تجھ سے زیادہ خوش نصیب بھی کوئی ہوگا کہ تمام جہانوں کا رب تجھے سنتا ہے جو مانگ لیتی ہو تمہیں فورن عطا کرتا ہے اس سے بڑھ کر خوش نصیبی کیا ہوگی۔

اب وہ ذرہ مسکراتے ہوئے اٹھی اور صحن میں لگے ہوئے نل سے موں دھونے لگی تھی موں دھوکر دوپٹے سے صاف کر کے وہ کچن میں چلی گئی۔

☆-----☆-----☆

آج ارصم بہت خوش تھا مگر اس سے بھی زیادہ خوش انعم تھی کہ اس کا ایڈمیشن ارصم کے ساتھ ہوگیا تھا۔ کیوں کہ بچپن سے ہی ارصم کے ساتھ پڑھتی آئی تھی، اسے ارصم کا ساتھ بہت پسند تھا۔

انعم نے آج بھی شام کے چار بجے ارصم کو فون کیا تھا وہ بہت خوشی سے ارصم سے کالج کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔کافی دیر باتیں کرنے کے بعد اس نے سنڈے کو شاپنگ کا پروگرام بنالیا تھا۔وہ تو ویسے بھی ارصم کے ساتھ وقت گزارنے کے بہانے ڈھونڈتی تھی۔

فون بند کرنے کے بعد ارصم کافی دیر لان میں چکر لگاتا رہا پھر کرسی پر بیٹھ گیا۔

کچھ ہی دیر میں گیٹ سے اندر ایک گاڑی داخل ہوئی وہ دیکھتے ہی کھڑا ہوگیا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

گاڑی میں سے پہلے ڈاکٹر معیز اترے اور اترتے ہی ارصمکو گلے سے لگالیا۔کونگریچولیشن مائی سن۔انہوں نے بہت خوشی سے بیٹے کو سراہا تھا۔

دوسری طرف سے ڈاکٹر فاطمہ بھی آگئی ارصم کا موں چومتے ہی بولی۔آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی بیبی۔

تھینک یو مام اینڈ ڈیڈ۔ارصم نے قدرے خوشی سے کہا تھا۔

اب وہ تینوں لاؤنج کی طرف بڑھنے لگے اندر پہنچ کر کافی دیر ڈاکٹر معیز اور ڈاکٹر فاطمہ ارصم سے کالج کے بارے میں اور جوائننگ کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

کچھ دیر بعد نوکر نے کھانا لگا دیا اور مل کر سب کھانا کھانے لگے تھے۔

☆.....☆.....☆

آج شازیہ کی سہیلیاں آئی ہوئی تھیں۔حرکتوں سے چھچھوری تھیں تو عروش کو ایسے لوگوں سے سخت نفرت تھی۔ جب عروش کھانا لگا رہی تھی تو شازیہ کی ایک سہیلی نے عروش کا مزاک اڑانا شروع کر دیا ساتھ ہی شازیہ بھی لطف اٹھا رہی تھی۔

مگر عروش نے ان کی باتوں کو ان سنا کر دیا اور دوبارہ کچن میں آکر اپنے بابا جان کیلئے کھانا نکالنے لگی۔

عروش بیٹا تم نے بھی کل سے کچھ نہیں کھایا میں جانتا ہوں تم بھی کھاؤ میرے پاس بیٹھ کر۔صفدر نے عروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عروش بھی اپنے لئے کھانا لے آئی اس نے اپنے بابا جان کے ساتھ کھانا کھایا۔اور مہمانوں کے آگے سے بھی برتن اکٹھے کرنے لگی۔کچھ ہی دیر میں عشاء کی نماز پڑھنے لگی۔نماز پڑھ کر وہ پلنگ پر لیٹ گئی اور تسبیح پڑھتے پڑھتے جانے کب سوگئی۔

آج بھی عروش فجر کی اذان سے ذرا پہلے ہی اٹھ گئی تھی اور اٹھ کر باہر برآمدے میں آکر بیٹھ گئی۔

موسم بدل رہا تھا اب رات کو اچھی خاصی ٹھنڈ ہوتی تھی۔

عروش صحن سے اوپر کی جانب آسمان کی طرف دیکھنے لگی ابھی ستارے نظر آرہے تھے اور عروش کو چاند اور ستارے دیکھنا بہت اچھا لگتا تھا۔

وہ بھی ستاروں کی طرح چمکنا چاہتی تھی اور جو غریب اور لاچار لوگ غموں کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہوتے ان کیلئے اندھیرے میں چمکنے والا ستارہ بن کر ان کی مدد کرنا چاہتی تھی۔ستاروں کو دیکھتے دیکھتے اب وہ سوچنے لگی تھی کہ میں غریبوں کی مدد کرونگی اور اٹھ کر صحن میں لگے نل کی طرف چل دی اور وہاں وضو کرنے لگی وضو کرتے ہوئے اس نے اذان سنی تو برآمدے میں آکر نماز پڑھنے لگی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

عروش کو اپنا سجدوں میں گر کر رونا اور رب سے باتیں کرنا بہت پسند تھا۔آج بھی وہ کافی دیر تک سجدے میں گر کر دعا کرتی رہی پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور جائے نماز تح کرنے لگی۔

اتنے میں صفدر بھی اٹھ کر باہر آ گئے تھے وہ بھی وضو کر کے نماز کیلئے مسجد کی جانب چل دئے۔

عروش وہیں برآمدے میں بیٹھ کر قرآن پاک پڑھنے لگی تھی جب ہر طرف سورج کی کرنیں پھیلنے لگیں تھیں۔

آج اتوار کا دن تھا اور ہر اتوار کو عروش کے ذمہ کچھ زیادہ کام ہوتے تھے آج بھی اسے کپڑے دھونے تھے۔

اتوار کو عروش اور صفدر ہی جلدی اٹھ جاتے تھے۔باقی سب زرا دیر تک سوتے رہتے تھے۔

عروش نے آج بھی صبح کپڑے دھوئے پھر ناشتہ بنانے کیلئے کچن میں چلی گئی مگر اسے ایک بے چینی سی تھی کہ صوبیہ نے کالج جوائن کرنے کا دن نہیں بتایا تھا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ دوپہر کو صفدر کے ساتھ صوبیہ کے گھر ضرور جائیگی۔

اتنے میں ایک ایک کر کے سب لوگ اٹھ کر باہر آ گئے اب عروش سب کو ناشتہ دے رہی تھی۔

ابھی ناشتہ کروا کر برتن اکٹھے کر کے کچن میں گئی تھی کہ صوبیہ نے گیٹ سے داخل ہوتے ہی سلام کیا۔عروش تیزی سے کچن سے باہر آ گئی۔

اچھا ہوا صوبیہ تم آ گئی۔عروش نے صوبیہ سے ملتے ہی کہا۔

صفیہ نے ذرا تیور چڑھا لئے اور کہنے لگی اتوار کو بھی سکون نہیں صبح صبح چل دی۔

صوبیہ ذرا بوجھل سے ہو کر مسکرا دی۔عروش سمجھ گئی کہ صوبیہ کو برا لگ رہا ہے تو وہ صوبیہ کو لیکر کمرے میں چلی گئی۔

شکر ہے صوبیہ تم آ گئی اگر تم نہ آتی تو میں نے آنا تھا تم نے کچھ بتایا ہی نہیں تھا کے مجھے کب سے کالج جانا ہوگا۔

عروش صوبیہ کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی گلے شکوے کر رہی تھی۔فورن ہی صوبیہ ذرا پر جوش انداز میں بولی۔میڈم جی کل سے آپ کو کالج جانا ہے تیاری کر لیجیئگا میں یہی بتانے آئی تھی اور آج سڑی ہوئی چائے نہیں پیونگی بلکہ ٹریٹ لونگی۔

صوبیہ بیحد دوستانہ انداز میں بتا رہی تھی۔ہاں ضرور لینا۔عروش خوشی سے صوبیہ کو آفر کر رہی تھی۔

باتوں ہی باتوں میں صوبیہ کو اچانک سے یاد آیا تو اٹھ کھڑی ہوئی۔

او کے عروش میں چلتی ہوں مجھے مما کے ساتھ مارکیٹ بھی جانا ہے وہ انتظار کر رہی ہونگی۔

تم کل صبح ۸ بجے تیار رہنا میں جاتے ہوئے تمہیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ساتھ لیتی چلونگی۔

صوبیہ یہ بولتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی اور چپ چاپ گیٹ کی طرف بڑھ دی۔

اب عروش اپنے کمرے میں الماری سے کپڑے نکال کر دیکھ رہی تھی کہ اسے کل کیا پہن کر جانا تھا اسے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کیونکہ اس کے پاس سب ہی کپڑے کم قیمت اور بلکل سادہ تھے۔ان میں سے ایک جوڑا بلکل نیا تھا اب وہ نکال کر استری کرنے لگی وہ بہت خوش تھی کیونکہ آنے والا کل اس کیلئے نئے سفر کا آغاز تھا۔اس نے کپڑے ہینگ کر کے الماری میں رکھ دئے اتنے میں صفیہ نے آواز لگادی کہ کچھ مہمان آئے ہیں آکر چائے بنادو وہ الماری بند کر کے تیزی سے کچن میں چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

ارصم اور انعم کو شاپنگ کرتے کرتے شام ہوگئی تھی۔انعم ارصم کو بچپن سے ہی پسند کرتی تھی اس نے ہمیشہ خیالوں میں بھی صرف ارصم کو ہی سوچا تھا۔

وہ جب جب ارصم کے ساتھ ہوتی تھی اسے وقت گزرنے کا احساس تک نہیں ہوتا تھا وہ ان لمحات کو قید کرنا چاہتی تھی جو وہ ارصم کے ساتھ گزار لیتی تھی۔

ارصم انعم کے بے پناہ محبت سے بیخبر اپنے ہی دھن میں مگن رہتا تھا۔

ارصم کیلئے انعم ایک بہترین دوست سے بڑھ کر کچھ نہیں تھی۔

انعم کو تو میڈیکل فیلڈ میں بھی دلچسپی نہیں تھی مگر وہ ارصم کے ساتھ رہنا چاہتی تھی اسی لئے اس نے بھی میڈیکل میں داخلہ لیا تھا۔

وہ جب بھی ارصم کے ساتھ ہوتی بہت خاموشی سے اپنی محبت کو خود میں مچلتے محسوس کرتی تھی اور جب ارصم کے پاس نہیں ہوتی اس کے ساتھ گزارے لمحات کو سوچ کر خوش ہوتی۔

وہ خود نہیں جانتی تھی کہ بچپن کی دوستی کب پیار میں بدل گئی۔

وہ اس کی عادت بھی بن چکا تھا اور انعم اپنی اس عادت سے بہت خوش بھی تھی۔

جبکہ دوسری طرف ارصم انعم کو چھیڑنا تنگ کرنا کیونکہ بچپن سے صرف انعم ہی تھی جو بن کہے سب سمجھ جاتی تھی۔

آج بھی شاپنگ کرتے کرتے وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا تھا تو ارصم بولا کہ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔

انعم بولی کہ چلو کچھ کھا لیتے ہیں۔ارصم نے انکار کر دیا کہ مما پاپا گھر آگئے ہونگے۔

تمہیں پتہ ہے کہ میں ڈنر ان کے ساتھ ہی کرتا ہوں۔

تو تم بھی چلو میرے ساتھ مل کر ڈنر کرتے ہیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

انعم فورن مسکرائی اور بولی ہاں کیوں نہیں خالہ سے ملے بھی کافی دن ہو گئے اسی بہانے مل بھی لونگی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی ارصم نے گاڑی گھر کی جانب تیزی سے بڑھادی۔

☆-----☆-----☆

عروش نے روز کی طرح رات کو سب کام نمٹا کر عشاء کی نماز پڑھی۔آج چاندنی رات تھی۔

جب گھر کے سارے افراد اپنے کمروں میں تھے تو وہ اٹھ کر صحن میں آ گئی اور وہاں لگے ہوئے دیوان پر لیٹ گئی۔

عروش کو بچپن سے ہی چاند دیکھنا اچھا لگتا تھا اور وہ یونہی چاند کو دیکھتی تھی آج بھی وہ خاموشی سے چاند کو دیکھ رہی تھی۔اسے لگ رہا تھا جیسے چاند کی روشنی اس کے جسم کو چیرتی ہوئی اس کی روح میں اترتی ہے اور اسے اندر تک منور کر دیتی ہے اور یہی احساس اسے بہت پسند تھا۔وہ ایسی ہی تھی کہ اکیلے اکیلے رہتی تھی کیونکہ ماں کے بعد اسے گھر میں سمجھنے والا سوائے اس کے بابا جان کے اور کوئی نہیں تھا۔

اور بھائی تو اب بھائی تھا ہی نہیں وہ تو اب بھابھی کا شوہر تھا اس لئے اسے تنہائی میں سوچنا بہت اچھا لگتا تھا۔

یونہی بہت دیر تک چاند و آسمان کو دیکھتی رہی تو پھر سوچا کہ اسے جلدی سو جانا چاہئے تھا تو وہ اٹھ پڑی اور اپنے کمرے میں جا کر تسبیح کرتے کرتے سو گئی۔

صبح عروش فجر کی نماز کے وقت اٹھی تھی اٹھ کر نماز ادا کی اور قرآن پڑھ کر کچن میں چلی گئی۔

آج اسے بہت جلدی تھی کیونکہ آج اسے کالج جانا تھا اس کی زندگی کا ایک اہم دن تھا ایک نئی زندگی کی شروعات تھی۔

سب اٹھ گئے تھے وہ سب کو ناشتہ دیکر اپنے کمرے میں جا رہی تھی تو صفدر جو برآمدے میں بیٹھے تھے انہوں نے عروش کو اپنے پاس بلالیا۔

عروش صفدر کے پاس جا کر بیٹھ گئی اور بولی جی بابا جان۔بیٹا تم جانتی ہو کے گھر میں سب تمھاری تعلیم کیخلاف ہیں حتیٰ کہ عاطف بھی مگر میں تمہیں تعلیم دلوانے کی کوشش کر رہا ہوں۔صفدر نے بہت مشفقانہ انداز میں عروش سے کہا۔

جی بابا جان میں سب جانتی ہوں۔عروش نے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

تو بیٹا میری بات کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ مجھے تم سے کبھی بھی کسی بھی قسم کی شکایت کا موقع نہ ملے۔صفدر نے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا۔

عروش بہت سمجھدار تھی وہ سمجھ گئی تھی کے صفدر اسے کیا سمجھانا چاہ رہے تھے۔تو فورن بولی۔بابا جان آپ کو میں کبھی شکایت کا موقع نہیں دونگی۔مجھے آپ کی عزت اپنے ہر خواب سے عزیز ہے میں کوئی ایسا کام نہیں کرونگی جس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سے آپ کو شرمندہ ہونا پڑے۔

صفدر نے عروش کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ مجھے اپنی بیٹی پر پورا بھروسہ ہے۔اب جاؤ جا کر تیار ہو جاؤ تمہیں دیر ہو رہی ہے۔

عروش بھی جلدی سے اٹھ گئی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔الماری سے کپڑے نکال کر پہنے اور اب وہ جوتے نکالنے لگی۔

عروش نے ہلکے جامنی رنگ کی قمیض پہنی تھی جس پر دھاگے کا کام کیا ہوا تھا ساتھ سفید شلوار اور دوپٹہ۔

وہ سادگی میں بھی بے انتہا خوبصورت اور نفیس لگ رہی تھی اسکی سفید رنگت مزید چمک رہی تھی۔اب وہ اپنے کمرے میں پڑی چیزیں سمیٹنے لگی۔

اتنے میں اسے صوبیہ کی آواز سنائی دی جو گیٹ سے اندر آ کر سلام کر رہی تھی۔عروش تیزی سے باہر آئی وہاں برآمدے میں بیٹھی صفیہ اور صفدر کو سلام کر کے صوبیہ کے ساتھ گیٹ سے باہر چلی گئی۔

صوبیہ کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے وہ دونوں بس اسٹاپ پر آ گئی تھی کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد بس پہنچ گئی وہ دونوں بس میں سوار ہو کر دس منٹ کے بعد کالج پہنچ گئیں۔

کالج سے اندر آتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر ایک بار کالج کی بلڈنگ کو دیکھا بلڈنگ کافی شاندار تھی اور اسکے خوابوں اور منزلوں کا راستہ بھی تھی۔

اب وہ مین گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے وہاں کے اسٹوڈنٹس کا جائزہ لے رہی تھی۔

دیکھنے سے ہی پتہ چل رہا تھا کے سب کا تعلق ہائی کلاس فیملیز سے تھا اور ان کا پہناوا اس بات کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

مگر عروش میں بھی خود اعتمادی بلا کی تھی اس نے خود پر ایک سرسری سی نظر ڈالی اور کوریڈور سے ہوتی ہوئی صوبیہ کے ساتھ اندر چل دی۔

صوبیہ اسے کالج میں لیبز اور کلاسز دکھا رہی تھی پھر ایک کلاس کے سامنے جا کر صوبیہ رک گئی۔

عروش کی طرف پلٹ کر بتانے لگی کہ یہ تمہارا کلاس روم ہے میں تمہیں واپسی پر لے لونگی اور خود آگے چلی گئی۔

عروش کلاس کی طرف مڑی اور اندر داخل ہونے لگی جہاں پہلے ہی بہت سے اسٹوڈنٹس موجود تھے اور سب ایک دوسرے سے انٹروڈکشن لے رہے تھے۔

جیسے ہی عروش اندر داخل ہوئی ایک دم خاموشی چھا گئی اور سب عروش کی طرف دیکھنے لگے۔

عروش پہلے تھوڑا کنفیوز ہوئی مگر پھر آگے بڑھی اور سب کو سلام کیا۔

اسکے سلام کرتے ہی جیسے خاموشی ختم ہوئی وہاں پڑی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ایک کرسی پر عروش بیٹھ گئی۔

اب سب عروش کی طرف متوجہ ہوکر اس سے انٹروڈکشن لے رہے تھے۔مگر ایک انسان کی نظریں صرف عروش صفدر پر منجمد ہوگئی تھیں وہ اتنے ماڈرن لوگوں میں سادگی میں بھی بیحد خوبصورت لگ رہی تھی۔

وہ انسان کوئی اور نہیں ارصم معیز تھا۔ارصم نے آج سے پہلے عروش جیسی پیاری لڑکی نہ دیکھی تھی۔ وہ ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ کیا کوئی لڑکی سادگی میں بھی اس قدر خوبصورت لگ سکتی ہے! اس نے اپنی زندگی میں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت لڑکیاں دیکھی تھی مگر عروش صفدر جیسی کشش کسی میں نہیں تھی۔

ارصم نے آج تک ایک سے دوسری نظر کسی لڑکی پر نہیں ڈالی تھی مگر وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ عروش کے سحر میں کیوں مبتلا ہوگیا تھا۔

اب انعم اور عروش ایک ساتھ بیٹھیں انٹروڈکشن میں مصروف تھیں۔

تھوڑی ہی دیر میں ایک ٹیچر کلاس میں داخل ہوئے اور سب اسٹوڈنٹس کو خوش آمدید کرنے لگے پھر سب سے انٹروڈکشن لینے لگے۔

جب عروش صفدر نے اپنا انٹروڈکشن کروایا تو سب نہ صرف حیران رہے بلکہ گذشتہ کامیابی پے سب نے اسے سراہا۔

عروش کے اندر خوشی کا ایک طوفان برپا تھا۔وہ خوش تھی کہ ایک مڈل کلاس طبقے سے ہوتے ہوئے بھی آج وہ ان سب سے برتر تھی۔

عروش کی بھی سب سے اچھی بات چیت ہوئی۔مگر وہاں بیٹھے ہوئے اعیان کی نظریں صرف عروش کا طواف کر رہی تھیں۔

اتنے میں کالج کا وقت ختم ہوگیا۔صوبیہ نے عروش کو کلاس سے لے لیا دونوں اب کالج سے باہر آکر بس کا انتظار کرنے لگیں تھیں۔

وہاں سے بس میں سوار ہوکر وہ گلی سے باہر سڑک پر اتر گئیں۔سارے راستے عروش صوبیہ کو سب کے بارے میں بتاتی رہی۔

وہ خود بہت خوش تھی کہ اس کے سب کلاس میٹس بہت اچھے تھے۔

گلی سے آتے ہوئے وہ دونوں باتیں کر رہی تھیں۔

عروش گھر کے قریب پہنچ کر صوبیہ کو اللہ حافظ بول کر اندر داخل ہوگئی۔

اس نے گھر میں آتے ہی صفیہ کو سلام کیا جو برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھی۔صفیہ نے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔

عروش اپنے کمرے میں جا کر کپڑے بدل کر باہر آگئی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اب صحن میں واش بیسن پر موں دھونے لگی تھی۔

صفیہ عروش پر ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے بولی۔اگر تمہارے نخرے ختم ہو گئے ہوں تو اب کھانا بنالو سب کو بہت بھوک لگ رہی ہے۔

عروش آج بہت تھک گئی تھی مگر کچھ بھی کہے بغیر کچن میں چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

انعم اور ارصم کالج سے واپسی پر سب کلاس فیلوز کے بارے میں باتیں کر رہے تھے مگر ارصم بات گھما پھرا کر عروش کے بارے میں جانکاری لے رہا تھا۔اس کی نظروں میں اب بھی عروش کا چہرا گھوم رہا تھا وہ خود نہیں جانتا تھا کہ ایسا کیوں تھا۔سارے راستے انعم باتیں کرتی رہی مگر ارصم خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا اور نہ تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ انعم اس سے باتیں کر رہی ہو اور اس نے انعم کو جواب نہ دیا ہو۔ مگر آج ایسا کیوں تھا؟ اس کا جواب شاید اسکے پاس بھی نہیں تھا۔

اس نے انعم کو اس کے گھر کے باہر ہی اتار دیا۔انعم کو اس کا رویہ کچھ عجیب سا لگا۔اس نے فورن اس سے پوچھا۔ اعیان کیا ہوا ہے اپ سیٹ سے لگ رہے ہو۔

اعیان نے طبیعت خراب ہونے کا بہانہ لگا کر گاڑی گھر کی جانب موڑ دی۔وہ خود کو تنہائی میں لے جانا چاہتا تھا وہ گھر پہنچتے ہی اپنے کمرے میں چلا گیا ویسے بھی اسکے گھر میں سوائے چند ایک نوکروں کے کوئی نہیں ہوتا تھا۔معیز اور فاطمہ تو رات کو ہی گھر آتے تھے۔آج ارصم اس سے بھی زیادہ تنہائی میں رہنا چاہتا تھا۔ وہ سارا دن عروش کے بارے میں ہی سوچتا رہا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ اس احساس کو کیا نام دے مگر عروش کو سوچنے کا احساس بھی اسے اچھا لگ رہا تھا۔

یونہی دن گزرتے جا رہے تھے اب عروش کالج میں سب کے ساتھ گھل مل گئی تھی اور پڑھائی بھی شروع ہو گئی تھی۔اس کی ذہانت کی وجہ سے اسے بہت زیادہ حوصلہ افزائی بھی ملتی تھی۔اسکے ساتھ ساتھ وہ ارصم کے دل پر بھی راج کرنے لگی تھی۔

☆.....☆.....☆

ایک دن کالج سے واپسی پر عروش اور صوبیہ بس اسٹاپ پر کھڑی بس کا انتظار کر رہی تھیں جب سردار ہاشم سلطان نے پہلی بار عروش کو بس اسٹاپ کے پاس کھڑے ہوئے دیکھا تھا۔سردار ہاشم نے ڈرائیور کو گاڑی بس اسٹاپ کی طرف موڑنے کیلئے کہا۔ ڈرائیور نے گاڑی موڑ کر بس اسٹاپ کے سامنے کھڑی کر دی۔

سردار ہاشم اپنے پجارو میں بیٹھے بلیک گلاس ونڈو سے اسٹاپ پر کھڑی عروش کو دیکھتا رہا۔ کچھ ہی دیر میں بس آ گئی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

۔صوبیہ اور عروش بس میں سوار ہوگئیں۔سردار ہاشم اسے بس میں بیٹھتے دیکھتا جا رہا تھا جب بس تھوڑا دور چلی گئی تو ڈرائیور کو گاڑی گھر کی طرف لے جانے کو کہا۔

سردار ہاشم سلطان سردار سلطان احمد کا اکلوتا بیٹا اور اس کے پھیلے ہوئے وسیع بزنس اور زمینوں کا اکلوتا وارث تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد سردار ہاشم سلطان نے تمام کاروبار سنبھال لیا تھا۔ بہت چھوٹی سی عمر میں ہی اس نے سارا نظام بہت اچھے سے چلایا تھا۔

وہ اپنی ماں کے ساتھ ڈیفینس کے علاقے میں رہتا تھا مگر لڑکی شراب اور نشہ تینوں اس کی سب سے بڑی کمزوریاں تھیں وہ ان تینوں چیزوں کو حاصل کرنے کیلئے جس قدر گرنا پڑتا گر سکتا تھا۔اگر اسے کوئی لڑکی پسند آجاتی تو وہ یا تو اس کے سامنے پیسے پھینک کر اسے اپنا بنالیتا ورنہ طاقت کے استعمال سے اسے حاصل کر کے ہی رہتا تھا۔

مگر عروش ان لڑکیوں میں سے تھی ہی نہیں جو اسے راہ چلتے حوس پوری کرنے کیلئے پسند آجاتی تھیں۔ بلکہ عروش تو اس پر عجیب سا تاثر چھوڑ گئی تھی۔

آج بھی سردار ہاشم نے بہت شراب پی تھی۔ کیونکہ عروش کو دیکھتے ہی سردار ہاشم کو اس کی بچپن کی منگیتر اور چچا کی بیٹی زینب یاد آگئی تھی۔

وہ خود بھی حیران تھا کہ کیسے اس لڑکی کی شکل زینب سے ملتی تھی۔آج اس کے پرانے زخم تازہ ہونے لگے تھے۔

اب اسے وہ ایک ایک لمحہ یاد آنے لگا تھا جو اس نے زینب کے ساتھ گزارا تھا اور کیسے اس کی ایکسیڈینٹ میں موت ہوگئی تھی۔اب وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح رونے لگا تھا۔

28 برس کا ہاشم سلطان آج بلکل کمزور پڑ گیا تھا۔وہ بہت عجیب سی کشمکش میں مبتلا تھا۔

اب وہ دل میں ارادہ کرنے لگا تھا کے اسے زینب جیسی لڑکی اس لئے نظر آئی کہ وہ اسے اپنی زندگی کا حصہ بنا سکے ورنہ زینب کے مرنے کے بعد تو ہاشم سلطان لڑکیوں کو صرف استعمال کی چیز سمجھتا تھا۔

مگر پھر اس کیلئے بس اسٹاپ پے کھڑی ایک لڑکی اتنی اہم ہوگئی تھی وہ اس لڑکی کیلئے اپنے دل کے گوشے میں کہیں نہ کہیں عزت واحترام محسوس کر رہا تھا۔

اب وہ اتنی شراب پی چکا تھا مگر مدہوشی میں پڑے پڑے بھی اس لڑکی کو دوبارہ دیکھنے کا ارادہ کرنے لگا تھا۔

☆-----☆-----☆

آج عروش گھر ذرا دیر سے پہنچی تھی کیونکہ بس دیر سے آئی تھی۔بس اسٹاپ پر کھڑے رہ کر انتظار کرتے کرتے عروش بہت تھک چکی تھی۔

گھر آتے ہی صفیہ نے عروش پر خوب چڑھائی کردی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تھی اور اسے بہت جلی کٹی باتیں بھی سنا ڈالیں تھیں۔صفیہ بغیر کسی لحاظ کے جوموں میں آرہا تھا بولے جارہی تھی کہ پہلے تو اکڑ بہت آگئی ہے انداز بدلے ہیں اور اب گھر دیر سے آنا شروع کر دیا ہے۔

صفدر بھی گھر پر ہی تھے اور خاصے غصے میں دکھائی دے رہے تھے۔

عروش باپ کو دیکھ کر ہی سمجھ گئی کہ بابا کا موڈ بھی کافی خراب ہے مگر گھر دیر سے آنے میں اس کی کیا غلطی تھی۔ وہ تو بس کی وجہ سے لیٹ ہوگئی تھی۔

عروش نے صفیہ سے کہا بھی کہ بس لیٹ ہوگئی تھی مگر اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی صفیہ نے بری طرح ٹوک دیا کہ موں بند رکھو اپنا یہ اپنا ناٹک کسی اور کے ساتھ کرنا یہ سب تو میں پہلے سے ہی جانتی تھی اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ بس تو اب روز ہی لیٹ ہوا کریگی۔

اب صفیہ صفدر کی طرف مڑ گئی اور کہنے لگی۔ بھائی جان میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ آگے نہ پڑھائیں کوئی رشتہ دیکھیں اور شادی کر دیں اسکی مگر آپ بھی مجھے ہی غلط سمجھتے ہیں۔

اب صفدر کو مزید غصہ آنے لگا تھا اچانک سے کھڑے ہو گئے اور قدرن عروش کو گھورتے ہوئے بولے کہ آج کے بعد لیٹ نہیں آنا اگر بس نہیں آتی تو پیدل آجایا کرو۔

عروش سمجھ چکی تھی کہ آج اس کے آنے سے پہلے گھر میں خوب ڈرامہ ہو چکا تھا ورنہ صفدر نے کبھی عروش سے اس طرح بات نہیں کی تھی۔عروش صفدر کو جی بابا جان کہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆-----☆-----☆

اگلے دن ہاشم ذرا پہلے ہی کالج کے گیٹ کے سامنے بس اسٹاپ پر پہنچ گیا تھا اور گاڑی سے باہر نکل کر بس اسٹاپ پر ہی عروش کا انتظار کرنے لگا۔

انتہائی بارعب شخصیت کا مالک اور خوبرو جوان عروش صفدر پر بری طرح مرمٹ چکا تھا۔ کچھ دیر بعد ہی چھٹی ہوگئی۔کالج گیٹ کھل گیا اور اسٹوڈنٹس باہر نکلنے لگے تھے۔ اب وہ سینکڑوں لوگوں میں ایک منفرد چہرہ ڈھونڈھنے لگا تھا۔ کچھ ہی دیر میں بلا آخر اسے عروش نظر آہی گئی تھی جو صوبیہ کے ساتھ آکر بس کا انتظار کرنے لگی تھی۔

وہ ساکن کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر میں ہی بس آگئی تو وہ اسے بس میں جاتا دیکھتا رہا۔

یوں یہ سلسلہ جاری ہوگیا تھا اب سردار ہاشم سلطان روز ایسے ہی پہلے آجاتا تھا اور عروش کے جانے کے بعد وہاں سے چلا جاتا تھا۔

ایسے ہی ایک دن ہاشم نے بس کا پیچھا کیا۔گلی کے باہر ہی اس نے صوبیہ اور عروش کو اترتے دیکھا۔گلی ذرا تنگ تھی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

گاڑی کا اندر جانا بہت مشکل تھا۔

اب ہاشم روز گلی کے باہر تک انکا پیچھا کرتا اور کبھی کبھار گاڑی سے اتر کر باہر بھی آجاتا اور عروش کو دیکھتا رہتا مگر عروش اس سب سے بے خبر کسی کی بات پر کان نہیں دھرتی تھی۔

مگر صوبیہ عروش کی طرح معصوم ہرگز نہیں تھی وہ کافی دن سے نوٹ کرتی آرہی تھی کہ یہ گاڑی ہمارا پیچھا کرتی ہے اور اس اسے برآمد ہونے والا شخص صرف عروش کا تعاقب کرتا ہے لیکن جس دن ہاشم گاڑی سے اتر کر عروش کا پیچھا کرتے کرتے عروش کے گھر کے باہر تک آگیا تھا تب صوبیہ کا شک یقین میں بدل گیا تھا۔

اگلے ہی دن صوبیہ نے عروش سے ذکر کیا مگر عروش نے اسے صوبیہ کی غلط فہمی کہ کر ٹال دیا تھا مگر پھر ایسا روز ہونے لگا تھا۔

روز ہاشم عروش کے گھر تک انکا پیچھا کرتا اور عروش کے گھر میں اندر جاتے ہی واپس چلا جاتا اور اب تو صبح اور شام وہ اسکے گھر کے چکر لگاتا کہ شاید عروش کہیں نظر آجائے مگر عروش کہیں جاتی ہی نہیں تھی۔

اب ہاشم عروش کے متعلق لوگوں سے پوچھنے لگا تھا جس سے تمام محلے میں بھی باتیں ہونے لگیں تھیں۔

لیکن عروش کو جب صوبیہ نے بتایا تو عروش نے صوبیہ سے کہا کہ میں جانتی ہوں کہ میں غلط نہیں ہوں اور میرے لئے یہی کافی ہے کیونکہ عروش صرف اپنے ضمیر کی آواز سنتی تھی۔وہ دوسروں کی سنی سنائی باتوں پر نہ تو یقین رکھتی تھی نہ اپنی صفائی میں کچھ کہتی تھی۔

اگلے چند دن کے بعد گلی کے باہر بس سے اترتے ہی ایک آدمی نے عروش کو ایک کارڈ دیا۔عروش نے کارڈ پر ایک سرسری نظر ڈالی جس پر سردار ہاشم کا نام فون نمبر اور پتہ درج تھا۔اس نے کارڈ دیکھ کر دوسری جانب ہوا میں اچھال دیا۔مگر آج یہ حرکت صوبیہ کو سخت ناگوار لگی تھی۔اس نے گھر آتے ہوئے عروش کو کہہ دیا تھا کہ کل سے وہ کالج اکیلے جائیگی کیونکہ اسے جلدی جانا ہوگا کیونکہ اب لوگ صرف عروش کی ہی نہیں بلکہ صوبیہ کی بھی باتیں کرنے لگے تھے۔

اور آج بھی جب عروش کو ہاشم کے ڈرائیور نے کارڈ دیا تب محلے کے بہت سے لڑکے باہر ہی تھے جو انہیں ہی گھور رہے تھے۔

عروش کو تھوڑا برا تو لگا مگر اسکی خود اعتمادی پر ذرا بھی فرق نہیں پڑا۔وہ خود سے کہنے لگی کہ میں تو غلط نہیں ہوں میرا ضمیر گواہی دیتا ہے اور یہی کافی ہے۔

اب سردار ہاشم کی بیچینی میں بھی دن بدن اضافہ ہونے لگا تھا۔

☆-----☆-----☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ایک دن عروش کالج گئی ہوئی تھی تب ہاشم سلطان اپنی ماں فرخندہ کے ساتھ عروش کے گھر اسکا رشتہ لینے پہنچ گیا۔

صفیہ نے گلی کی باہر کی جانب جب شاندار گاڑیاں دیکھیں تو حیران ہوگئی اور فرخندہ نے جو زیور اور لباس پہنا ہوا تھا وہ ان کے پیسے کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

مگر یہ رشتہ اگر شاز یہ کیلئے آیا ہوتا تو صفیہ کی خوشی کا ٹھکانا ہی نہ ہوتا۔ مگر یہ رشتہ عروش کیلئے آیا تھا جو پہلے ہی صفیہ کی دونوں بیٹیوں سے زیادہ پیاری اور ذہین تھی۔

اب وہ ایسی جگہ پر رشتہ کرنے کی غلطی کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی تو صفیہ نے فرخندہ کی خوب بے عزتی کردی اور اسے گھر سے جانے کیلئے کہہ دیا اور کہا کہ اب دوبارہ اس گھر کا رخ بھی نہ کرنا۔ ہاشم کو بہت غصہ آیا مگر فرخندہ کے اشارہ کرنے پر وہ چپ رہا۔ دونوں ماں بیٹا واپس چلے گئے۔ ہاشم بیحد غصے میں تھا۔ اگر فرخندہ نے اسے نہ روکا ہوتا تو شاید وہ کچھ غلط کر گزرتا۔ صرف ماں کے کہنے پر وہ وہاں سے چپ چاپ واپس آ گیا تھا۔

کچھ دیر بعد صفدر گھر دوپہر کا کھانا کھانے آئے تو صفیہ نے آتے ہی غصے میں چلانا شروع کر دیا اور ہاشم اور اس کی ماں کی آمد کو ایک الگ رنگ میں صفدر کے سامنے پیش کیا۔

صفیہ اور اس کی دونوں بیٹیوں نے ایسی ایسی باتیں اپنی طرف سے گھڑ کر بتائیں کہ صفدر کو جیسے اپنی سماعتوں میں یقین ہی نہیں آیا۔

صفیہ ایسے ایسے تیر چلا رہی تھی جو سیدھا صفدر کے دل پے لگ رہے تھے۔ اسکے لہجے میں نفرت اور حقارت نمایاں تھی۔

آخر ہوا کیا ہے؟ صفدر نے بے یقینی کے عالم میں پوچھا۔

صفیہ فورن سے بولی۔ عروش کا کوئی عاشق آیا تھا اپنی ماں کو لیکر۔ پہلے تو پیسوں کا لالچ دیتا رہا جب میں نے کہا کہ ہم ایسے لوگ نہیں جو اپنی بیٹی کا سودا کریں۔

اب صفیہ نقلی آنسوں بھی بہانے لگی اور مزید کہنے لگی کہ جب میں نے انکار کر دیا تو وہ لوگ دھمکیاں دینے لگے کہ عروش تو خود رضامند ہے۔

صفیہ کی آنسوؤں میں ذرا اور اضافہ ہوا کیونکہ مگر مچھ کے آنسو بہانے میں تو اسے کمال حاصل تھا۔

اب صفیہ ایک بار پھر صفدر کے زخم کو کرید رہی تھی کہ آپکو منع بھی کیا تھا کے اسے مت پڑھائیں پر آپنے سنی ہی کہاں میری۔

اب نتیجہ دیکھ لیں سارے محلے والے بھی باتیں کر رہے ہیں کیا عزت بچ گئی ہماری۔

عروش نے ایک بار بھی نہیں سوچا ہماری عزت کے بارے میں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

صفدر ساکت تھے اور بیٹی کے کیئے پر سر جھکا ہوا تھا اور دل ہی دل میں خود کو کہنے لگے تھے کہ صفیہ کی مان لی ہوتی تو برسوں کی کمائی ہوئی عزت نہ جاتی مگر زبان سے ایک لفظ نہیں کہا۔ کچھ دیر ایسے ہی کرسی پر بیٹھے فرش پر دیکھ رہے تھے پھر فورن سے زمین پر گر گئے۔

صفیہ نے دیکھتے ہی چلانا شروع کر دیا کہ عروش تیری وجہ سے ہی تیرے باپ کی یہ حالت ہوگئی تو پیدا ہوتے ہی مر جاتی۔

صفیہ کی آوازیں سن کر محلے کی عورتیں ان کے گھر جمع ہونے لگیں تھیں۔

صفدر کو محلے کے ہی دو لڑکوں نے اٹھایا اور پاس ہی کلینک پر لے گئے وہاں جا کر پتا چلا کہ ہارٹ اٹیک کی وجہ سے صفدر کی موت ہوگئی ہے۔

صفدر کی میت کو واپس گھر لے آئے۔ اب صفیہ اور اس کی بیٹیاں رونے لگیں تھیں۔

عاطف کو بھی فون کیا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ بھی پہنچ گیا۔

صفیہ اور اس کی دونوں بیٹوں نے بہت واویلا مچایا اور رشتہ داروں اور محلے والوں کو کہنا شروع کر دیا کہ عروش نے باپ کی جان لے لی۔ لوگوں کو ہاشم اور اس کی ماں کے بارے میں غلط طریقے سے ایک نئے رنگ میں بتایا۔

اب وہاں موجود سب لوگ عروش کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرنے لگے تھے۔

پہلے کچھ لوگ صفیہ کو غلط سمجھ رہے تھے۔ اب وہ سب بھی عروش کے خلاف باتیں کرنے لگے تھے۔

عاطف کے بھی خوب کان بھر دئے اور اسے بھی یہی کہا کہ عروش کی وجہ سے صفدر کی موت ہوئی ہے۔

اب عاطف بھی آگ بگولہ ہوئے پھر رہا تھا اور وہ بھی اپنی اکلوتی بہن کو اپنے باپ کا قاتل سمجھنے لگا۔

اب سعدیہ عاطف سے کہنے لگی تھی کہ عروش کو تایا جان کے قریب بھی نہیں آنے دینا ایسی بیٹی کو گھر سے نکال دینا چاہئے۔

صفیہ اور اسکی دونوں بیٹیوں نے اپنا ڈرامہ جاری رکھا۔

عاطف کیلئے تو دنیا سعدیہ اور صفیہ سے شروع ہو کر ان پر ہی ختم ہو جاتی تھی تو انکی ہر بات اسکے لئے حرف آخر ہوتی ۔

عروش معمول کے مطابق گھر آئی مگر آج ہاشم کی گاڑی نہیں تھی۔ اسے کچھ حیرت بھی ہوئی مگر وہ اندر گلی میں آ گئی۔

اسے اپنے گھر کے باہر لوگوں کا رش دکھائی دیا۔ وہ قدرے بھاگتی ہوئی اپنے گھر میں داخل ہوئی۔ وہاں کھڑے سب لوگوں کی نظریں اس پر تھیں۔ عروش کو دیکھتے ہی چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ آج سب اسے ایک قاتل سمجھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رہے تھے۔

عروش نے جب باپ کی لاش کو صحن کے وسط میں پڑے دیکھا تو وہیں ساکت ہوگئی۔ اسکے ہاتھ پاؤں جیسے وہیں برف ہو گئے تھے۔ اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا اسکے قدم جیسے وہیں جم گئے تھے۔ وہ چاہتے ہوئے بھی قدم آگے نہ بڑھا سکی بہت کوشش کے بعد خود کو ذرا سی حرکت دی۔

لوگ اب بھی اسکے بارے میں ہی باتیں کر رہے تھے۔

مگر عروش اس سب سے بے خبر اس کی تو دنیا ہی اسکا بابا جان تھے۔ جیسے وہ آج لٹ گئی تھی۔ اس نے کافی ہمت کے بعد قدم اندر کی طرف بڑھائے۔

صفیہ نے اسے وہیں رکنے کیلئے بولا کہ ایک قدم بھی اندر نہ لائے۔

مگر اسے کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسے تو باپ کے علاوہ کچھ دکھائی بھی نہیں دے رہا تھا۔ وہ فورن جا کر اپنے باپ سے لپٹ گئی۔

وہیں اسے کسی نے بالوں سے پکڑ کر پیچھے کی طرف گھسیٹنا شروع کر دیا۔

اپنے باپ کو مارنے والی تو ہی ہے تجھے کوئی حق نہیں کہ تو اپنے باپ کی لاش کو ہاتھ بھی لگائے۔ صفیہ نے عروش کو گھسیٹتے ہوئے بولا۔

عروش پر جیسے کسی نے بم پھوڑ دیا ہو اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ سب کیا ہو رہا تھا اور اس نے ایسا کیا کر دیا تھا کہ سب اسے مجرم سمجھ بیٹھے تھے۔

عروش نے صفیہ سے خود کو چھڑایا اور کسی چھوٹے بچے کی طرح پھر اپنے باپ سے لپٹ گئی۔

اب عاطف نے عروش کا بازو بری طرح پکڑا اور اسے پیچھے کر دیا۔ عروش رونے لگی تھی اور کہنے لگی۔ بھائی مجھے بابا کے پاس جانے دیں۔

کیوں جانے دوں؟ تم لگتی کیا ہو؟ تم نے میرے باپ کو مار ڈالا۔ مجھے باپ کے سائے سے محروم کر دیا۔ یتیم بنا ڈالا مجھے۔ اب عاطف غصے میں چلانے لگا تھا۔

عروش نے بے یقینی سے پوچھا۔ بھیا۔ میں نے؟

ہاں ہاں تم نے۔ صفیہ فورن چلانے لگی۔ اپنے عاشق کو بھیج کر دھمکیاں لگوائیں۔

بھائی جان کو بس اسی بات کا صدمہ لے گیا۔ اب صفیہ کی آنکھوں سے آنسو بھی گرنے لگے تھے۔

عروش اب بھی بے یقینی سے رونے لگی اور کہنے لگی۔ خدا کا خوف کھائیں چاچی۔ یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔ کون عاشق اور کسے بھیجا میں نے؟

سعدیہ فورن اٹھ کر آگئی اور بولی بتا دہ ہاشم تیرا یار نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہے؟ جسے تم نے گھر بھجوایا تھا کہ رشتہ نہ ملے تو دھمکیاں لگائے۔

عروش کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

اب عروش پھر عاطف کی طرف مڑی۔ بھیا یہ سب جھوٹ ہے ضرور آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ اب عروش کا انداز التجا کرنے والا تھا۔

صفیہ فورن عروش کے منہ پر تھپڑ مارنے لگی اور کہنے لگی۔ بند کرواپنی یہ ڈرامے بازی۔ ایک تو اپنے عاشق کو بھیجتی ہے اور اوپر سے جھوٹ بولتی ہو۔

عروش عاطف سے کہتی رہی۔ بھیا قسم سے میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ خدا کا واسطہ ہے مجھ پر یقین کریں۔

اب عروش عاطف کے قدموں میں گر کر رونے لگی تھی۔

عروش نے عاطف کے پاؤں پکڑ لئے۔ مگر عاطف اسے ایک کے بعد ایک ٹھوکر مارنے لگا۔ مگر وہ کسی چھوٹے سے بچے کی طرح اپنے باپ کو دیکھنے کیلئے ترس رہی تھی۔

اسے اب کچھ اور سوجھ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ ہاتھ جوڑنے لگی تھی اور کہنے لگی۔ بھائی آپ کو ابو کا واسطہ ہے۔ خدا کا واسطہ ہے میں نے کچھ غلط نہیں کیا ہے۔ میں کسی ہاشم کو نہیں جانتی۔

صفیہ نے ایک بار پھر عروش کو بالوں سے ہاتھ میں جکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے باہر گیٹ تک لے گئی۔

اب عروش پاس کھڑی عورتوں کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگی مگر کسی نے اس کی نہیں سنی۔ عاطف نے دروازہ بند کرلیا اور کہا کہ تو مر گئی ہمارے لئے اور ہم تیرے لئے۔

اب عروش باہر کھڑی دروازہ کھٹکھٹاتی رہی مگر کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔

وہ بہت دیر تک وہیں بیٹھی ہی روتی رہی کسی نے اسے چپ نہیں کروایا۔ آتے جاتے لوگ کچھ دیر کھڑے ہو کر اسے دیکھتے پھر گزر جاتے۔ کسی نے اس کے سر پر ہاتھ نہیں رکھا تھا۔

☆.....☆.....☆

اب اسکے ذہن میں ایک ہی سوال آ رہا تھا کہ ہاشم سلطان کا کیا مقصد تھا اس سب کے پیچھے۔ اس کے اندر غصے سے لاوا ابلنے لگا تھا۔

کچھ دیر میں ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی تھی اور اس کے باپ کا جنازہ گھر سے لے جایا چکا تھا۔ ہر کوئی اس کے پاس سے گزرتا اور حقارت کی نگاہ ڈال کر آگے گزر جاتا۔

کسی رشتہ دار نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا تھا سب کی نظر میں اب وہ محض ایک مجرم تھی۔

اب وہ اٹھ کھڑی ہوئی کہ اب اسکا یہاں کوئی نہیں۔ وہ لاوارث ہو چکی تھی۔ مگر کیوں کس کی وجہ سے۔

ہاشم سلطان کیوں میری زندگی برباد کردی تم نے۔ میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نے کیا بگاڑہ تھا تمھارا۔اب وہ گلی سے گزرتے ہوئے خد سے سوال کرنے لگی۔

مگران سوالوں کے جواب اسکے خد کے پاس بھی نہیں تھے۔وہ خود میں ہی الجھی ہوئی تھی۔اسے نہیں پتہ تھا کہ اس کے پاس سے گزرنے والے لوگ اسے کس طرح دیکھ رہے تھے۔

اب وہ مین سڑک پر نکل آئی تھی۔وہ حواس تو کھو ہی بیٹھی تھی مگر اب غصے سے پاگل بھی ہو چکی تھی کیونکہ اب اسکے پاس بچا ہی کیا تھا عزت؟

جو اسکے ساتھ ہوا تھا اسے کیسے گھر سے نکال دیا گیا تھا تو عزت بھی اب کہاں بچی تھی۔وہ اپنی ہی سوچوں میں گم مین روڈ پر چلتی ہی جا رہی تھی۔

اسے احساس تب ہوا جب ایک کار کے گزرنے سے اچانک وہ پیچھے ہٹی۔اب وہ اپنا چہرہ دوپٹے میں لپیٹے بلا اختیار آنسو بہاتے ہوئے سردار ہاشم کے گھر کی طرف چل دی تھی جو ایڈریس اس نے اس دن کارڈ پر پڑھا تھا اب بھی اس کے ذہن میں تھا۔

اب وہ تمام دن کا ہر منظر دوہرانے لگی تھی۔آج جو اس کے ساتھ ہوا اس میں اسکا کیا گناہ تھا یہ وہ خود نہیں جانتی تھی۔

اب بارش تیز ہونے لگی تھی۔اسے خود پر برستی بارش انگاروں سے کم نہیں لگ رہی تھی۔

یونہی کافی دیر چلنے کے بعد وہ ڈیفنس کے علاقے میں پہنچ گئی تھی۔جہاں دل میں غم کا طوفان برپا تھا وہیں دماغ میں غصے اور نفرت کا لاوا ابلنے لگا تھا مگر وہ چلتی رہی۔

تھوڑا ہی آگے جا کر ایک گھر کے باہر ایکدم رک گئی۔ وہیں گیٹ کے ساتھ لکھا سردار ہاشم سلطان کا نام اسکا منہ چڑا رہا تھا۔

اب اسے پھر وہ سلوک یاد آنے لگا جو اسکی وجہ سے عروش کے ساتھ گھر والوں نے کیا تھا۔غم و غصے کی شدت میں ہی اس نے ڈور بیل پر ہاتھ رکھ دیا اور شاید اٹھانا بھول گئی تھی۔

بارش اب تیز ہو رہی تھی اور ہر طرف اندھیرا مکمل طور پر پھیل چکا تھا۔

اچانک ایک ملازم نے گیٹ کھولا اور ذرا غصے میں بولا بیل سے ہاتھ ہٹا دیں۔اور کس سے ملنا ہے۔

عروش ایکدم جیسے اپنے خیالات کی وادی سے باہر نکلی اور بیل سے ہاتھ ہٹا دیا اور بولی مجھے ہاشم سلطان سے ملنا ہے۔

ملازم نے ایک گہری نظر عروش پر ڈالی پھر اسکا نام پوچھا۔تو وہ زرا بارعب آواز میں بولی عروش صفدر۔

ملازم اندر گیا اور جا کر ہاشم کو بتایا تو اس نے فورن اندر بلانے کو کہہ دیا۔اور ساتھ اسے کچھ تشویش بھی ہوئی کیونکہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس وقت عروش کا اس کے گھر اچانک آجانا غیر معمولی بات تھی۔

ملازم نے عروش کو ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔

ہاشم نے اپنی ماں فرخندہ کو عروش کی آمد کے متعلق بتایا تو فرخندہ کو بھی حیرت ہوئی مگر انہوں نے ہاشم کو ڈرائنگ روم میں جانے کو کہا۔

ہاشم ہمت کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔

وہاں عروش پوری طرح سے بارش میں بھیگی ہوئی سرخ آنکھوں کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔

ہاشم کے اندر داخل ہونے سے فورن سے کھڑی ہوگئی۔

ہاشم نے عروش کو بیٹھنے کیلئے کہا۔

عروش قدرے بلند آواز میں بولی کہ میں یہاں بیٹھنے نہیں آئی۔ میں صرف تم سے یہ پوچھنے آئی ہوں کہ کب میں نے تمہیں عشق کے قصے سنائے تھے۔ تم سے وعدہ کر کے بولا تھا کہ جا کر میرے گھر والوں کو ڈراؤ دھمکاؤ اور میرا ہاتھ مانگو۔ کیوں کیا میرے ساتھ ایسا کیوں میری زندگی برباد کر دی۔ میرے بابا جان کی موت ہوگئی اسی غم سے۔ اب اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے تھے۔

ہاشم سلطان کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ عروش یہ سب کیا بول رہی ہے۔ وہ کچھ نہیں جانتا تھا کہ اسکے ساتھ یہ سب کیا ہوا تھا۔

ہاشم نے عروش سے کہا کہ ضرور تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے جیسا تم مجھے سمجھ رہی ہو ایسا کچھ نہیں ہے

ابھی ہاشم کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ عروش پھر سے بھڑک پڑی۔ غلط فہمی واہ یہاں میرا سب کچھ اجڑ گیا سب برباد ہوگیا۔ مجھے گھر سے نکال کر بے سہارا کر دیا گیا۔ سب مجھے میرے باپ کا قاتل سمجھنے لگے اور تم کہتے ہو غلط فہمی۔

ہاشم کے ماتھے پر اب پسینہ آنے لگا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا بولے۔

عروش پھر سے ایک دفعہ بولی۔ میں جانتی ہوں تمھارے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ مگر تم ایک گھٹیا انسان ہو جس سے اچھائی کی امید کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

اب وہ اپنے آنسو پونچھنے لگی اور اٹھ کر دوبارہ باہر کی جانب جانے لگی۔ اب فرخندہ اند داخل ہوئی جو ساری گفتگو ڈرائنگ روم کے باہر سن چکی تھی۔

عروش بیٹی رکو میری بات سنو۔

عروش نے بیٹی لفظ سنا تو فورن رک گئی۔ پلٹ کر دیکھا تو فرخندہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے صوفے پر بٹھا لیا اور ہاشم کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

ہاشم فورن باہر چلا گیا۔

اب فرخندہ عروش سے سب کچھ پوچھنے لگی۔ عروش آنسوؤں کے طوفان میں گھرے ہوئے سب بتانے لگی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

فرخندہ بہت سمجھدار عورت تھی ساری بات سمجھ گئی اور عروش کو سمجھانے لگ گئی کہ اس دنیا میں قدم قدم پر درندے بیٹھے ہیں۔ جب اللہ ایک دروازہ بند کرتا ہے تو دوسرا کھول دیتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم یہاں سے جاؤ۔ تم یہاں میری بیٹی بن کر رہو۔

ہرگز نہیں۔ عروش فورن سے طلملائی۔

اچھا پھر کہاں جاؤ گی۔ فرخندہ کے اس سوال نے عروش کو پریشانی میں ڈال دیا وہ واقعی کہاں جاتی۔ اسکے ساتھ کوئی بھی نہیں تھا۔

مگر اس سب کا ذمہ دار ہاشم ہے اور میں یہاں ہرگز نہیں رکوں گی۔

فرخندہ بولی بیٹی مجھے تمہاری عزت کا خیال ہے۔ میں تمہیں ایسے اکیلے نہیں جانے دونگی۔ دنیا بہت خطرناک ہے۔

تمہیں ہاشم سے مسئلہ ہے تو ہاشم دوسرے گھر چلا جائیگا۔ مگر میں تمہیں ایک بیٹی سمجھ کر روک رہی ہوں۔ میری بات مان جاؤ۔

فرخندہ کی یہ باتیں سن کر عروش ذرا ڈھیلی پڑ گئی اور وہیں صوفے پر بیٹھ گئی۔ اب وہ پوری طرح سے بھیگی ہوئی تھی۔

فرخندہ باہر ہاشم کے پاس گئی اور اسے دوسرے گھر جانے کو کہہ دیا۔ ہاشم اسی وقت گاڑی لیکر ڈیفیس میں ہی موجود اپنے دوسرے گھر چلا گیا۔

فرخندہ عروش کو لیکر کمرے میں آ گئی۔ یہ آج سے میری بیٹی کا کمرہ ہے۔

عروش نے فرخندہ سے یہ الفاظ سنے اسے عجیب مگر اچھے لگ رہے تھے۔ اب فرخندہ اسے اپنا ایک سوٹ دیکر گئی کہ یہ پہن لو تمہیں سردی لگ جائیگی۔

میں کھانا لگواتی ہوں۔

نہیں مجھے بھوک نہیں ہے عروش فورن سے بولی۔

پر مجھے تو ہے نا میں اپنی بیٹی کے ساتھ ہی کھانا کھاؤنگی یہ کہہ کر فرخندہ کمرے سے چلی گئی۔

عروش نے اپنے کپڑے بدلے اور منہ دھو کر پھر کمرے میں پڑے صوفے پر بیٹھ کر صفدر کو یاد کرنے لگی اور پھر سے رونے لگی۔

فرخندہ ملازمہ کے ساتھ کمرے میں آ گئی اور کھانا لگوایا۔ عروش کی پلیٹ میں خود کھانا ڈالا مگر غم کی وجہ سے عروش سے کچھ بھی کھایا نہیں جا رہا تھا۔

فرخندہ عروش کی حالت سمجھ سکتی تھی تو زیادہ ضد نہیں کر سکی اور عروش کو بیڈ پر آرام کرنے کا کہہ کر خود کمرے سے چلی گئی۔

اگلی صبح جب فرخندہ نماز کے بعد عروش کے کمرے میں اسے دیکھنے آئی تو عروش کو بیڈ کے کنارے، نیچے زمین پر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بیٹھے دیکھ کر ذرا ٹھٹک گئی۔ پھر عروش کے پاس چلی گئی۔ عروش کی سرخ اور سوجی آنکھیں اسکی گزری ہوئی رات کا حال بیان کر رہی تھیں۔ فرخندہ سمجھ گئی کہ عروش رات بھر نہیں سوئی اور روتی ہی رہی تھی۔

فرخندہ نے عروش کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور اسکے پاس ہی بیٹھ گئی اور اسے سمجھانے لگی کہ بیٹا جانے والی کبھی واپس نہیں آتے اور جو تمہارے ساتھ ہوا ہے اسکا دکھ مجھے بھی ہے۔ مگر عروش کو یہ الفاظ بلکل کھوکھلے لگ رہے تھے وہ جانتی تھی کہ یہ سب ہاشم کی وجہ سے ہوا ہے اور اس گھر میں رات گزارنا اسکی مجبوری تھی خوشی نہیں۔

فرخندہ نے عروش کو سوچوں میں ڈوبے دیکھا تو عروش کا ہاتھ پکڑ کر اسے اوپر بٹھانے لگی مگر ہاتھ فورن سے اسکی کلائی پر سے ہٹا دیا۔ فرخندہ کو لگا جیسے اس نے اچانک سے تپتی ہوئی ریت کو چھو لیا ہو کیونکہ عروش کو بہت تیز بخار تھا۔ فرخندہ نے عروش کو بیڈ پر لٹایا اور بولی۔ بیٹی تمہیں تو بہت تیز بخار ہے میں ابھی ڈاکٹر کے پاس لیکر چلتی ہوں تمہیں۔

عروش بغیر کچھ بولے ہی بیڈ پر لیٹی رہی۔ وہ مر چکی تھی یا اسے ایک چپ لگ گئی تھی یہ وہ خود نہیں جانتی تھی مگر جب اپنے جدا ہوتے ہیں تو آسائشوں کے ہوتے ہوئے بھی انسان ادھورا اور بے بس ہو جاتا ہے اور اسے ایک چپ لگ جاتی ہے۔ عروش کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

☆-----☆-----☆

کچھ دیر میں ہی فرخندہ پھر کمرے میں آئی اور عروش کو بیڈ سے اٹھا کر اسکے بال اور دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے اسے باہر لے گئی جہاں ڈرائیور گاڑی میں انتظار کر رہا تھا۔

اب فرخندہ عروش کو لیکر ایک بہت بڑے ہاسپٹل جا چکی تھی۔ عروش نے ایک گہری نظر ہاسپٹل پر ڈالی تو اسے اسکے سارے خواب دھندلے سے محسوس ہونے لگے۔ وہاں موجود ڈاکٹرز اسکے لئے تکلیف کا سبب تھے۔ اسے لگ رہا تھا کہ اسکے دماغ پر کوئی ہتھوڑا مار رہا ہے اور اسکا دل کسی نے مٹھی میں لیکر خوب جھنجھوڑا ہے۔

چلتے ہوئے ہی اچانک عروش بے ہوش ہو کر گر گئی۔ فرخندہ کے تو اوسان خطا ہو گئے۔

عروش کو فورن ایمرجنسی وارڈ میں داخل کروایا گیا۔ بخار اور صدمے کی وجہ سے اسکے دماغ پر اثر ہونے لگا تھا۔

فرخندہ نے ہاشم کو بھی عروش کی اطلاع دی اور کچھ ہی دیر میں ہاشم بھی وہاں پہنچ گیا۔

کچھ ہی دیر بعد عروش کو بھی ہوش آ گیا مگر ہاشم عروش کے سامنے نہیں گیا مگر آج زندگی میں پہلی بار وہ کسی کیلئے اتنا ہوا تھا اور اسکی حالت بھی بتا رہی تھی کہ وہ بھی ساری رات نہیں سویا ہو گا۔

ڈاکٹر نے فرخندہ کو سمجھایا کہ عروش کا زیادہ سے زیادہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

خیال رکھیں اور اسے خوش رکھیں ورنا اگر ایسے ہی رہا تو برین اسٹروک بھی ہوسکتا ہے۔

دوپہر تک عروش کو ہاسپٹل سے ڈسچارج کر دیا گیا۔

ہاشم باہر کوریڈور میں ایک سائیڈ پر چھپ کر عروش کا جاتا دیکھتا رہا۔اب اسے عروش کی حالت پر بہت ترس آرہا تھا اور وہ بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ سب اسی کی وجہ سے ہوا ہے اور وہ ہی اس سب کو ٹھیک کریگا۔

عروش فرخندہ کے ساتھ گھر آ گئی۔دوائی کھانے کی وجہ سے عروش پر غنودگی طاری تھی۔گھر پہنچتے ہی وہ کمرے میں آتے ہی سو گئی۔

فرخندہ عروش کیلئے خود ہی سوپ بنانے لگی تھی۔فرخندہ خود کوئی کام نہیں کرتی تھی کیونکہ نوکر چاکر اتنے تھے کہ کبھی ضرورت نہیں پڑی۔مگر آج فرخندہ کو یوں لگا جیسے وہ اپنی بیٹی کیلئے بنا رہی ہے اسے یہ احساس بہت اچھا لگ رہا تھا کہ اب اسکی زندگی میں ایک بیٹی آ گئی تھی۔

گھر پہنچنے کے بعد سے دو گھنٹے کے بیچ ہاشم کے بہت سے فون آ چکے تھے وہ عروش کیلئے بہت زیادہ پریشان تھا۔

فرخندہ نے ہاشم کو بھی سمجھایا کہ وہ زیادہ پریشان نہ ہو اور عروش کے محلے سے پتہ کرے کہ کل عروش کے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد عروش اٹھ گئی تو فرخندہ اسکے لئے سوپ لیکر گئی مگر عروش بلکل خاموش تھی قدرے سخت۔

فرخندہ اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی مگر عروش نظریں سامنے دیوار پر گھڑے ہوئی تھی اور کچھ نہیں بولی۔

فرخندہ نے زبردستی سوپ اسکے منہ میں ڈالا۔تھوڑا سوپ پینے کے بعد بھی عروش وہیں منجمند تھی۔

فرخندہ سمجھ گئی تھی کہ عروش کو آرام کی ضرورت ہے وہ اسے لٹا کر باہر چلی گئی۔

عروش کے اعصاب پر اس بھی اسکے ٹوٹے ہوئے سپنے اور باپ کے مرنے اور عاطف کے گھر سے نکالنے کا غم حاوی تھا۔

شام کو ہاشم نے ماں کو ساری بات بتا دی جو عروش کے ساتھ ہوا تھا۔

فرخندہ بھی سن کر بہت پریشان ہوئی۔اب ہاشم بہت غصے میں تھا اور ماں اسے کہنے لگا کہ وہ عروش کے گھر والوں کو سبق ضرور سکھائیگا۔

فرخندہ اسے سمجھانے لگی کہ وہ ایسا کچھ نہیں کریگا۔جب ہاشم نہیں مانا تو فرخندہ نے ہاشم کو اپنی قسم دیکر روک دیا۔

اب ہاشم کے پاس ہتھیار ڈالنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں تھا۔

☆-----☆-----☆

صفدر کے قل کروانے کے بعد سب رشتہ دار اپنے اپنے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

گھروں میں واپس چلے گئے تھے نہ کسی نے عروش کا پوچھا تھا اور نہ ہی کسی نے اسکی ذات میں دلچسپی لی تھی اور نہ کسی نے پوچھا کہ وہ کہاں چلی گئی۔

صفیہ صبح نو بجے اٹھ کر صحن میں آ گئی تھی، دیکھا اشرف اور عاطف جا چکے تھے پہلے سوچا کہ بھوکے گئے ہونگے پھر تھوڑا مسکرائی اور بولی وہ کونسا بچے ہیں خود ہی کھالینگے۔ وہ ہاتھ منہ دھوکر باہر دیوان پر ہی لیٹی ہوئی تھی تو شازیہ اور سعدیہ بھی آنکھیں ملتی ہوئی باہر آ کر بیٹھ گئیں۔

شازیہ قدرے اکتاہٹ سے جمائیاں لیتی ہوئے بولی امی ناشتہ بنایا ہے؟

صفیہ حیران ہوتے ہوئے دیوان پر قدرے سیدھا ہوتے ہوئے بولی تمہیں شرم نہیں آتی اس عمر میں ماں سے یہ سوال کرتے ہوئے اب اچھی خاصی بڑی ہو تم دونوں خود بنایا کرو۔

سعدیہ ماں کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑی ۔نہ جی! نہ تو میں نے کبھی کوئی کام کیا ہے اور نہ کبھی عاطف نے کرنے دیا ہے اسلئے شازیہ کام کرے۔

صفیہ فورن بولی وہ عروش منحوس اس معاملے میں تو اچھی تھی کم سے کم کام تو کر دیتی تھی۔

شازیہ نے ماں کی طرف قدرے اکتاہٹ سے دیکھا اور کہا جان چھوٹی اس سے تو ورنہ عاطف کو اسکی شادی کرنی پڑتی اور جہیز اور باقی سب خرچہ بھی عاطف کو کرنا پڑتا اچھا ہوا جو ٹائم سے جان چھوٹ گئی۔

سعدیہ بھی ہنستے ہوئے بولی امی ویسے آپ نے تو کمال کر دیا ایک ہی تیر میں دو دو شکار کر لئے تایا جان بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور عروش کو بھی گھر سے نکال دیا۔

صفیہ نے فورن بولا اچھا اب باتیں ہی سناؤ گی کیا یا ناشتہ بھی دو گی چلو جا کہ ناشتہ بنا دو میں بھی نہا کر آتی ہوں۔

دوپہر کو جب اشرف واپس گھر آئے تو کھانا بنا ہوا نہیں تھا تو وہ بڑبڑانے لگے تو صفیہ نے فورن ڈپٹ دیا۔

اشرف کی کیا مجال تھی جو آگے سے ایک حرف بھی بولتے سو خاموشی میں ہی بہتری سمجھ کر چپ ہو گئے۔

صفیہ خود کچن میں چلی گئی کیونکہ شازیہ ہمیشہ کی طرح اپنی کسی دوست کے گھر گئی ہوئی تھی اور ابھی تک واپس نہیں لوٹی تھی۔

آج صفیہ کوئی چھے سال بعد کچن میں کام کرنے کی غرض سے آئی تھی کیونکہ عروش کی ماں کے مرنے کے بعد سارا کام عروش ہی کیا کرتی تھی اسلئے آج صفیہ کو کام کرنا انتہائی مشکل لگ رہا تھا۔ اب وہ اٹھا اٹھا کر برتن پھینکنے لگی تھی اور شازیہ کو برا بھلا کہتے ہوئے منہ میں بڑبڑا رہی تھی کہ اچھا خاصہ پتہ بھی ہے کہ کھانا بنانا ہے پھر بھی ابھی تک سہیلی کے گھر بیٹھی ہوئی ہو گی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اب صفیہ نے ساتھ ہی ساتھ سعدیہ پر بھی چلانا شروع کر دیا تھا کہ اس عمر میں ماں سے کام کرواتے ہوئے شرم نہیں آتی مگر سعدیہ بھی سنی ان سنی کر کے ہمیشہ کی طرح ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی۔ گھر میں عورتوں کا آنا جانا بھی تھا جو افسوس کرنے کیلئے آرہی تھیں اور انکے آنے پر افسوس کم عروش پر تنقید زیادہ ہوتی۔

شام کو جب عاطف واپس گھر آیا تو ہاتھ دھو کر سعدیہ سے کھانا مانگا تو سعدیہ اب چڑ گئی تھی کہ ہر ایک کو میں ہی نظر آتی ہوں۔ مجھے کام کا مت کہیں اور جائیں امی یا شازیہ بولیں۔ ابھی میرا پسندیدہ پروگرام چل رہا ہے۔

عاطف نے ذرا بیچارگی سے کہا کہ چچی اور شازیہ اپنے کمرے میں ہیں۔

سعدیہ نے فورن بات کاٹتے ہوئے کہا تو اس میں کونسی قیامت آگئی ہے۔ آپ خود کھانا گرم کر کے کھالیں اتنا تو کر سکتے ہیں آپ۔

عاطف خاموشی سے کمرے سے نکل کر باہر برآمدے میں آگیا تھا۔ ایک دفعہ عروش کے کمرے کی طرف دیکھا اسے بہن کی یاد بری طرح آئی مگر پھر اپنے باپ کی صورت سامنے آگئی تو ذہن میں پھر وہی باتیں دوڑنے لگیں۔ وہ کچن میں چلا گیا اور کھانا گرم کر کے برآمدے میں آکر کھانے لگا۔

تھوڑی ہی دیر میں سعدیہ بھی آگئی اور بولی اکیلے ہی کھانے لگ پڑے اور بیوی سے پوچھا تک نہیں۔

عاطف کا دل تو چاہا کہ سامنے پڑی پلیٹ اٹھا کر سعدیہ کے منہ پر مار دے مگر ایسی جرت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ پوری طرح سے سعدیہ کے دباؤ تلے تھا۔

اگلی صبح اشرف پھر بھوکے ہی کام پر چلے گئے۔

عاطف تیار ہونے لگا تو اسے اپنی شرٹ نہیں مل رہی تھی ہر جگہ ڈھونڈتا رہا پھر صعدیہ کو اٹھایا تو سعدیہ اٹھتے ہی بڑبڑانے لگی۔ شرٹ نہیں مل رہی تھی تو چیزیں زور زور سے مارنے لگی کہ آپ کچھ اور پہن کر جائیں۔

عاطف قدرے غصے سے چلایا کہ اور کوئی ہے تو وہ ہی دیدو۔ سعدیہ ڈھونڈتی رہی مگر اسے نظر نہ آئی۔

اب عاطف کل والی شرٹ پہن کر تیار ہو رہا تھا اور اسنے سعدیہ سے ناشتہ مانگا۔ سعدیہ چلانے لگی کہ ابو بھی تو ایسے ہی گئے ہیں تم بھی جا کر آفیس میں کر لینا ناشتہ۔

عاطف بیچارگی سے سعدیہ کو دوبارہ سوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کچھ ہی دیر میں آفیس کیلئے نکل گیا۔

☆-----☆-----☆

آج چوتھا دن تھا کہ عروش کالج نہیں آرہی تھی اور کلاس میں سب سے زیادہ کمی ارصم کو ہی محسوس ہو رہی تھی۔ کلاس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں عروش کی سب سے قریبی دوست انعم ہی تھی اور انعم کو بھی عروش کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا۔

ارصم کافی دن سے مرجھایا ہوا تھا اسے عروش کی فکر ہو رہی تھی کیونکہ عروش نے کبھی ایک دن کی چھٹی بھی نہیں کی تھی اور اب وہ کچھ بتائے بغیر چار دن سے غائب تھی۔

عروش ٹھیک تو ہوگی! اب ارصم کو فکر لاحق ہونے لگی تھی آخر ایسا بھی کیا ہوا کہ وہ اتنے دن سے کالج نہیں آرہی ہے۔ اعیان دل میں ہی سوال کر کے خود ہی اپنے آپ کو تسلیاں دینے لگا۔

لیکچر سے فری ہو کر اسنے انعم سے عروش کے بارے میں پوچھا۔

انعم کو ارصم کے منہ سے عروش کے بارے میں سن کر پہلے تو حیرت ہوئی مگر پھر بتانے لگ پڑی کہ وہ بھی نہیں جانتی کہ عروش کہاں ہے۔

پھر ارصم نے انعم کو صوبیہ کے پاس عروش کے بارے میں پوچھنے کیلئے بھیجا تو صوبیہ نے عروش کے ساتھ ہونے والے واقعہ کو مزید بڑھا چڑھا کر بتایا وہ بھی عروش کو اسکے باپ کا قاتل کہہ رہی تھی۔

انعم نے ساری بات ارصم کو بتادی۔ ارصم مزید الجھ گیا اسے اپنی سماعتوں پر ہی یقین نہیں آیا وہ بلکل خاموش ہو گیا تھا۔

انعم بھی ارصم کی حالت پر حیران تھی کیونکہ ارصم کو بچپن سے جانتی تھی کہ ارصم نے کبھی کسی لڑکی میں دلچسپی نہیں لی تھی تو عروش میں اتنی دلچسپی کیوں تھی۔ اسنے واپسی پر ارصم سے پوچھا تھا مگر ارصم کوئی جواب دیے بغیر گاڑی چلاتا رہا۔

انعم کو گھر چھوڑ کر وہ سیدھا اپنے گھر چلا گیا اور اپنے کمرے میں پہنچ کر اپنے کمرے کے چکر کاٹتا رہا۔ اسے ان باتوں پر یقین ہی نہیں آرہا تھا کیونکہ وہ جب سے عروش کو جانتا تھا اسے اسکی ہر حرکت کا پتہ ہوتا تھا۔ اس نے کبھی عروش کو کسی لڑکے سے بات کرنا تو دور دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا تو ہاشم والی بات اسے بلکل بے معنی لگ رہی تھی۔

اسکا دماغ کسی صورت بھی یہ سب تسلیم نہیں کر رہا تھا اب وہ بہت الجھ گیا تھا۔ اسے عروش کی فکر ہو رہی تھی کہ وہ کہاں ہے کس حال میں ہے کیسے پتہ لگائے اب وہ پہلے سے زیادہ پریشان ہو گیا تھا کہ عروش تک کیسے پہنچے۔ یونہی پریشانی میں شام ہو گئی تھی۔ وہ عروش کے بارے میں کسی سے بات بھی نہیں کر سکتا تھا تو خود ہی پریشان ہوتا رہا۔

☆.....☆.....☆

فرخندہ صبح کی نماز پڑھ کر عروش کے کمرے میں آئیں تو عروش صوفے پر بیٹھی تھی۔ فرخندہ پاس آکر عروش کے پاس بیٹھ گئی۔ عروش اب بھی بلکل خاموش تھی اور سامنے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پڑی میز پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔

فرخندہ نے ذرا پریشانی سے پوچھا عروش بیٹی طبعیت تو ٹھیک ہے نا؟

عروش نے فرخندہ کے سوال کا جواب دینے کے بجائے فرخندہ سے سوال کر دیا۔ کیا آپ میری مدد کر سکتی ہیں؟

فرخندہ نے فورن پوچھا کیسی مدد بیٹا؟

آپ میرے لئے ہاسٹل کا انتظام کر دیں میں کوئی چھوٹی موٹی نوکری کر لونگی۔

فرخندہ عروش کی اس بات پر حیران بھی ہوئی اور پریشانی سے پوچھنے لگی بیٹا تمہیں یہاں کوئی مسئلہ ہے؟ میرا مطلب ہے کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ۔

عروش نے سپاٹ لہجے میں کہا نہیں میری زندگی میں مسئلوں کی گنجائش نہیں رہی مجھے آپ پر بوجھ نہیں بننا اور نہ ہی اس گھر میں رہنا ہے میرے لئے کافی کر چکی ہیں آپ بھی اب ایک اور مدد کر دیں۔

عروش کی باتیں سن کر فرخندہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں تھیں کیونکہ عروش کو وہ بیٹی کی طرح پیار کرنے لگی تھی اور عروش سے کہا بیٹی تم اپنی جگہ ٹھیک سوچ رہی ہو پر تمہارے ہونے سے مجھے خوشی ملتی ہے میری اپنی کوئی بیٹی نہیں تھی میری ہمیشہ سے خواہش رہی کہ میری بھی کوئی بیٹی ہوتی میں بھی اسکے لاڈ دیکھتی کیونکہ یہ رشتہ بہت انمول ہوتا ہے اور اس رشتہ کا احساس ہی الگ ہوتا ہے۔ اب تمہارے آنے سے میں وہی احساس اپنے اندر اترتا محسوس کرنے لگی ہوں۔ عروش بیٹا مجھ سے میری بیٹی مت چھینو۔ اب فرخندہ نے عروش کے سامنے ہاتھ جوڑ لئے تھے۔

عروش کو فرخندہ کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سن کر بیحد حیرت ہوئی اور فرخندہ کی التجا دیکھ کر اسکی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

نہیں جاؤ گی نہ میری بیٹی فرخندہ نے پھر ایک بار عروش سے پوچھا۔

عروش نے جھکے ہوئے سر کو نفی میں ہلا دیا اور کہا جی نہیں جاؤنگی۔

فرخندہ نے عروش کو گلے لگا لیا اب میں کبھی اپنی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔ فرخندہ نے عروش کو ذرا تنبیہی انداز میں کہا۔

عروش نے جی کہہ دیا اور آنکھیں صاف کرنے لگی۔

فرخندہ نے عروش سے کہا بیٹا میں ناشتہ لاتی ہوں تم بھی فریش ہو جاؤ۔ یہ کہتے ہوئے فرخندہ کمرے سے چلی گئی۔

عروش وہیں بیٹھے ہی سوچتی رہی کہ واہ اللہ تو بھی انسان کو کیا کیا دن دکھاتا ہے کبھی آسمان کی اونچائیوں سے گرا دیتا ہے اور کبھی زمین کی گہرائیوں سے اٹھا کر آسمان پر لے جاتا ہے۔ وہ صوفے سے اٹھ کر نہانے چلی گئی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کچھ دیر میں فرخندہ کو ہاشم کی کال آ گئی وہ بھی عروش کے بارے میں پریشان تھا مگر فرخندہ نے اسے عروش کے بارے میں بتایا کہ وہ جانا چاہتی تھی مگر میں نے اسے روک لیا۔اب اسکا خیال رکھنا میری ذمہ داری ہے وہ میری بیٹی ہے اب۔

ماں وہ مان گئی نا! رکنے پر۔ ہاشم نے ذرا ہچکچاہٹ سے پوچھا۔

ہاں بیٹا مان گئی ہے۔ٹھیک ہے ماں آپ اسکا خیال رکھیں میں پھر کال کرونگا کہہ کر ہاشم نے فون بند کر دیا۔

فرخندہ اب ناشتہ لیکر عروش کے کمرے میں آ گئی۔گھر میں نوکر ہونے کے باوجود بھی فرخندہ خود عروش کے کام کرتی آج بھی ناشتہ کرتے وقت وہ عروش سے دوائی وقت پر کھانے کا کہہ رہی تھی عروش ذرا خاموشی سے ناشتہ کرتی رہے۔

☆-----☆-----☆

آج چھٹی کا دن تھا تو عاطف اور اشرف دیر تک سوتے رہے۔اب اس گھر میں کوئی نماز کیلئے نہیں اٹھتا تھا نو بج رہے تھے کہ صفیہ اٹھ کر باہر آ گئی اور باہر آ کر شازیہ کو آوازیں دینے لگی۔

شازیہ آنکھیں ملتی ہوئی باہر آ گئی۔جی امی ذرا اکتاہٹ سے بولی۔

رات پانی تیرے باپ نے بھرنا تھا؟ صفیہ ذرا غصے سے چلائی اب بجلی 11 بجے سے پہلے نہیں آئیگی۔

شازیہ ذرا شرمندگی سے بولی وہ امی یاد نہیں رہا مجھے۔

تیرا دھیان ہوتا کدھر ہے صفیہ نے شازیہ پر چلانا شروع کر دیا۔شازیہ منہ پھیلائے بیٹھ گئی۔

اب صفیہ مزید تپ گئی۔اب بیٹھی کیوں ہے چل ساتھ والے گھر سے پانی بھر کر لا۔

شازیہ بڑبڑاتے ہوئے اٹھ گئی کہ ایک میں ہی تو نظر آتی ہوں سب کو کام کیلئے اور پانی بھرنے چلی گئی۔

عاطف اور اشرف بھی آوازیں سن کر باہر برآمدے میں آ گئے ک۔کیا ہوا صبح صبح کیوں اتنا بول رہی ہو اشرف نے پوچھا مگر صفیہ کے تیور دیکھ کر وہیں چپ ہو گیا۔

شازیہ بالٹی میں پانی بھر کر لے آئی تھی اور غصل کھانے میں رکھ دی۔

چل اب ناشتہ بنا اور بجلی آتی ہے تو کپڑے بھی دھونے ہیں ہفتے بھر کے کپڑے اکھٹے ہو گئے ہیں۔صفیہ نے حاکمانہ انداز میں کہا۔

شازیہ فورن پلٹ کر بولی ناشتہ تو میں بنا دیتی ہوں مگر کپڑے آپا دھوئیگی کیونکہ مجھے میری دوست کی طرف جانا ہے دعوت ہے ادھر۔

صفیہ اب اونچا اونچا بولنے لگی ایک تو تیری سہیلیوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سے میں تنگ آچکی ہوں سارا سارا دن ان کے گھروں میں جانا ضروری نہیں ہوتا۔ جانا بھی ہے تو فورن واپس آجانا۔

شازیہ فورن بولی پہلے تو کبھی آپ کو اعتراض نہیں ہوتا تھا اب کیوں ہاتا ہے کام والی بنا کر رکھ دیا ہے مجھے آپ نے۔

عاطف اب اٹھ کر غصل کھانے کی طرف جاتے ہوئے رک گیا اور شازیہ کو کہا اچھا اب زیادہ باتیں نہ کرو اور ناشتہ بناؤ۔

شازیہ بھڑک پڑی اور بولی صعدیہ آپا کو حکم دیا کریں مجھے نہ کہا کریں کوئی کام یہ کہہ کر شازیہ اندر چلی گئی۔

صفیہ ذرا مسکراتی ہوئے بولی عاطف بیٹا شازیہ ابھی بچی ہے غصہ نہ کریں۔ عاطف غصے میں غصل کھانے میں چلا گایا۔

آج شازیہ تیار ہوکر اپنی سہیلی کی طرف چلی گئی اور عاطف کو بھی کچھ دیر میں کسی کام سے جانا تھا۔ ابھی وہ مین روڈ سے گزر رہا تھا جب اس نے شازیہ کو کسی لڑکے کے ساتھ ایک ہوٹل میں جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ موٹر سائیکل روک کر اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اچھا تو یہ سہیلی ہے جسکے ساتھ سارا سارا دن گزارا جاتا ہے عاطف نے اپنے دل میں سوچا۔

وہ وہاں سے چلا گیا اور کام نمٹا کر واپس آیا۔ وہاں سے گزرتے ہوئے اب اس نے دیکھا تو اسے ہوٹل کے باہر وہ موٹر سائیکل نظر نہیں آئی جس پر اس نے شازیہ کو کسی لڑکے کے ساتھ دیکھا تھا وہ واپس گھر آگیا۔

گھر آتے ہی سعدیہ اور صفیہ کو شازیہ کے بارے میں بتایا۔

ایسی بات سن کر صفیہ اور سعدیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ دونوں نے عاطف کی بات پر یقین کرنے کے بجائے عاطف پر ہی چڑھائی کر دی کہ اپنی بہن جیسا سمجھ رکھا ہے کیا ہماری شازیہ کو۔ شازیہ کے بارے میں آئندہ ایک لفظ سے بھی ایسا ویسا بولنے سے پہلے سوچ لینا۔

عاطف خاموش ہوگیا اسکے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

صفیہ نے عاطف سے صفدر کی دکان کا سامان بیچنے کا مطالبہ کر دیا کہ مہینہ پورا ہونے والا ہے اسکا کرایہ پڑتا رہیگا۔

عاطف جی اچھا کہہ کر کمرے میں چلا گیا۔ اسے سعدیہ اور صفیہ سے ایسے رویہ کی امید نہیں تھی مگر وہ چپ رہا۔

اگلی ہی صبح عاطف نے دکان میں موجود سامان کا سودا کر لیا مگر سامان بیچنے کے بعد عاطف کو ایک پھوٹی کوڑی بھی نصیب نہیں ہوئی تمام پیسے سعدیہ اور صفیہ نے آپس میں بانٹ لئے۔

☆-----☆-----☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دسمبر کا آغاز ہو چکا تھا سردی دن بدن بڑھ رہی تھی۔ عروش فرخندہ کے ساتھ گھر کے عقبی لان میں بیٹھے چائے پی رہی تھی۔فرخندہ اسے باتوں میں لگانے کی کوشش کر رہی تھی وہ ہر حال میں عروش کو خوش رکھنا چاہتی تھی۔

کچھ دیر میں ہی عصر کی اذان ہر طرف گونجنے لگی۔عروش جب سے یہاں آئی تھی اس نے پہلے دن اذان سنی تھی۔ اسے بھی خیال آنے لگا کہ اس نے بہت دن سے نماز نہیں پڑھی۔

فرخندہ نے عروش کو اندر چلنے کیلئے کہا اور لاؤنج میں آ کر فرخندہ نماز پڑھنے چلی گئی اور عروش اپنے کمرے میں نماز پڑھنے چلی گئی۔

نماز پڑھتے ہوئے عروش آج بہت روئی تھی اس نے اپنے رب سے سارے شکوے کر ڈالے۔روتے روتے اسکی ہچکی بندھ گئی تھی کچھ دیر بعد اپنے آنسو صاف کر کے سجدے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

فرخندہ بھی نماز پڑھ کر عروش کے کمرے میں آ رہی تھی کہ ہاشم کا فون آ گیا وہ عروش کے بارے میں پوچھنے لگا۔ فرخندہ نے عروش کی حالت کی بہتری کے بارے میں بتایا۔

ہاشم نے ماں سے کہا کہ کل سے عروش کالج جایا کریگی آپ اسکی تیاری کروا دیں۔فرخندہ بہت خوش ہو کے بولی ہاں میں اسے منا لونگی وہ ضرور جائیگی اور تعلیم بہت ضروری ہے۔ہاشم نے فون بند کر دیا۔

فرخندہ نے عروش کے کمرے میں آ کر اس سے کالج کے بارے میں بات کی تو عروش رونے لگی کہ اب میرا دل نہیں چاہتا میرے زخم تازہ ہو جائینگے اور میں اپنا ماضی بھول جانا چاہتی ہوں۔

فرخندہ پیار سے عروش کو سمجھانے لگی اپنے خواب پورے کرو ان لوگوں کیلئے تمہاری ہر کامیابی ہی تمہارا بڑا جواب ہوگی جو تمہیں قصوروار کہتے ہیں۔

عروش دل ہی دل میں خوش بھی تھی کہ اب وہ ڈاکٹر بن کے اپنی ماں کا ادھورا خواب پورا کر سکے گی۔

فرخندہ نے عروش سے کہا کہ تیار ہو جاؤ شاپنگ کیلئے جانا ہے کیونکہ جس دن سے وہ آئی تھی فرخندہ کے ہی کپڑے پہن رہی تھی۔تھوڑی دیر میں ہی عروش تیار ہو گئی اور فرخندہ کے ساتھ مارکیٹ چلی گئی۔

عروش نے ایسی بڑی بڑی مارکیٹس باہر سے گزرتے ہوئے ہی دیکھیں تھی ایسی جگہوں سے شاپنگ کرنے کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

فرخندہ عروش کو بہت سے اچھے اچھے کپڑے لیکر دیتی رہی اور بھی ضرورت کا بہت سا سامان لیکر دیا رات کو وہ واپس گھر آئیں اور فرخندہ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

فرخندہ نے ایک موبائل فون بھی عروش کو دیدیا کہ یہ اپنے پاس رکھو مجھے اگر تم سے رابطہ کرنا پڑا تو میں کرلیا کرونگی۔

عروش نے ایک نظر اس مہنگے موبائل پر ڈالی تو اسے یاد آنے لگا کہ عاطف ایک دفعہ اسکے لئے موبائل جو صعدیہ نے چھین لیا تھا کہ ایسا موبائل اسے پسند ہے۔عروش کی آنکھوں میں پھر آنسو آنے لگے۔

فرخندہ نے عروش سے پریشانی میں پوچھا تو اس نے کہا کھانے میں مرچیں ذرا تیز ہیں تو اسلئے آنکھوں میں پانی آ گیا۔فرخندہ نے عروش کی جانب پانی کا گلاس بڑھادیا۔

رات کو عروش بہت تھک گئی تھی مگر اسے سوچوں نے آگھیرا وہ خوش اسلئے تھی کہ صوبیہ اسے بہت سمجھتی ہے اس سے جا کر ملیگی اور کالج میں سب اسکے بہت اچھے دوست ہیں وہ اس ماحول میں جائیگی تو شاید پریشانیوں کے اس گھنے بادلوں سے نکلنے میں کامیاب ہوجائیگی۔

اگلی صبح جلدی اٹھ کر عروش نے نماز پڑھی اور پھر تیار ہونی لگی اور تیار ہوتے ہوئے سوچتی رہی کہ ایسی چیزیں تو اپنے گھر میں وہ شازیہ کے پاس کبھی کبھار دیکھا کرتی تھی کیسے حسرت سے دیکھا کرتی تھی وہ آج اسکے پاس سب کچھ ہے پر خوشی کا نام تک نہیں وہ دل میں ہی سوچنے لگی زندگی بھی عجیب ہی چیز ہے کبھی چیزوں کی حسرت تو کبھی رشتوں کی؟

کونسے رشتے جنہوں نے مجھے دربدر کی ٹھوکریں کھانے کیلئے مجھے گھر سے نکال دیا یہ سوچتے ہوئے وہ آنکھوں سے آنسو بہانے لگی۔

اتنے میں فرخندہ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔عروش تیزی سے آنسو پونچھنے لگی۔

عروش بیٹا آجاؤ دیر ہورہی ہے۔آج ہم ناشتہ ڈائننگ ٹیبل پر کرینگے میں ویٹ کررہی ہوں۔فرخندہ نے عروش کو بلاتے ہوئے کہا۔

جی آنٹی وہ کہتے ہوئے زرا ہچکچا گئی۔

فرخندہ عروش کے پاس آگئی اور کہنے لگی بیٹی مجھے ماں کہا کرو آنٹی نہیں اور کیا ہوا طبعیت ٹھیک ہے نہ آنکھیں کیوں لال ہیں؟

جی ٹھیک ہوں بلکل عروش نے جواب دیا۔

اچھا فرخندہ نیچے جاتے ہوئے کہہ رہی تھی مگر پھر پلٹ گئی جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔

آج میری بیٹی بہت پیاری لگ رہی ہے اللہ نظر بد سے بچائے۔عروش تھوڑا سا مسکرائی فرخندہ نیچے چلی گئی۔

عروش فرخندہ کے پیار کو دیکھ کر سوچتی رہی کہ کیا کوئی کسی سے اتنا پیار کرسکتا ہے جب کہ کوئی رشتہ نہ ہو آج کل تو رشتہ ہوتے ہوئے بھی لوگ ٹھوکریں مارتے ہیں۔

اسنے بیگ لیا اور نیچے کی جانب بڑھنے لگی وہ سچ میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آج کسی پری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔اس نے سلیقے سے دوپٹہ سر پر لیا ہوا تھا۔ناشتہ کرنے کے بعد وہ اٹھ گئی۔فرخندہ باہر گاڑی تک اسکے ساتھ گئی جہاں ڈرائیور اسکا انتظار کر رہا تھا۔سیاہ رنگ کی پجارو اسکی منتظر تھی۔ایسی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اسے پھر وہی بس کا طویل انتظار اور پھر بس میں کھڑے ہو کر کالج جانا یاد آنے لگا تھا۔

گاڑی اب گھر سے نکل کر کالج کی طرف رواں دواں تھی کچھ ہی دیر میں وہ کالج پہنچ گئی۔

گاڑی سے اترتے ہوئے اسکے کچھ کلاس میٹس نے عروش صفدر پر ایک گہری مگر تلخ نظر ڈالی تھی وہ کچھ زچ ہوئی مگر پھر خود کو سنبھالتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

کلاس روم میں پہنچ کر اس نے سب کو سلام کیا تو اسے دیکھتے ہی جیسے ایک دم خاموشی چھا گئی جیسے سب نے عروش کو نہیں کسی بھوت کو دیکھ لیا ہو تھوڑی دیر بعد سب ایک دوسرے کے کانوں میں باتیں کرنے لگے۔عروش کو اس قسم کے رویے کی امید نہیں تھی کہ اس قسم کی سرد مہری بھی اسکے ساتھ برتی جا سکتی ہے۔مگر آنکھوں میں آتے ہوئے آنسوؤں کو اس نے صاف کیا اور نیچے منہ کر کے سوچنے لگی کہ جب خون کے رشتے ساتھ چھوڑ گئے تو یہ سب تو غیر تھے۔میں بیکار میں ان سب کو اپنا دوست سمجھ بیٹھی تھی کوئی کسی کا نہ دوست ہوتا ہے اور نہ ہی کسی رشتے کا کوئی وجود ہوتا ہے۔رشتے صرف ضرورتوں کا دوسرا نام ہوتا ہے۔جب ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو رشتوں کا ہونا یا نہ ہونا ایک جیسی بات ہے تو ان سب کو میری ضرورت نہیں میں ان کیلئے بے معنی ہوں۔

وہ اپنے آنسو اپنے اندر ہی اتار رہی تھی۔لیکچرز ہوتی رہے مگر سارا وقت سرگوشیاں ختم نہیں ہوئیں تھیں۔

عروش جانتی تھی کہ صوبیہ بھی اسے ہی غلط سمجھ رہی ہو گی مگر پھر بھی وہ اسکے پاس گئی۔

عروش کو دیکھتے ہی صوبیہ نے کہا عروش مجھے دیر ہو رہی ہی۔اچھا لگا تمہیں اس حال میں دیکھ کر صوبیہ کی بات میں گہرا طنز تھا۔بیش قیمت لگی ہو گی ایسے کپڑے اور چیزیں حاصل کرنے میں شاید باپ!!!

یہ کہ کر صوبیہ آگے کی جانب بڑھ گئی۔

عروش پر جیسے کسی نے بہت زیادہ بوجھ رکھ دیا ہو اس سے قدم بھی اٹھانا مشکل ہو گیا تھا۔وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے باہر لان میں سائیڈ پر ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔

اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دل میں صرف شکوے ہو رہے تھے اپنے رب سے۔اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ ارصم کب آ کر اسکے پاس بیٹھ گیا تھا۔

عروش بہت افسوس ہوا تمہارے ابو کے بارے میں سن کر۔عروش کو جیسے یقین ہی نہیں آیا اس نے بے یقینی سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ارصم کی طرف دیکھا۔

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ یہ بھی طنز تھا یا ہمدردی کیونکہ ارصم وہ پہلا شخص تھا جس نے عروش سے اسکے باپ کے مرنے کا اظہار افسوس کیا تھا۔

میں جانتا ہوں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے عروش لوگوں کی باتوں پر دھیان مت دو۔ ہم سب کو خوش نہیں رکھ سکتے ۔ ہمارے لئے اپنے ضمیر کو مطمئن کرنا زیادہ ضروری ہے۔

میری عقل یہ بات تسلیم نہیں کرتی کہ کوئی لڑکی اپنے باپ کو کسی غنڈے یا غیر مرد سے دھمکیاں لگوانے کا سوچ بھی سکتی ہے۔

ارصم بلا تکلف بولتا چلا گیا۔عروش اعیان کی طرف حیرانگی سے دیکھنے لگی کہ اس کے ہی احساسات کو ارصم نے الفاظ کا پہناوا دیا تھا۔

ارصم اب اسے ہمت دے رہا تھا میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں تم اکیلی نہیں ہو اور کسی کے بارے میں مت سوچو صرف اپنے خوابوں کو پورا کرو تم ایک اچھی اور ذہین لڑکی ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ کم ظرف لوگوں کی وجہ سے تمہاری ذہانت ضائع ہو۔

عروش کے فون پر گھنٹی بجنے لگی تھی وہ آنکھیں صاف کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اللہ حافظ بول کر وہ گیٹ کی جانب چل دی۔اعیان اس کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

☆-----☆-----☆

ارصم کچھ دیر وہیں بیٹھا رہا تو انعم کو پاس آتے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر گھر کی طرف جا رہے تھے تو انعم نے ذرا تشویش سے ارصم سے پوچھا کہ خیریت ہے نا عروش میں بہت دلچسپی لے رہے ہو تم جانتے ہو اس نے اتنا کچھ کیا ہے۔

ارصم پہلے تو چپ رہا پھر بولا وہ ایک اچھی لڑکی ہے پچھلے دو مہینوں سے میں اسے جانتا ہوں اور میری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایسی لڑکی کوئی ایسی ویسی حرکت بھی کر سکتی ہے۔

مگر ارصم !!! انعم نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ارصم نے اسے ٹوک دیا کہ کیا ثبوت ہے کسی کے پاس کے عروش نے ایسا کیا۔

ثبوت نہیں ہے ارصم پر اب وہ ہاشم سلطان کے گھر میں ہی رکی ہوئی ہے اسکی ہی گاڑی میں آئی تھی اس سب سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

ارصم اب چپ تھا کیونکہ وہ اس معاملے میں اب کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا تھا مگر انعم ارصم کو بچپن سے جانتی تھی وہ ارصم کے اس رویے پر بہت حیران تھی کہ اس سے پہلے ارصم نے کبھی کسی لڑکی کے بارے میں سوچنا تو دور دوسری نظر ڈالنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی وہ بھی چپ ہو گئی آج اسے ارصم کا رویے میں اپنائیت نظر نہیں آ رہی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ارصم نے اسے اسکے گھر کے سامنے چھوڑ دیا اور گاڑی تیزی سے اپنے گھر کی جانب موڑ دی۔

☆.....☆.....☆

صفیہ دوپہر کو کچن میں کھانہ پکاتے ہوئے برتن اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی اسے شازیہ کا روز روز دوستوں کے گھروں میں جانا پسند نہیں تھا مگر روکنے کے باوجود بھی شازیہ نہیں رکی تھی۔

صفیہ کو سارا کام خود کرنا پڑتا تھا کیونکہ سعدیہ سارا دن کمرے میں لیٹتی یا ٹی وی دیکھتی رہتی یا کبھی کوئی میگزین دیکھنے بیٹھ جاتی اور شازیہ گھومنے پھرنے نکل جاتی تھی۔

صفیہ دل ہی دل میں کہتی کہ عروش تھی تو کم سے کم کام تو کر دیتی تھی پر اچھا ہی ہوا دفع ہوگئی ورنہ اسکی شادی پر بھی عاطف کو ہی خرچہ کرنا پڑتا۔

آج پہلی تاریخ تھی عاطف اور اشرف کو تنخواہ ملنے والی تھی۔ پہلے ہی صفدر کے مرنے کے بعد روزانہ آنے والی آمدن رک گئی تھی تو صفیہ سوچ رہی تھی کہ پورے مہینے کا راشن اکٹھا لے آؤنگی۔

کچھ ہی دیر میں اشرف گھر آگئے صفیہ نے اسے ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہیں دیا کہ آتے ہی تنخواہ کا پوچھنے لگی۔ اشرف نے بارہ ہزار روپے نکال کر صفیہ کو دے دیے۔

صفیہ پیسے گن کر اندر رکھ آئی اور اشرف کو کھانہ دیکر کمرے میں چلی گئی۔

عاطف کے گھر آنے پر جب عاطف نے اپنی تنخواہ سعدیہ کو دی تو ماں نے کہا کہ سعدیہ کچھ پیسے تم ڈالو کچھ میں ڈالتی ہوں راشن لے آتے ہیں۔

سعدیہ نے فورن دوٹوک جواب دے دیا کہ اب یہاں کھانہ بھی پیسوں کا ملیگا؟

سعدیہ مگر تمہارے ابو کی تنخواہ میں سے تو پورے مہینے کا راشن بھی نہیں آئیگا پھر بجلی کا بل اور اسکے علاوہ اور بھی اخراجات ہوتے ہیں۔

تو؟ سعدیہ نے بے حد سرد لہجے میں پوچھا تو صفیہ خاموشی سے باہر چلی گئی۔

اب صفیہ بہت زیادہ پریشان تھی مگر فی الحال تسلی اس بات کی تھی کہ صفدر کی دکان کے کچھ پیسے اسکے پاس تھے۔

دن بدن اخراجات بڑھ رہے تھے سعدیہ کسی صورت بھی تعاون کیلئے تیار نہیں تھی اور گھر سے صفیہ کے پیسے بھی چوری ہونے لگے تھے۔

صفیہ نے ایک دو بار شازیہ سے پوچھا لیکن شازیہ ٹوٹ کر ماں کے گلے پڑ جاتی۔

صفیہ اندر ہی اندر پریشان ہونے لگی تھے۔ شازیہ کا گھر سے باہر رہنا بڑھتا جا رہا تھا۔

کافی دن گزرنے کے بعد شازیہ نے گھر پڑی ساری

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رقم لی اور غائب ہوگئی۔اس دن وہ رات کو گھر نہیں آئی تھی۔

صفیہ بہت پریشان تھی اور ڈرتے ڈرتے عاطف اور اشرف کو بھی نہیں بتا رہی تھی۔انکے پوچھنے پر کہہ دیا کہ آپا کے گھر گئی ہے ایک دو دن تک آجائیگی مگر اندر ہی اندر صفیہ بہت پریشان تھی۔

دو دن بعد صفیہ کام کرتے ہوئے صحن میں گر گئی اشرف اور عاطف اسے ہسپتال لے گئے۔وہاں پہنچنے پر پتہ چلا کے صفیہ کو ہارٹ اٹیک آیا ہے اور یہ کسی صدمے کی وجہ سے ہے۔

بعد میں پوچھنے پر صفیہ نے شازیہ کے بارے میں سب بتا دیا کہ وہ پیسے لیکر گھر سے بھاگ گئی ہے اور اب وہ لوگ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔

اشرف نے وہیں صفیہ پر چلانا شروع کر دیا کہ سب تمہاری دی ہوئی آزادی کی وجہ سے ہی ہوا ہے۔

عاطف نے پھر اشرف کو بتایا کہ اس نے کچھ دن پہلے شازیہ کو کسی لڑکے کے ساتھ دیکھا تھا اور جب گھر آکر بتایا تو چچی اور سعدیہ نے میری بات کو جھٹلا دیا تھا۔

اشرف ایک بار پھر غم سے چلانے لگے کہ اب لوگوں کو کیا منہ دکھائینگے۔

صفیہ کو گھر لایا گیا وہ بلکل چپ ہوگئی تھی کوئی بھی شازیہ کے بارے میں پوچھتا تو اسے طرح طرح کے بہانے لگا دیتی تھی۔اشرف بھی اسی غم کی وجہ سے بیمار رہنے لگے تھے۔

☆.....☆.....☆

عروش کو ہرگز سب سے ایسے برتاؤ کی توقع نہیں تھی وہ سب کی وجہ سے ہی پریشان تھی مگر ارصم نے جس طرح سے اس سے بات کی تھی اسے خوشی ہوئی تھی کہ وہ پہلا شخص تھا جو اسے بیگناہ سمجھتا تھا۔

اس نے ساری بات فرخندہ کو آکر بتائی تھی۔فرخندہ نے بھی عروش کو پیار سے سب سمجھا دیا تھا۔

یونہی کچھ دن میں ارصم عروش کا بہت اچھا دوست بن گیا تھا وہ ہر وقت عروش کے ساتھ ہی رہتا اور اسکا بہت زیادہ خیال رکھتا۔عروش کو بھی ارصم کا ساتھ پسند تھا۔

فرسٹ ایگزیمز میں عروش نے ٹاپ کیا تھا۔اس نے بھی ارصم کی طرح دوسروں کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھا۔

ایک دفعہ انعم کے پوچھنے پر ارصم نے انعم کو بتا دیا تھا کہ وہ عروش کو بہت پیار کرنے لگا ہے۔

انعم کو اس بات کا خدشہ پہلے سے تھا مگر اب شک کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

انعم ارصم کو بچپن سے چاہتی تھی اس نے ہمیشہ سے ارصم کی خوشیوں کا خیال رکھا تھا۔فرسٹ ایگزیمس کے بعد ہی انعم نے کالج چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ارصم نے اسے بہت روکا مگر اب وہ رک کر مزید تکلیف برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی اسلئے اس نے یوکے کے ایک بزنس اسکول میں ایڈمیشن لے لیا تھا۔

کچھ دن بعد وہ ارصم کو اپنی محبت کا بتائے بغیر ہی یوکے چلی گئی مگر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اسکی زندگی میں ارصم کے علاوہ کوئی اور مرد نہیں آئیگا۔

پورے کالج میں ارصم اور عروش کے بارے میں بھی سب لوگ باتیں کرنے لگے تھے جس میں زیادہ تنقید کا نشانہ عروش ہوتی مگر عروش نے پروا کیے بغیر محنت جاری رکھی۔

فرخندہ بھی بہت خوش تھی کیونکہ عروش سارا وقت فرخندہ کے ساتھ گزارتی بلکل ویسے ہے لاڈ پیار کرتی جیسے وہ اپنی ماں کے ساتھ کرتی تھے۔

فرخندہ بھی عروش پر جان نچھاور کرتی تھی۔اس سارے عرصے کے دوران ہاشم ایک دن بھی گھر رہنے نہیں آیا تھا جب سے عروش ادھر آ گئی تھی۔

ابھی بھی عروش کے دل سے ہاشم سلطان کیلئے نفرت ختم نہیں ہوئی تھی۔

☆.....☆.....☆

عروش آج بھی ہاشم سے اتنی ہی نفرت کرتی تھی جتنی پہلے کرتی تھی۔

اگر کبھی ہاشم سے سامنا ہو بھی جاتا تو نہایت بے رخی سے موں موڑ کر چلی جاتی۔

ہاشم کو اس چیز کی بہت تکلیف تھی مگر وہ اس بات پر بھی خوش تھا کہ اسکی ماں کو ایک اچھی دوست اور ایک بیٹی مل گئی ہے۔

عروش کی پڑھائی بھی بہت اچھے سے جاری تھی۔

یونہی وقت گزرتا رہا۔

اب ایم بی بی ایس کا آخری سال تھا کچھ ہی دن میں ایگزیمس ہو جانے تھے۔

وہ عروش سے ڈاکٹر عروش صفدر بننے والی تھی۔

☆.....☆.....☆

صفیہ کی بیماری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔

چار سال ہونے کو آ رہے تھے انہوں نے نہ تو شازیہ کو دیکھا تھا اور نہ اسکی کوئی خبر آئی تھی۔

سعدیہ کا موڈ ہر وقت خراب رہتا تھا اسے سارا دن گھر کا کام کرنا پڑتا تھا اور ساتھ ماں کو بھی سنبھالنا پڑتا تھا۔

صفیہ کی دوائی اتنی مہنگی تھی کہ اشرف کی تنخواہ تو اسی میں چلی جاتی تھی۔

اب گھر کا گزارا بہت مشکل ہوتا جا رہا تھا اور ان کے پاس اسا سہ انکا گھر ہی بچا تھا جو اشرف و صفدر کی عمر بھر کی جمع پونجی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

صفیہ ہر وقت شازیہ کو یاد کر کے روتی رہتی۔

دل ہی دل میں احساس جرم کا اقرار بھی کرتی کہ انہوں نے عروش کے ساتھ غلط کیا تھا شاید اسی کی سزا مل رہی ہے۔

عاطف کے بھی تیور اب ہر وقت بدلے بدلے سے رہتے تھے کیونکہ آمدنی تو تھی مگر بچت نام کی نہیں تھی اور کسی حد تک اسے بھی لگنے لگا تھا کہ اس نے اپنی بہن کے ساتھ چچی اور بیوی کے کہنے پر زیادتی کی تھی۔

وہ اب کہاں ہوگی اور کس حال میں ہوگی یہ سوچ اب عاطف کو ہر وقت پریشان کرتی رہتی تھی۔

☆-----☆-----☆

کچھ دن میں ایم بی بی ایس کے ایگزیمس ہونے والے تھے۔

ڈاکٹر معیز نے ارصم کیلئے اسپشلائیزیشن کورس کیلئے امریکا میں کالجز کے بارے میں معلومات اکٹھی کی تھیں۔

ارصم نے عروش کو بھی ان کے بارے میں بتایا تو عروش نے انکار کر دیا کہ وہ پہلے ہی بہت شکر گزار ہے کہ فرخندہ نے اسے پڑھا دیا اب وہ ان پر مزید بوجھ نہیں بننا چاہتی۔

جب گھر جا کر عروش نے فرخندہ کو بتایا کہ ارصم مزید پڑھائی کیلئے امریکا چلا جائیگا۔

فرخندہ نے ہاشم سے کو اس بارے میں بتایا تو ہاشم بھی رضامند تھا کہ عروش کو پڑھنا چاہیے۔

ہاشم نے خود سے ہی ارصم سے مل کر تمام معلومات لے لیں اور بغیر بتائے عروش کا داخلہ بھی ارصم کے ساتھ کروا دیا۔

فرخندہ کے پیار میں چار سالوں میں کوئی کمی نہیں آئی تھی بلکہ دن بدن اضافہ ہی ہوا تھا۔

عروش جب بھی فرخندہ کو دیکھتی تو سوچتی کہ کچھ رشتے بے نام ہوتے ہیں مگر انکا وجود خونی رشتوں سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔

اب فائنل ایگزیمز ہو رہے تھے اور کچھ دن بعد رزلٹ آ گیا تھا۔

عروش نے ہمیشہ کی طرح ٹاپ پوزیشن حاصل کی تھی۔

کافی دن بعد ارصم عروش کے گھر آیا اور بتایا کہ عروش کا ایڈمیشن بھی امریکا میں ہو گیا ہے۔

عروش نے پوچھا کہ کس نے کروایا ہے تو ارصم نے بات ٹال دی کہ ذہین لوگوں کو تو امریکا والے خود ایڈمیشن دیتے ہیں۔

فرخندہ نے بعد میں عروش کو سب بتا دیا۔

عروش نے جب سنا تو اسے بہت حیرانگی ہوئی اسے سمجھ نہیں آیا کہ اسکی زندگی میں اصل مسیحا کون تھا۔ اسکی ماں باپ یا پھر فرخندہ پھر ارصم یا اب ہاشم۔

کچھ دن بعد عروش امریکا جانے کی تیاریاں کرنے لگی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تھی اور فرخندہ دن بدن اداس ہوتی جارہی تھی کہ وہ اکیلی ہوجائیگی مگر عروش کو بھیجنا بھی ضروری تھا۔

جانے سے دو دن پہلے فرخندہ نے عروش کو وہ ساری بات بتائی تھی جب ہاشم اور وہ اسکے گھر اسکی چچی کے پاس رشتہ لیکر گئے تھے اور اسکی چچی نے کیسے ان کو بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا۔

عروش کا یہ سب سن کر خون خولنے لگا تھا مگر اب سامنے اسکی منزل تھی اسے ماضی میں دلچسپی نہیں تھی۔

اب ہاشم کا شمار بھی اسکی فہرست میں ایک مسیحا کی طرح ہوتا تھا۔

کچھ دن بعد ارصم، عروش اور چند ایک دوست امریکا چلے گئے اور وہاں کالج جوائن کرلیا تھا۔

عروش کا وہاں بلکل دل نہیں لگ رہا تھا وہ پریشان رہتی ہر وقت اسے فرخندہ کی یاد آتی رہتی۔

مگر اب نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ہاشم یاد آتا تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ ہاشم سے اسے پیار ہوگیا ہے یا کچھ اور تھا۔

وہ جب بھی فرخندہ کو فون کرتی تو ہاشم کا ضرور پوچھتی پھر اس نے خود ہاشم کا نمبر لے لیا۔

روزانہ جب بھی فرخندہ کو فون کرتی ساتھ ہی ہاشم کو بھی فون کرتی۔

اسے ہاشم سے باتیں کرنا اچھا لگنے لگا تھا۔

اب وہ ہاشم کے بارے میں سوچنے لگی تھی کہ پاکستان جا کر وہ ہاشم سے شادی کریگی اور پھر کبھی فرخندہ اور ہاشم سے دور نہیں جائیگی۔

☆.....☆.....☆

دن بہ دن صفیہ کی حالت بگڑتی جارہی تھی اور مالی حالات بھی کافی خراب تھی۔

صفیہ کا آپریشن اب بہت ضروری تھا مگر پیسوں کا انتظام کہاں سے ہوتا اشرف نے سب رشتہ داروں سے پوچھ لیا تھا مگر پیسوں کا انتظام نہیں ہوسکا۔

اب مکان بیچنے کے علاوہ اور کوئی حل نہیں تھا۔ گھر پرانا تھا پر خاصہ بڑا تھا۔

سعدیہ کو گھر بیچے جانے کا بھی خاصا غم تھا ایک چھت ہی تو بچی تھی اُس کے چھینے جانے کا خوف بھی خاصا بھیانک تھا۔

صفیہ کو بھی ہر وقت یہی فکر رہتی کہ وہ بے گھر ہو کر کہاں دھکے کھائیں گے مگر ساتھ ہی دل میں وہ اسے عروش کی دی ہوئی بددُعا تصور کرتی تھی۔

اس کا سوچ سوچ کر دل دہل جاتا کہ عاطف کی تنخواہ سے تو گھر کا خرچ ہی بہت مشکل سے چلتا تھا اب کرایہ کیسے دیتے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اشرف ایک دولوگوں سے گھر کی بات کر چکے تھے مگر گھر پُرانا ہونے کی وجہ سے بہت کم قیمت لگ رہی تھی۔

کچھ دِن بعد اُسی محلے میں رہنے والے ایک آدمی نے جو ہاشم کی فیکٹری میں کام کرتا تھا ہاشم کو گھر کے بِکنے کی اطلاع دی۔

ہاشم نے وہ مکان زرا مہنگی قیمت میں خرید لیا وہ جانتا تھا کہ عروش یہ سُن کر بہت خوش ہوگی۔

اُسے آج بھی عروش کی خوشی اُتنی ہی عزیز تھی وہ عروش سے آج بھی بہت محبت کرتا تھا وہ اُسے زندگی کی ہر خوشی دینا چاہتا تھا چاہے ہاشم کو اُس کی کوئی بھی قیمت چُکانی پڑتی۔

کچھ دِن بعد ہاشم نے اُسی جگہ پر ایک شاندار ہسپتال کی تعمیر شروع کروادی وہ عروش کو پاکستان آنے پر یہ تحفہ دینا چاہتا تھا۔

وہ اس سرپرائز کے لئے دن رات ایک کر رہا تھا اُس کے لئے عروش کی مسکراہٹ کی بہت قیمت تھی۔

☆-----☆-----☆

کچھ دن بعد صفیہ کا آپریشن ہوگیا مگر صفیہ کی حالت میں کوئی خاص بہتری نہیں آئی ہر وقت اُسے یہ خیال تنگ کرتا کہ اگر اُسے کچھ ہوگیا تو شاز یہ اُسے آخری بار نہیں دیکھ سکے گی۔

مگر خود بخود اُس کے ذہن میں عروش کا خیال آجاتا اور احساسِ ندامت سے وہ رونے لگ جاتی۔

اُسے جُرم کا یہ احساس نا سونے دیتا نا جاگتے ہوئے سکون لینے دیتا وہ عجیب سی کشمکش میں مبتلا رہتی مگر شرمندگی کی وجہ سے سعدیہ سے بھی کچھ نہیں کہتی تھی اور یہی بوجھ اُسے دن رات بے سکون کئے ہوئے تھا۔

☆-----☆-----☆

عروش کا کورس مکمل ہونے والا تھا اور فرخندہ اور ہاشم کی یاد اسے بہت زیادہ ستانے لگی تھی ادھر فرخندہ اور ہاشم کی اداسی بھی دب بدن بڑھتی جارہی تھی۔

عروش اب ہاشم کو دن میں ایک سے زیادہ دفعہ کال کرتی اور گھنٹوں باتیں کرتی اور فرخندہ سے بھی ہر وقت فون پر لگی رہتی وہ جلد سے جلد واپس جانا چاہتی تھی۔

وہ اکثر دل ہی دل میں جملے ترتیب دیتی رہتی تھی کہ وہ فرخندہ سے ہاشم کے بارے میں کیسے بات کریگی وہ جانتی تھی کہ فرخندہ بھی بہت خوش ہوگی۔

دوسری طرف ارصم یہ سوچتا کہ وہ پاکستان جاکر اپنے ماما پاپا کو عروش کے بارے میں بتائیگا۔

کیونکہ اس نے عروش کی زبان سے ہاشم کیلئے ہمیشہ نفرت بھرے الفاظ ہی سنے تھے وہ ہر وقت عروش کے ارد گرد منڈلاتا رہتا۔

کچھ ہی دن کے بعد ایگزیمس ہوگئے اور اب وہ واپس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آنے والے تھے عروش نے وہاں سے ہاشم اور فرخندہ کیلئے ڈھیر ساری شاپنگ کی تھی۔

اب اسکی دنیا صرف فرخندہ، ہاشم یا ارصم ہی تھے اور یہ وہ بے نام رشتے تھے جن کا ہونا خونی رشتوں سے بہت زیادہ اہم تھا۔

عروش نے آج بھی معمول کے مطابق فرخندہ کو فون کیا تھا تو فرخندہ بری طرح سے رو رہی تھی۔

عروش نے فرخندہ کو آج سے پہلے بڑی سے بڑی پریشانی میں بھی روتے نہیں دیکھا تھا۔عروش کا دل بری طرح سے دھڑکنے لگا اور اب وہ فرخندہ سے زیادہ پریشان ہوگئی اور اس نے فرخندہ سے پوچھا ماں بتائیں پلیز کیا ہوا ہے اگر نہیں بتائینگی تو میرا دل بند ہو جائیگا خدا کیلئے بتائیں کیا ہوا ہے؟

فرخندہ نے عروش کو بتایا کہ ہاشم کو لاسٹ اسٹیج پر کینسر ہے آج صبح ہی ڈاکٹر نے بتایا ہے۔

عروش کے ہاتھ سے فون گر گیا وہ بری طرح زمین پر گر گئی تھی اسے لگنے لگا کہ اسکے پاؤں کے نیچے سے زمیں کسی نے کھینچ لی ہے اسکے سر سے آسمان اڑا لیا گیا ہے وہ بری طرح اپنے روم میں پڑی رو رہی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔

ہمیشہ اپنے رب کا شکر کرنے والی عروش آج اپنے رب سے شکوے کرنے لگی تھی اور کہہ رہی تھی کہ سب حاصل کر کے بھی سب لا حاصل ہے۔وہ جس کے خوابوں میں جینے لگی تھی وہی اسے اکیلا چھوڑ کر جانے کو تھا۔

اب وہ پھر پاگلوں کی طرح فرخندہ کو دوبارہ سے فون کرنے لگی۔

فرخندہ فون اٹھاتے ہوئے بھی رو رہی تھی۔

عروش بھی بری طرح سے رونے لگی اور کہنے لگی کہ ماں ہاشم اب کیسے ہیں اور ڈاکٹر نے کیا بولا ہے آپ مجھے رپورٹس بھیجیں میں ادھر ہی کسی اچھے ڈاکٹر سے بات کرتی ہوں ایک ہی سانس میں عروش نے اتنی باتیں کر دیں تھیں۔

وہ ہاشم کو ہر حال میں بچانا چاہتی تھی مگر فرخندہ نے روتے ہوئے بتایا کہ ہاشم کو کافی وقت سے پتا تھا مگر اس نے ہی اپنا علاج نہیں کروایا اور نہ کسی کو بتایا اور ابھی بھی ضد کر رہا ہے کہ وہ علاج کیلئے کہیں نہیں جائیگا۔

وہ تو آج اسکی رپورٹس گھر آئیں تو میں نے ڈاکٹر کو جا کر دکھائیں تب مجھے پتہ چلا لیکن وہ اب بھی ضد کر رہا ہے۔

عروش نے ہڑبڑاتے ہوئے کہا میں بات کرتی ہوں ہاشم سے ایسے کیسے نہیں علاج کروانا اسے۔

عروش نے یہ کہہ کر فورن فون کاٹ دیا اور ہاشم کو کال

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ملادی۔

ہاشم نے فون اٹھایا تو عروش کو روتے ہوئے سمجھ تو گیا مگر انجان بننے لگا جب عروش نے بیماری کے بارے میں بات کی تو وہ بلکل خاموش ہوگیا۔

اب عروش بہت پیار سے پوچھنے لگی کہ کیوں علاج نہیں کروانا مجھے ابھی ماں نے بتایا بتائیں؟؟

ہاشم پہلی دفعہ عروش کی زبان سے اتنی مٹھاس اپنے لئے سن رہا تھا۔ بتائیں؟؟ عروش نے پھر سے کہا تو ہاشم پھر متوجہ ہوگیا۔

اب عروش پیار میں ہی ہاشم سے جھگڑنے لگی اور بولنے لگی آپ کیا سمجھتے ہیں جو آپ کا دل چاہیگا آپ وہ کرینگے ایسا ہرگز نہیں ہوگا میں خود آپ کا علاج کرواؤنگی۔

عروش کے موں سے ایسے الفاظ سن کر ہاشم یہ سوچنے لگا کہ وہ کب سے اتنا اہم ہوگیا تھا کہ عروش اسکی زندگی بچانے کی باتیں کر رہی تھی۔

عروش نے ایک بار پھر سے رونا شروع کر دیا کہ میں ہرگز آپ کو چھوڑ کر جانے نہیں دونگی میں ٹوٹ جاؤنگی ہاشم مجھے ایک بار پھر سے ٹوٹنے سے بچالیں۔

ہاشم کی آنکھوں سے بھی آنسو گرنے لگے اس نے بہانا بنا کر فون بند کر دیا۔

ہاشم کو عروش سے ایسے رویے کی امید نہیں تھی اب وہ حیران بھی تھا اور پچھتا بھی رہا تھا کہ اس نے شروع سے اپنا علاج کیوں نہیں کروایا تھا اب تو وہ اس مقام پر تھا کہ اب کچھ بھی نہیں ہوسکتا تھا وہ یہی سوچ کو بلک بلک کر رونے لگا۔

وہاں عروش کا بھی یہی حال رہا سارا دن ارصم اسے کال کرتا رہا مگر عروش نے اپنا نمبر بند کر دیا اور سارا دن کمرے میں پڑی روتی رہی کہ یہ کیسی آزمائش ہے جب بھی خوشیوں کے قریب جاتی ہوں تو خوشیاں مجھ سے کوسوں دور چلی جاتیں ہیں۔

دو دن بعد اسکی فلائٹ تھی اگلے دن وہ ارصم سے ملی تو اس نے ارصم کو ساری بات بتائی۔

ارصم کو عروش پر بلا اختیار مزید پیار آنے لگا تھا کہ ایک شخص سے نفرت کے باوجود بھی عروش کو اس سے کتنی ہمدردی تھی۔

یہ عروش کی ایک اور صفت تھی جو آج ارصم کے سامنے تھی۔

ارصم نے ہمیشہ کی طرح اب بھی عروش کو سنبھالا۔

اسے کسی بچے کی طرح بہلایا مگر عروش کے ذہن پر ہر وقت وہی لگا رہا کہ وہ جلدی سے جلدی پاکستان پہنچنا چاہتی تھی۔

☆.....☆.....☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دو دن بعد عروش ارصم اور اپنے چند دوستوں کے ساتھ پاکستان آ گئی تھی۔

ہاشم کو پتہ تھا کے عروش کو اسکی گھر میں موجودگی پسند نہیں اسلئے وہ پہلے ہی دوسرے گھر چلا گیا تھا۔

عروش گھر پہنچتے ہی فرخندہ سے لپٹ کر رونے لگی اور آتے ہی ہاشم کا پوچھا۔

جب عروش کو پتہ چلا کہ ہاشم اسکے آنے کا سن کر چلا گیا۔

تو عروش نے فورن ہاشم کو فون کیا اور گھر بلایا اور ساتھ ہی ساتھ فرخندہ کو بھی حوصلہ دیا کہ ہم ہاشم کا علاج ضرور کروائینگے۔

کچھ دیر ہی میں ہاشم بھی آ گیا۔

ہاشم کی حالت کافی خراب تھی وہ دیکھنے میں پہلے سے زیادہ کمزور لگ رہا تھا۔۔

عروش ہاشم کے پاس بیٹھی اس سے پوچھتی رہی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔

وہ اسکی زندگی میں ایک مسیحا بن کر اب اسے چھوڑ کر جانے کا سوچ بھی کیسے سکتا ہے۔

ہاشم نظریں زمین پر گاڑے آنکھوں سے آنسو روکنے میں ناکام ہو رہا تھا۔

عروش بھی رونے لگی اور ہاشم سے کہنے لگی کہ مجھ سے ایک وعدہ کرو تم اپنا علاج کرواؤ گے میری خاطر وہ جیسے سوالیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

ہاشم نے جواب رضامندی میں سر ہلا دیا۔

☆-----☆-----☆

صفیہ کی بیماری اب اسکے دماغ پر بھی اثر کرنے لگی تھی۔

اسکی سوچیں اسکے دماغ پر ہاوی ہونے لگیں تھیں وہ ہر وقت عروش سے معافی مانگتی رہتی اور شازیہ کے بارے میں سوچتی رہتی۔

اشرف کو بھی صفیہ کی حالت پر اب ترس آنے لگا تھا۔

عاطف کی روزمرہ کی چھٹیوں کی بائث اسے نوکری سے نکال دیا گیا اور انکے حالات مزید بگڑ گئے۔

گھر کے اخراجات اور صفیہ کی دوائیوں کا خرچہ پہلے ہی بہت مشکل سے پورا ہوتا تھا۔

اب عاطف کی نوکری چلے جانے سے وہ لوگ بلکل سڑک پر آ گئے تھے۔

عاطف نوکری کیلئے ہاتھ پاؤں مر رہا تھا مگر اسے کہیں بھی نوکری نہیں مل رہی تھی۔

☆-----☆-----☆

ہاشم شام کو عروش کو لیکر اسے علاقے میں جا رہا تھا جہاں عروش کا بچپن گزرا تھا جہاں اسکا اپنا گھر تھا۔

وہ بار بار اس سڑک پر حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وہ سات سال پہلے روتی ہوئی گھر چھوڑ کر اس سڑک سے گزری تھی۔

اس نے ہاشم سے پوچھا بھی کہ ہم اس طرف کیوں جا رہے ہیں مگر ہاشم خاموشی سے گاڑی بڑھاتا رہا۔

عروش کی دھڑکن بڑھتی جا رہی تھی وہ اب ان لوگوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی جنہوں نے دھکے دیکر اسے گھر سے نکال دیا تھا مگر پھر وہ خاموشی سے دیکھتی رہی۔

پچھلے چند سالوں میں بہت کچھ بدل چکا تھا وہ گلی جو بہت تنگ تھی وہ قدرے کھلی ہوگئی تھی بہت سی نئی عمارتیں کھڑی ہوگئیں تھیں۔

گاڑی اچانک ایک شاندار بلڈنگ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

عروش نے ایک بہت بڑا بورڈ دیکھا جس پر صفدر ہاسپٹل لکھا ہوا تھا۔

عروش نے بے یقینی سے ہاشم کی طرف دیکھا۔

پھر گاڑی سے باہر نکل کر دیکھنے لگی کہ یہ تو اسی کے گھر کی جگہ پر ہی بنا ہوا تھا۔

وہ رونے لگی اور ہاشم سے کہنے لگی کہ تم مجھ پر کتنے احسان کرو گے۔ ہر نئے آنے والے دن میں میں تمہاری مسیحائی کے تلے دبتی جا رہی ہوں۔

میں نے تمہاری خوشی کیلئے یہ سب کیا ہے۔تم تو رونے لگ گئی ہو سارا سرپرائز خراب ہوگیا ہاشم نے ذرا مصنوعی ناراضگی سے کہا۔

عروش ذرا مسکرادی اور اندر کی طرف چل دی۔

کل اس نئے ہاسپٹل کا افتتاح ہونا تھا۔

عروش کو دیکھ کر محلے کے بہت سے لوگ باہر آ گئے۔

سب عروش سے اپنی رشتیداریاں ظاہر کرنے لگ گئے مگر عروش سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑی رہی اور انکی ہمسائی شکیلا تو صفیہ کے بارے میں بتانے لگی مگر عروش میں اب احساس

تھا ہی کہاں وہ تو ان رشتوں کو بھول چکی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد عروش کا فون بجنے لگا۔فرخندہ ارصم اور اسکے والدین کے آنے کی خبر دے رہی تھی۔

ہاشم اور عروش کچھ ہی دیر میں گھر پہنچ گئے۔

گھر پہنچنے پر پتا چلا کہ ڈاکٹر معیز اور ڈاکٹر فاطمہ ارصم کیلئے عروش کا رشتہ لینے آئے تھے۔

ہاشم کو سن کر بہت خوشی ہوئی مگر فرخندہ ذرا افسردہ تھی مگر عروش انکی بیٹی تھی انہیں رخصت کرنا انکی ذمیداری تھی۔

عروش کے منع کرنے پر فرخندہ نے پوچھا تو عروش نے کہہ دیا کہ وہ فرخندہ اور ہاشم کو چھوڑ کر نہیں جائیگی۔

ہاشم جانتا تھا کہ وہ دونوں بہت اچھے دوست ہیں۔

ہاشم نے کچھ وقت لے لیا اور بلا آخر عروش کو راضی کر لیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڈاکٹر ارصم نے بھی صفدر ہاسپٹل جوائن کرلیا تھا۔

وہیں عاطف بھی ایک دن عروش سے اپنے بھائی ہونے کا معاوضہ لینے آپہنچا۔

عاطف بہت رویا اور اپنے کیے کی معافی مانگی مگر عروش کے دل میں نہ تو اب وہ جذبات تھے اور نہ احساسات۔

اس نے دس لاکھ کا چیک سائن کر کے عاطف کو دے دیا اور اسے کہا کہ عروش صفدر مر چکی ہے۔ اب دوبارہ یہاں آنے کی زحمت نہ کرنا۔

کچھ دن بعد عروش اور ارصم کی شادی ہوگئی۔

ہاشم آج بھی عروش سے بے تحاشہ پیار کرتا تھا مگر اسکی زندگی نے ہی بے وفائی کی تھی۔

عروش دلہن کے جوڑے میں کسی پری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ ارصم کو دیکھتے ہی اسکی آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

ارصم کو دیکھتے ہوئے ہاشم کی کی ہوئی بھلائیاں اور ارصم کا دیا ہوا ساتھ یاد کرنے لگی۔

مگر آج وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ جانے مسیحا کون تھا۔۔۔

نصیحت

کوئی ملک اس وقت تک غلام نہیں ہوسکتا، جب تک اس کے اپنے لوگ غداری نہ کریں کیونکہ اکیلا لوہا جنگل سے ایک لکڑی نہیں کاٹ سکتا، جب تک لکڑی اس سے مل کر کلہاڑی نہ بنے

(ایس حبیب خان.....کراچی)

یہ بیویاں

☆.....عورت کی آدھی زندگی خاوند کی تلاش میں اور آدھی خاوند کی تلاشی میں گزر جاتی ہے۔

☆.....اپنے ہر فیصلے پر الزام مقدر کو نہ دو، قبول ہے، قبول ہے، قبول ہے، کس نے کہا تھا۔

☆.....اچھی بیوی دنیا کے ہر کونے سے مل جاتی ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ دنیا گول ہے اور کونا نہیں ملتا۔

☆.....پسند کی شادی کیلئے اپنی امی کے پاؤں دبائیں۔ دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کا گلا دبائیں۔

☆.....صدقہ ہر بلا ٹال سکتا ہے سوائے اس کے جس سے آپ کا نکاح ہو چکا ہے۔

☆.....ایک بات یاد رکھیں، جوڑے آسمانوں پر بنتے، مگر ذلیل زمین پر ہوتے ہیں۔

شرف الدین جیلانی.....ٹنڈو الہ یار

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

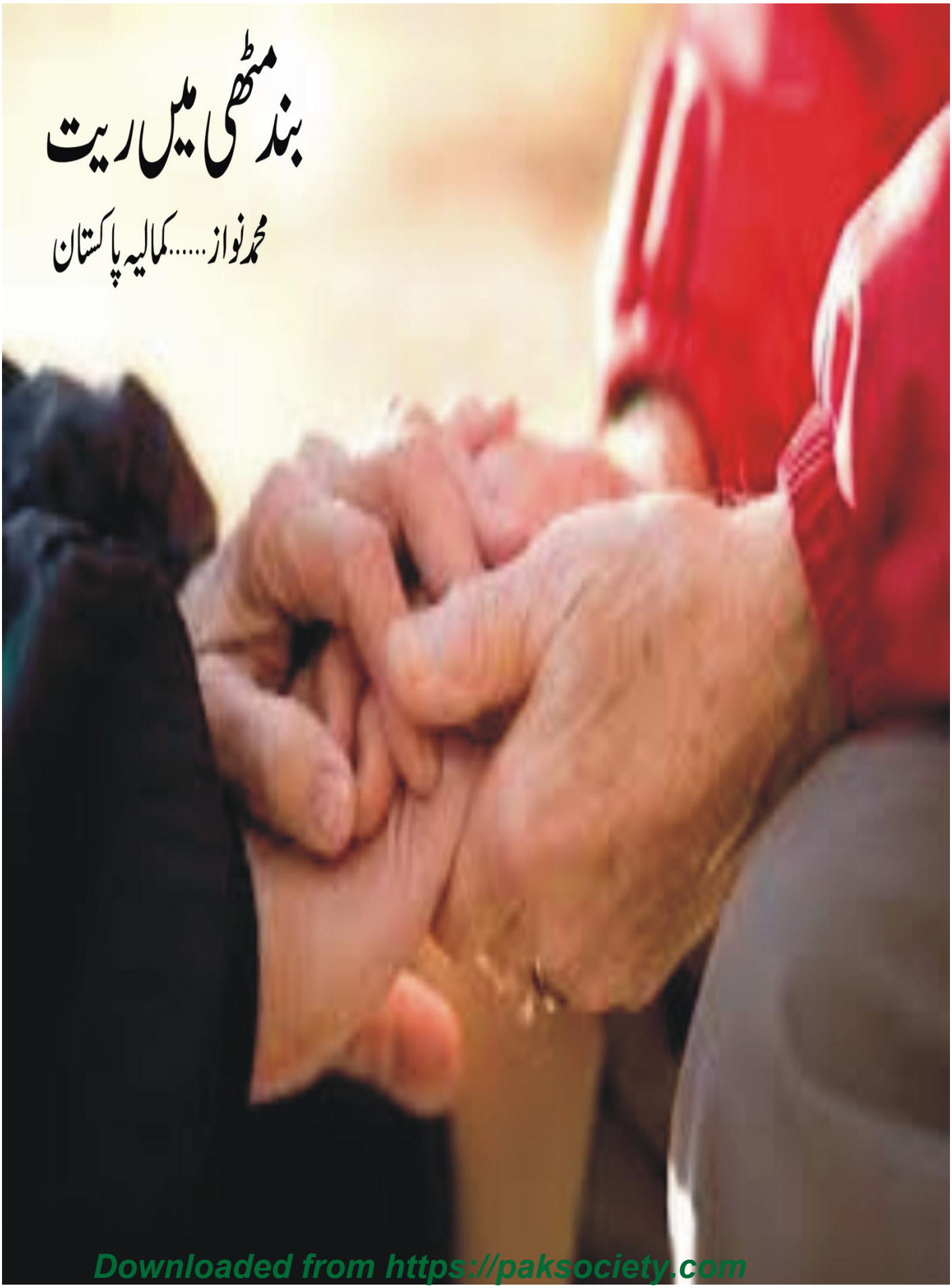

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بند مٹھی میں ریت

محمد نواز.....کمالیہ

"کون کہتا ہے جوا کسی کا نہیں ہوتا....." دلبر نے اپنی بیوی آسیہ کے اس سوال پر کہ جوا کسی کا نہیں ہوتا چڑھائی کر دی اور لگا اسے کوسنے "سیانے کہتے ہیں" آسیہ نے جواب دیتے ہوئے کہا "ضروری نہیں سیانوں کی ہر کہی ہوئی بات سچ بھی ہو..... مجھے تو لگتا ہے ان سیانوں کو سوائے باتیں کرنے کے اور کوئی کام نہیں تھا۔ یہ کرو گے تو وہ ہو جائے گا وہ کرو گے یہ ہو جائے گا" "سیانوں نے باتوں کا عرق نکالا ہوتا ہے انہوں نے جو بھی کہا ہے عین ویسا ہی ہوتا ہے" دنوں میاں بیوی کے درمیان سیانوں کی کہی ہوئی باتوں پر بحث و تقرار ہونے لگی ۔ آسیہ، دلبر کو قائل کرنے کی کوشش میں تھی کہ جوا کسی کا نہیں ہوتا، لیکن دلبر اس بات کو ماننے کیلئے ہرگز تیار نہ تھا وہ آسیہ کو ہمیشہ چپ کرا دیتا اور کہتا قسمت کی دیوی ایک دن پر ضرور مہربان ہوگی اور اس کے بھی ہاتھوں میں روپے پیسے کی ریل پیل ہوگی۔ دلبر، آسیہ کو سہانے سپنوں کی وادی میں ہاتھ پکڑے اتر جاتا جہاں قسمت کی دیوی ان کیلئے ہاتھوں میں وہ تمام تر آسائشات اور تعیشات لیئے کھڑی ہوتی۔ دلبر آسیہ کو کہتا اب کی بار وہ بازی جیت جائے گا اور اس کی جھولی زمانے بھر کی خوشیوں سے بھر دے گا۔ اس کا وہ سارا زیور جسے وہ ہار چکا ہے دوبارہ بنوا دے گا۔ گھر بھر کا وہ سارا سامان جو اس کے جواری ساتھی جیت کر لے گئے ہیں واپس لائے گا۔ آسیہ اس کی کسی بات کو خاطر میں لاتی اور دلبر سے صرف اتنا کہتے ہوئے خوابوں کی دنیا سے باہر آجاتی "دلبر..... تم ہمیں دو وقت کی روٹی ہی لا دو، ہمارے لیئے کافی ہے" دلبر گھر سے جاتے ہوئے آسیہ سے کہتا "میرے لیئے دعا کرنا میں آج کی بازی جیت جاؤں" وہ اپنی ہی کہی ہوئی اس بات کی نفی کر دیتا کہ سیانوں کی کہی ہر بات سچ نہیں ہوتی " کہتے ہیں بیوی کی اپنے خاوند کے حق میں دعا اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں"

اکثر لوگ زندگی میں شارٹ کٹ استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال میں شارٹ کٹ سے بہت سی دولت بنا محنت اکٹھی کر لیں گے اور باقی کی زندگی عیش و عشرت سے گزاریں گے ۔ کچھ ایسا ہی خیال دلبر کا بھی تھا۔ وہ بھی شارٹ کٹ کے ذریعے دولت مند بننا چاہتا تھا۔ دنوں میں امیر بننے کا خواب اس کی آنکھوں میں اس کے ایک دوست نے سجایا ، جس کے حالات پہلے پہل دلبر سے ملتے جلتے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تھے لیکن پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دن پھرنے لگے۔ روپے پیسے کی ریل پیل نظر آنے لگی۔ دلبر نے جب اس سے وجہ دریافت کی تو اس نے یہی شارٹ کٹ بتادیا جو دلبر اب آزمارہا تھا۔ اسی شارٹ کٹ کو آزماتے آزماتے وہ اپنے سارے گھر کی ساری جمع پونجی لوٹا بیٹھا تھا۔ لیکن نا جانے کیوں اسے اب بھی یقین تھا کہ ایک دن قسمت پلٹا کھائے گی اور وہ بھی اپنے دوست کی طرح دولت مند ہو جائے گا۔

"دیکھ دلبر..... لوگ اسے جوا کہتے ہیں، لیکن میں اسے انوسٹمنٹ کہتا ہوں۔ جتنا پیسہ لگاؤ گے اتنا ہی زیادہ منافع کماؤ گے، جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا" دلبر کا دماغ میٹھی میٹھی باتوں میں رچتا بستا چلا گیا، اگلے ہی دن آسیہ کو جو میکے سے پانچ تولے زیور جہیز میں ملا تھا۔ آسیہ کی غیر موجودگی میں اٹھا لے گیا اور پہلی ہی بازی میں ہار گیا۔ سارے زیور کو ہاتھ سے جاتے دیکھا تو دل برداشتہ ہو کر لگا لڑائی جھگڑا کرنے۔ اڈے پر موجود دوسرے جوایوں نے بیچ میں پڑ کر صلح کرادی اور لگے اسے جوے کے اصول و ضوابط سمجھانے۔ گھر سے زیور اٹھاتے وقت دلبر کے دل میں کتنے ارمان تھے جو آن کی آن میں سب ہوا ہو گئے۔ ہاتھ کے میل کی طرح سارے زیور لالچ و ہوس کے پانی میں دھل کر بہہ گئے۔ کہتے ہیں عورت کو سب سے زیادہ محبوب میکے سے ملنے والا زیور ہوتا ہے جسے وہ ساری زندگی سنبھال کر رکھتی ہے اس خیال سے تصرف میں نہیں لاتی کہ کہیں خراب ہی نہ ہو جائے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ آسیہ کے ساتھ بھی تھا۔ اس نے سارا زیور سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ آسیہ کو زیور کے بارے میں تب پتا چلا جب وہ ایک دن میکے میں کسی شادی پر جانے والی تھی۔ آسیہ کے شور مچانے پر دلبر نے آسیہ کو اس وعدہ کے ساتھ کہ وہ اسے پہلے سے دوگنا زیور بنادے گا، بتا دیا۔ وہ دن اور آج کا دن دلبر کے ہاتھ خالی ہی رہے۔

آہستہ آہستہ گھر کا سارا سامان بکنے لگا۔ دلبر جو کماتا شام کو دوگنا کرنے کے چکر میں جوے کے اڈے پر ہار آتا۔ نوبت فاقوں سے ہوتی ہوئی قرض کی دہلیز پار کرنے لگی۔ رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سے اس وعدے کے ساتھ دلبر قرض اٹھانے لگا کہ بہت جلد لوٹا دے گا۔ پہلے پہل تو دلبر کو قرض ملنے لگا۔ مگر جب قرض کی ادائیگی میں تاخیر ہونے لگی تو وہ رشتہ دار اور عزیز و اقارب بھی دور ہٹتے چلے گئے۔ قرض دینا تو درکنار، دلبر سے ہاتھ ملانے سے بھی گھبرانے لگے۔ یوں دلبر سے سب کا اعتماد اٹھنے لگا۔ گھر کا چولہا جلتا رکھنے کیلئے آسیہ لوگوں کے گھروں میں کام کاج کرنے لگی۔

نشہ کوئی بھی ہو برا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں جوا بھی نشہ کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

طرح ہوتا ہے۔جسے ایک بار اس کی لت پڑ جائے پھر نہیں چھوٹتی۔آسیہ دلبر کو سمجھاتی ''جس دیوی کے مہربان ہونے کی تم بات کرتے ہو وہ تم پر کبھی مہربان نہیں ہو گی ۔ .....چھوڑ دو جوا کھیلنا۔شارٹ کٹ کی بجائے سیدھے راستے سے منزل تک پہنچنے کی کوشش کرو'' دلبر نے نہ آسیہ کی پہلے سنی تھی اور نہ اب سننے والا تھا۔اچھوں کی صحبت انسان کو اچھا بنا دیتی ہے اور بروں کی صحبت انسان کو برا۔ جس صحبت میں دلبر جا بیٹھتا تھا وہاں سے آج تک کوئی خیر لے کر نہیں آیا۔

لکڑی کے بڑے سے میز پر ایک پلاسٹک کی شیٹ بچھی تھی جس پر مختلف قسم کے جانوروں کی تصاویر بنی تھیں ۔ درمیان میں ایک چرخی لگی تھی ۔چرخی کے گھومنے سے قسمت گھومنے لگتی۔چرخی نے کئی جواریوں کو لاکھ پتی تو کسی کو کنگلا کر دیا تھا۔دلبر چرخی کے پاس کھڑا ہاتھ سے اسے گھما رہا تھا،یہ چرخی کبھی بھی دلبر کے پسندیدہ جانور پر آ کر نہ رکی تھی۔ایک نجومی سے دلبر نے اپنی قسمت کی شکایت کی تو اس نے دلبر کو بتایا تھا کہ اس کی قسمت چمکانے والا جانور شیر ہے جس دن چرخی شیر پر آ کر رکے گی اس کی قسمت بدل جائے گی۔دلبر نے ہمیشہ شیر پر ہی پیسے لگائے تھے مگر چرخی ہر بار بندر پر آ کر رک جاتی۔اب بھی جب دلبر خالی چرخی کو یہ سوچ کر گھما رہا تھا کہ دیکھے کیا اب بھی چرخی شیر پر آ کر ٹھہرتی ہے یا نہیں۔اس نے چرخی کو گھمایا تو وہ شیر پر ہی آ کر ٹھہری۔دلبر کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔اس کو لگا جیسے نجومی کی بات سچ ہونے والی تھی۔وہ دل میں سوچنے لگا قسمت کی دیوی اس پر مہربان ہونے والی ہے۔

'' آج بہت بڑی بازی لگنے والی ہے دلبر.....میں نے سنا ہے ایک بڑی پارٹی آ رہی ہے یہاں۔لاکھوں کی نہیں کروڑوں کی بازی ہو گی .....'' وہی دوست نما جواری جو دلبر کو اس اڈے پر لایا تھا اس نے دلبر کی خوشی بھانپتے ہوئے کہا۔کروڑوں کی بات سن کر دلبر کے چہرے پر پھیلی خوشی ماند پڑنے لگی۔''میرے پاس تو اب پھوٹی کوڑی بھی نہیں .....تم تو جانتے ہو میرے پاس جو جمع پونجی تھی وہ سب اس چرخی پر ہار گیا ہوں،چرخی مجھ پر مہربان نہ ہوئی.....اب جبکہ قسمت نے پلٹا کھایا ہے تو جیب میں ٹکہ نہیں'' دلبر کا چہرہ اتر گیا۔تھوڑی دیر پہلے مسکراتا چہرہ افسردہ نظر آنے لگا۔دلبر کی مایوسی دیکھ کر جواری جانے ہی والا تھا کہ واپس پلٹا اور بولا'' دلبر.....تو لاکھوں کا مالک ہے اور کہہ رہا ہے تیرے پاس ایک دھیلہ نہیں'' لاکھوں کی بات سن کر ایک بار پھر دلبر کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔وہ تجسس سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔چند لمحوں کے بعد وہ بولا

'' جب میں اس دھندے میں آیا تو میں بھی تیری طرح ایک بار کنگلہ ہو گیا تھا۔میں بھی تیری طرح اسی چرخی کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پاس ایک دن مایوسی کے عالم میں کھڑا تھا کہ ایک آدمی میرے پاس آیااور آ کر مجھ سے کہنے لگا بازی لگائے گا، میں نے کہامیرے پاس کچھ نہیں۔وہ بولا، ہماری مثال کمھار کی ہے،اسے لعل مل جائے تو وہ گدھے کے گلے میں ڈال دیتا ہے.....تمھارے گھر میں ہیرا رکھا ہےاور تم اس سے نا آشنا ہو.....گھر والی کو داؤ پر لگا دو۔ میں نے ہچکچاتے ہوئے اس کی بات مان کی۔میری قسمت تو خراب تھی۔گھر والی کی قسمت جاگی اور میں لاکھوں سمیٹ کر گیا گھر والی کے نام سے اور میری گھر والی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی۔میری مان گھر میں پڑے اس ہیرے کو داؤ پر لگا دے، ہوسکتا ہے اس کے صدقے تیری قسمت بدل جائے۔"

بازی کھیلے جانے میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا۔دلبر ایک بنچ پر بیٹھا سگریٹ سلگائے فضا میں دھواں چھوڑ رہا تھا ۔دھواں حلقہ بناتا ہوا ہوا میں تحلیل ہو جاتا" اگر قسمت کی دیوی مہربان نہ ہوئی تو کیا ہوگا.....؟اگر چرخی شیر کی بجائے بندر، بلی، یا اژدھا پر آ کر رک گئی تو.....

اگر میں آسیہ کو ہار گیا تو کیا ہوگا.....؟" اس طرح کے کئی سوال تھے جو اس وقت دھواں کے ساتھ ساتھ اس کے دماغ سے باہر ہوا میں ملتے جا رہے تھے۔وقت تیزی سے بیت رہا تھا اور دلبر ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا۔اڈے کی لائٹس روشن کر دی گئیں۔جواری اڈے میں آنے لگے۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جن کو دلبر نے پہلی بار دیکھا تھا ۔اس کے دماغ میں جواری کی باتیں گونجنے لگیں۔اس نے اندازہ لگانا شروع کیا کہ شاید یہ وہی نئے جواری ہیں جن کے بارے میں اس کے دوست جواری نے کہا تھا۔

سب جواری اس لکڑی کے میز کے گرد جمع ہو گئے، سب جواریوں نے اپنے اپنے مطلوبہ جانور پر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق پیسے لگا دیئے۔دلبر ایک طرف کھڑا گھومتی چرخی کو دیکھ رہا تھا ، چرخی گھومتے گھومتے شیر کی تصویر پر آ کر رک گئی۔ دلبر کا دل دھک سے رہ گیا۔اڈے کے مالک نے شیر پر رکھے پیسوں کا دوگنا اس جواری کو دے دیا جس نے شیر کی تصویر پر پیسے لگائے تھے۔دلبر کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔اسے افسوس ہونے لگا کہ اس نے اس بار کیوں بازی میں حصہ نہ لیا تھا۔اس کو نجومی کی بات یاد آنے لگی۔وہ دل میں سوچنے لگا آج شیر کی باری ہے، شیر ہی جیتے گا۔وہ لوگوں کے درمیان سے نکلا اور اس دوست جواری کے پاس آ گیا جس نے تھوڑی دیر پہلے بیوی جیسے ہیرے کو جوا کی بازی میں لگانے کا مشورہ دیا تھا ۔" مجھے آپ کی شرط منظور ہے.....میں آج آخری بازی کھیلنا چاہتا ہوں، قسمت کی دیوی آج مجھ پر مہربان ہے" جواری نے نوٹوں کی ایک گٹھڑی دلبر کو تھما دی اور ساتھ ہی ایک کاغذ بھی" یہ کیا ہے.....؟" دلبر نے سوال کیا" مجھے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پتا تھا تم میرے پاس ضرور آؤ گے اس لیئے میں نے یہ پہلے سے تیار کر کے رکھ لیا تھا، یہ حلف نامہ ہے جس میں لکھا ہے کہ تم نے اپنی منقوحہ میرے ہاتھ فروخت کر دی ہے .....اگر تم بازی جیت گئے تو پیسے لوٹاؤ گے ورنہ دوسری صورت میں اپنی منقوحہ، جس پر تمھیں کوئی عذر یا بہانہ نہ ہو گا"

چرخی پھر گھومنے کو تیار تھی دلبر مجمع میں آیا اور آتے ہی شیر کی تصویر پر ہزار ہزار کے کئی نوٹ رکھ دیئے۔ چرخی گھومی اور چرخی کے ساتھ دلبر کی نظریں بھی، دل تو جیسے سینے میں تھا ہی نہیں۔ سکوت کا عالم تھا سب چرخی کے رکنے کا انتظار کر رہے تھے۔ چرخی کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ چرخی گھومتے گھومتے بالآخر شیر کی تصویر پر آ کر رک گئی۔ دلبر خوشی سے جھوم اٹھا۔ اتنے سارے پیسے دیکھ کر اسے نجومی کی کہی ہوئی بات سچ لگنے لگی۔ یوں دلبر نے اوپر نیچے تین بازیاں جیتیں۔ وہ چاہتا تو جواری سے اپنی منقوحہ کے عوض لیئے گئے پیسے واپس کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے دل میں بار بار آسیہ کا خیال آنے لگا۔ اسے آسیہ کے ساتھ کیئے اپنے وہ وعدے یاد آنے لگے جو اس نے زیورات ہارنے کے بعد کیئے تھے۔ اسے نجومی کی وہ بات بھی یاد آنے لگی کہ ایک دن تیری قسمت کا ستارا ضرور چمکے گا۔ قسمت کی دیوی تجھ پر مہربان ہو گی۔ شاید وہ دن آج ہی کا دن ہے، دلبر نے سرگوشی کی۔

چرخی پھر گھومنے لگی۔ دلبر نے ڈھیر سارے پیسے شیر پر لگا دیئے۔ چرخی نے اپنا مدار بدلا، قسمت نے آنکھیں چرا لیں اور دیوی روٹھ کر چلی گئی، ستارے گردش میں آئے اور دلبر کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھ گئی۔ زیادہ کے چکروں میں تھوڑوں سے بھی ہاتھ دھو دیئے۔ جس شد و مد سے وہ بازیاں جیتا تھا اسی تیزی سے ہارنے لگا، یوں آسیہ اس کی مٹھی سے ریت بن کر سرک گئی۔

گلی لوگوں سے بھری تھی، ایک تماشہ لگا تھا، جواری آسیہ کو گھسیٹ کر لے جانے کی کوشش کر رہے تھے اور وہ سوئے مقتل جانے والے کی طرح بار بار پیچھے مڑ کر دلبر کی طرف دیکھ رہی تھی، جو چوکھٹ پر بت بنے کھڑا تھا۔

اہم اعلان!

شاہین ڈائجسٹ کا اگلا شمارہ اکتوبر میں شائع ہوگا جس کے لیے عیدالاضحیٰ اور محرم کے حوالے سے بھیجے گئے مواد کو زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ دس ستمبر تک ملنے والا مواد قابل اشاعت ہوگا۔ شکریہ۔

محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پیاری باتیں

ترتیب وتدوین.....ملک این اے کاوش اعوان

دلیل ثبوت

ایک یہودی حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا نام بستانہ تھا۔ کہنے لگا اے محمد ﷺ مجھے ان ستاروں کے بارے میں خبر دیجئے جنہیں یوسفؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ انہیں سجدہ کر رہے ہیں، ان ستاروں کا نام کیا تھا۔اس پر حضرت محمد ﷺ نے سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا۔پھر حضرت جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو ان کے نام بتائے۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اس یہودی کو بستانہ کو بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان ستاروں کے ناموں کی خبر دے دوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟

کہنے لگا: ”ہاں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا ان کے نام یہ ہیں:

جریان، الطارق، الذبال، ذوالکفان، قابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الفروح، ذوالفرع، الضیاء، انور۔

(ابن جریر طبری فی جامعہ البیان ج 12 ص 151)

یہودی نام سن کر بولا: اللہ کی قسم یہی ہیں ان کے نام

شہریار اسلم.....سلانوالی

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

☆ عورتوں میں سب سے اچھی عورت وہ ہے جسے اس کا شوہر دیکھے تو خوش ہو جائے۔(حضرت علیؓ)

☆ مکر، دھوکا اور خیانت کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔(حضرت عثمانؓ)

☆ انسان کی سمجھ داری یہ ہے کہ وہ کفایت شعار ہو۔ (حضرت جنید بغدادی)

☆ اطمینان قلب انسان کے لیے سب سے بڑی خوشی ہے۔(مہاتما بدھ)

☆ فاختہ سے معصومیت اور چیونٹی سے عقلمندی سیکھو۔ (ماتھیو)

☆ خدا پاک کی یاد عظیم ترین شے ہے۔(اقلیدس)

☆ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو نیکو کار ہو۔ (گولڈاسمتھ)

☆ خاموشی دل کے سکون اور روح کے لیے وہی درجہ رکھتی ہے۔جو جسم کے لیے نیند۔ (ڈبلیو پلیسن)

حمزہ فیروز.....مکہ کالونی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

مارچ 1940

77 سال پہلے آج ہی کا دن مسلمانان ہند کے لیے فیصلہ کن تاریخ ساز دن ہے۔اس دن مسلمانان ہند نے مسلم لیگ کے 27ویں سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں قائداعظم کی قیادت میں قرارداد پاکستان منظور کی تھی۔جس کی رو سے انڈیا کے مسلم اکثریت کے علاقوں پر محیط ایک آزاد اسلامی مملکت کا قیام اور عزم واستحصال کے ساتھ جہد مسلسل کی بنیاد پر اس کا حصول طے پایا تھا۔

چنانچہ قائداعظم کی قیادت میں مسلمانوں کی کوششیں ثمر بار ہوئیں اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔اس کے چار دن بعد قائداعظم نے اپنی پوری قوم کے نام پیغام دیا تھا،ہم نے پاکستان حاصل کرلیا ہے لیکن یہ تو محض آغاز ہے۔اب بڑی بڑی ذمہ داریاں ہمارے کندھوں پر آن پڑی ہیں۔اتنا ہی بڑا ارادہ اور اتنی ہی عظیم جدوجہد کا جذبہ ہم میں پیدا ہونا چاہیے۔

پاکستان حاصل کرنے کے لیے جو قربانیاں دی گئی ہیں۔ پاکستان کی تعمیر کے لیے کم ازکم اتنی ہی قربانیوں اور کوششوں کی ضرورت پڑے گی۔یہ پیغام آج بھی ہمیں عمل کی دعوت دے رہا ہے۔قرارداد پاکستان کی یاد تازہ کرنے کے لیے اس ملک کی تعمیر وترقی کے لیے قائداعظم کے فرمان اتحاد،تنظیم،ایمان پر عمل پیرا ہونے کے لیے۔

اشتیاق احمد.....شکرگڑھ

قوت ایمان اور ثابت قدمی

ایک انسان جب خدائے واحد اور اس ک رسول ﷺ پر ایمان لے آتا ہے۔تو پھر اسے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شعار بنالینا چاہیے اور ہر معاملے میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔راہ مستقیم پر چلنے میں مصائب وآلام لازمی آتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنا چاہیے اور کبھی بھی گھبرانا نہیں چاہیے اور نہ ہی بددل اور مایوس ہونا چاہیے جیسا کہ قرآن الحکیم میں ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور جب یہ یقین ہو کہ اللہ کی رحمت ہمارے ساتھ ہے تو زندہ دلی خود بخود اجاگر ہو جاتی ہے اور ایسے دل قوت ایمانی سے بھی بھرپور ہوتے ہیں،جو زندگی جینے کا ہنر پاتے ہیں اور خود کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔

حافظ محمد بلال اسلم.....رحمت کالونی

صاحب ذرہ سوچو!

لڑکے والے ایسی لڑکی کی تلاش میں تھے جو ان کے لڑکے کے برابر ہو۔تعلیمی لحاظ سے بھی اور اس کے علاوہ امور خانہ داری کے لحاظ سے بھی اچھی خاصی واقف ہو اور تو اور نوکری

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بھی کرتی ہوورنہ آج کے دور جدید میں بغیر نوکری کرنے والی بہوتو ایسے خیال آتا ہے کہ نعوذ باللہ ایسی لڑکی تو اللہ تعالیٰ سے آرڈر دے کر ہی تیار کرائی جاسکتی ہے لیکن قربان جاؤں ڈھونڈنے والی نظر پر انہوں نے اپنے مطلب کی لڑکی تلاش کر ہی لی پر افسوس کہ لڑکی کی عمر لڑکے کی عمر کے برابر معلوتی تھی۔اور یہ تو ازل سے ہی اصول رہا ہے کہ لڑکی کی عمر لڑکے کی عمر سے قدرے کم ہونی چاہیے لہٰذا انکار ہوگیا۔صاحب ذرا سوچو تمہارے انکار سے تو لڑکی کی عمر اور بڑھ جائے گی اور ویسے بھی کم عمری میں نہ تو تعلیم مکمل ہوتی ہے اور نہ ہی نوکری ملتی ہے۔

خواجہ حسن.....منچن آباد

بھائی بہن اور بیٹیوں کا حق

حضرت انسؓ کہتے ہین کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پرورش کی دو یا تین بیٹیوں کی یا دو یا تین بہنوں کی تا آنکہ وہ اس سے جدا ہو جائیں (بیاہ شادی کے بعد) یا فوت ہو جائیں تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔جس طرح یہ دو انگلیاں اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا۔

(الادب المفرد)

کتاب اسوۃ رسول اکرم ﷺ)

ایس حبیب خان.....کراچی

اعتماد

اپنے دفاع کے لیے کبھی بھی کسی دوسرے پر انحصار نہ کریں کیونکہ ہر کوئی برے وقت میں آپ کی مدد نہیں کرتا زندگی میں کامیاب ہونے کے لیے کوئی بھی مختصر راستہ نہیں ہوتا بلکہ آپ کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ سخت محنت کرنا ہوگی۔ اسی کے ساتھ ساتھ دوسروں پر اندھا دھند اعتماد نہ کریں اس طرح وہ ہمیشہ آپ کی کمزوری کی تلاش میں رہیں گے کہ کب کوئی موقع ہاتھ آئے اور آپ کو دوسروں کی نظروں میں سے گرایا جائے۔اس لیے صرف اپنے آپ پر ہی اعتماد کرنا سیکھیں۔

احسان سحر.....میانوالی

سچ

اکثر لوگ اس لیے اکیلے ہوتے ہیں کیونکہ وہ صرف سچ بولتے ہیں اور کوئی سچ سننا پسند نہیں کرتا۔

مصباح مسکان رؤف.....جہلم

ان باتوں کو اپنائیے اور خوش ہو جائیے۔

☆.....اپنی زندگی میں ہر کسی کو اہمیت دو جو اچھا ہوگا وہ خوشی دے گا اور جو برا ہوگا وہ سبق سکھائے گا۔

☆.....ہمیشہ خوش رہیں اور دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کریں۔

☆.....غلطی معاف کردیں بدلہ نہ لیں کیونکہ بدلہ لینے والا اور بددعا دینے والا کمزور ہوتا ہے۔

☆.....صرف اللہ سے مانگیں دوسروں سے کوئی امید نہ رکھیں دینے والا اللہ ہی ہے۔

☆.....ہمیشہ کم کی خواہش کرو، زیادہ کی خواہ ہوس پیدا کرتی ہے۔

سمیہ کنول.....مانسہرہ

انسان

☆.....انسان کا دل بھر آتا ہے تو برسات کی صورت میں روتا ہے۔

☆.....پہاڑ جب غموں کا بوجھ برداشت نہیں کر پاتا تو آتش فشاں کے روپ میں اپنا زہر اگل دیتا ہے۔

☆.....دنیا میں جاندار اور بے جان چیزیں اندر کے دکھ نکال باہر کرتی ہیں مگر انسان کتنا بے بس ہے وہ بادل نہیں برس پڑے، وہ پہاڑ نہیں کہ پھٹ جائے، پھول نہیں کہ مرجھا جائے آخر انسان ہے کیا.....؟

ندا مسکان جٹ.....133 جنوبی

اچھی باتیں

☆.....غم اور مشکلات صرف اللہ کو بتایا کرو اس یقین کے ساتھ کہ وہ تمہیں جواب بھی دے گا اور تمہاری تکلیف بھی دور کرے گا۔

☆.....اپنے جسم کو ضرورت سے زیادہ نہ سنواروں، اسے تو مٹی میں مل جانا ہے۔ اے ابن آدم! سنورنا ہے تو اپنی روح کو سنوارو جسے اللہ کے پاس جانا ہے۔

سنیاں زرگر، اقصیٰ زرگر.....جوڑہ

باتوں سے خوشبو آئے

☆.....علم دل کو اس طرح تازہ کرتا ہے جیسے بارش خشک زمین کو۔

☆.....کسی سے ملو تو اس طرح کہ دوسرا دوبارہ ملنے کی خواہش کرے۔

☆.....زندگی میں اچھے کام کرو، موت کے بعد یاد رکھے جاؤ گے۔

☆.....زبان اگرچہ تلوار نہیں مگر تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

☆.....خاموشی ایک ایسا درخت ہے جس پر کبھی کڑوا پھل نہیں لگتا۔

☆.....جن کے حوصلے بلند ہوتے ہیں وہ مٹی کو سونا بنا دیتے ہیں۔

☆.....ایسا پھول مت چنو جو خوب صورت ہو مگر اس میں خوشبو نہ ہو۔

☆.....کسی کو نفرت کی نگاہ سے مت دیکھو ہو سکتا ہے کبھی تم پر بھی یہ وقت آجائے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆۔۔۔۔اگر تمہیں کوئی یاد نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں، اصل بات تو یہ ہے کہ کوئی خود کو فراموش نہ کرے۔

ماریہ کنول ماہی۔۔۔۔گوجرانوالہ

جواہرات سے قیمتی

☆۔۔۔۔جو زبان کو قابو میں نہیں رکھتا، شرمندہ ہوتا ہے۔

☆۔۔۔۔اپنی زندگی میں ہر کسی کو اہمیت دو، جو اچھا ہو گا وہ خوشی دے گا اور جو برا ہو گا وہ سبق دے گا۔

☆۔۔۔۔آزادی اس کا نام نہیں کہ اخلاق یا مذہب کی پابندی نہ کی جائے۔

☆۔۔۔۔اگر تم ایسی باتیں سنو جو تمہیں ناگوار محسوس ہوں تو یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ سچی تو نہیں۔

☆۔۔۔۔راز کو پوشیدہ رکھنا اپنی عزت بچانا ہے۔

☆۔۔۔۔اپنا مزاج درویشانہ رکھو، چاہے تمہارا لباس شاہانہ ہو۔

☆۔۔۔۔محبت اور خلوص فاصلوں کو مختصر کر دیتے ہیں۔

سدرہ کشف۔۔۔۔خیر پور نامیوالی

پیر کامل

ہر انسان کو زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر پیر کامل کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ چاہے وہ بچہ ہو، جوان ہے یا بوڑھا ہے۔ ہمیں رہنمائی تو تب بھی چاہیے تھی جب ماں کی گود میں تھے، رہنمائی تو تب بھی چاہیے تھی جب ہمیں انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا گیا۔ رہنمائی تو اب بھی چاہیے جہاں ہر انسان خود کو علم کی ڈگریوں کی بنیاد پر پڑھا لکھا اور پرفیکٹ سمجھتا ہے صرف کاغذوں کی وجہ سے ان دو ٹکڑوں پر غرور اور تکبر دکھا کر دوسروں کو ذلیل کرتا ہے۔

پیر کامل تو حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اللہ کے پیارے رسول جن کی رو رو کر مانگی گئی دعاؤں کی وجہ سے آج ہم محفوظ اور اللہ کے عذاب سے بچے ہوئے ہیں تو جھوٹ اور خود سے بچا گئے رشتوں کے بجائے انسان اس پیر کامل کا تقدس کیوں نہیں کرتا جو آج بھی ہمارے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں اور تا قیامت ان کی ذات ہمیں رہنمائی دیتی رہے گی۔

شیریں گل۔۔۔۔ثمن تلہ گنگ

تھرمامیٹر

ڈاکٹر نے تھرمامیٹر خاتون کے منہ رکھا اور کہا۔

”کچھ دیر منہ بند رکھئے۔“

خاتون کو خاموش دیکھ کر خاوند نے پوچھا۔”ڈاکٹر صاحب یہ چیز کتنے کی آتی ہے؟“

پرویز۔۔۔۔کراچی

نگاہوں کا بیان

☆۔۔۔۔نماز کی حالت میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے۔

☆۔۔۔۔نماز میں جب قیام پر کھڑے ہو تو نظریں سجدے کی جگہ پر رکھو ہمیں اس زمین میں جانا ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆.....جب رکوع کروتو پاؤں دیکھو کہ ہماری جان پاؤں سے نکلنا شروع ہوگی۔

☆.....جب سجدہ کروتو ناک کی سمت دیکھو کہ مرنے کے بعد سب سے پہلے ناک ختم ہوگی۔

☆.....اور جب التحیات میں بیٹھوتو نظریں جھولی میں کہ جھولی اب بھی خالی ہے۔

ثناء اینڈ سمارہ یونس.....چک

اس پیج حصہ بننے کے لیے آپ بھی پیاری پیاری باتیں، اقوال زریں، احادیث مبارکہ اور اس کے علاوہ پیارے پیارے واقعات جو دینی و دنیاوی کسی بھی قسم کے ہوں لیکن قابل اشاعت ہوں آج ہی ارسال کیجئے تاکہ شاہین ڈائجسٹ کے اگلے شمارے میں آپ کے بھیجے گئے مواد کو شامل کیا جاسکے۔

نوٹ: ہمارا اگلا شمارہ اکتوبر میں شائع ہوگا اور اس کے لیے 10 ستمبر تک بھیجا گیا مواد اس شمارے میں شامل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ قربانی کے حوالے سے بھیجے گئے مواد کو زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ ایڈیٹر

نمک پارے

☆.....اب پچھتائے کیا ہوت، جب کڑیاں کر گئیں چوٹ۔

☆.....بغل میں کلاشنکوف، منہ میں امتحان امتحان۔

☆.....الیکشن کا ہارا.....نہ اسمبلی کا، نہ گھر کا۔

☆.....شوہر کی جیب کب تک خیر منائے گی۔

☆.....تین دن شوہر کے، ایک دن بیوی کا۔

☆.....بہرا کیا جائے، بیوی کی ڈانٹ۔

☆.....جہاں ویڈیو گیم، وہاں بچے۔

☆.....پاکستانیوں کو گرین کارڈ کے خواب۔

☆.....آج کل کے دوست اظہار ضرور پر فوراً پلٹ جاتے ہیں۔

☆.....جو آدمی جلدی سے ہر ایک کا جواب دے دیتا ہے، وہ ٹھیک ٹھیک جواب نہیں دے سکتا۔

☆.....اگر تم طویل زندگی گزارنا چاہتے ہو تو غصے کی آگ سے بچو۔

☆.....لکڑیاں ایک ایک کر کے جلاؤ تو دھواں دیتی ہیں اور اگر اکٹھی جلاؤ تو روشنی پیدا ہوتی یعنی اتفاق میں برکت ہوتی ہے۔

☆.....دوسروں کی بدقسمتی سے احتیاط کا درس لو۔

☆.....احمق لوگ عالموں سے جتنا سیکھتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ عالم لوگ احمقوں سے سیکھتے ہیں۔

(ایس امتیاز احمد.....کراچی)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

قوس ِ قزح

قارئین کے بھیجے گئے پسندیدہ اشعار

وفا کی راہ بڑی پر خار سی لگتی ہے
زیست آنسوؤں کی دیوار سی لگتی ہے
میں نے چاہا نہیں تھا پھر سے کسی کو
ہر سوچ اپنی غمگسار سی لگتی ہے

(محمد اسلم جاوید.....فیصل آباد)

نہیں چاہت رہی اب کوئی زمانے میں
کیوں وقت برباد کرتے ہو داستان سنانے میں
زندگی زندہ دلی ہے اپنے شعور کو بیدار کرو
غم نہ کرو رومی یہاں کسی کے بدل جانے میں

(عبدالجبار رومی.....لاہور)

وہاں نہ پھول کھلتے ہیں نہ ہی موسم بدلتے ہیں
وہاں پر کچھ نہیں ہوتا جہاں پر تم نہیں ہوتے
یہاں تو ویسے ہر اک شے آسانی سے ملتی ہے
پر میرا دل نہیں لگتا جہاں پر تم نہیں ہوتے

(آصفہ سراج.....لاہور)

راستے میں نہ بیٹھو ہوا تنگ کرے گی
بچھڑے ہوئے لوگوں کی صدا تنگ کرے گی
مت ٹوٹ کے چاہو اسے آغاز سفر میں
بچھڑے گا تو ہرایک ادا تنگ کرے گی

(صبا محمد اسلم.....گوجرانوالہ)

کوئی اچھی سی سزا دو مجھ کو
چلو ایسا کرو بھلا دو مجھ کو
تم سے بچھڑوں تو موت جائے مجھے
دل کی گہرائیوں سے یہ دعا دو مجھ کو

(محمد سراج.....لاہور)

کتنے معصوم ہوتے ہیں یہ آنکھوں کے آنسو بھی
یہ نکلے بھی ان کے لیے ہیں جنہیں پرواہ نہیں ہوتی

(محسن عزیز حلیم.....کوٹھا کلاں)

میری روح وچ میرا یار وسدا
میری اکھ وچ او سدا دیدار وسدا
سانوں اپنے دلاں دی پرواہ نئیں کاوش
رب کرے ہر ویلے روے میرا یار وسدا

(ملک این اے کاوش.....سلانوالی)

تم چاند ہو تو تجھے دیکھنے کی دعا کرتے ہیں
میں تو وہ ستارہ ہوں کہ لوگ اپنی خوشیوں
کیلئے میرے نئے کی دعا کرتے ہیں

(خضر حیات.....دوڑہ تھل)

محبت کی آزمائش دیکھ دیکھ کر تھک گیا ہوں اے خدا
قسمت میں کوئی ایسا دوست بھی لکھ دے جو موت تک وفا کرے

(محمد سراج.....لاہور)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

روح میں کوئی اذیت بھی اتاری جائے
زندگی درد سے خالی نہ اتاری جائے
ایک سائل کی محبت کا تقاضا ہے یہ
کاسۂ دل میں نظر پیار کی ڈالی جائے
اگر کہتی ہے کہ نظر اس سے ملاؤں کیسے
دل کہتا ہے کہ تصویر اتاری جائے
اسے تسلیم قبیلے کا نہ سردار کرو!
جس سے دستار بھی اپنی نہ سنبھالی جائے
پیار کو جرم سمجھتے ہیں زمانے والے
زندہ رہنے کی کوئی راہ نکالی جائے
اس سے پہلے کہ بدل جائے نہ دل کی نیت
زندگی اس کی محبت میں لٹا دی جائے
کچھ تو کم ہوگی شب ہجر کی وحشت یارو!
کوئی شمع ہی اندھیرے میں جلائی جائے
قتل ہوتے ہیں شب وروز بنام غیرت
پیار کرنے پہ بھی پابندی لگا دی جائے

(حکیم خان حکیم.....اٹک)

سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے بہاروں کا
کس نے مقام پرکھا ہے تاروں کا
حوصلہ دیتے ہیں آج کل کے یار بھی
وہ پہلے سا جلوہ نہ تھا نظاروں کا
یادوں کے سفر میں ہمیشہ سے تھا تنہا
بیگانوں سے پوچھ لیتا ہوں رشتہ رہگواروں کا
ہاتھ ملا کے بھی چھوڑ جاتے ہیں یہاں
زندگی رستہ ہے پھر سے خار زاروں کا
بے رخی سے تیری یہ زخم ملے ہیں ہم کو
وہ پہلے سا جذبہ نہیں رہا اب سہاروں کا
قسمت میں اپنی کچھ آنسو اور آہیں ہیں عالیہ ارم
موسم بدل گیا ہے آج پھر سے شراروں کا

(عالیہ ارم.....نکانہ صاحب)

دور بہت دور اجالا دکھتا ہے
ہر سو جھوٹ کا دھندا بکتا ہے
بھرے پڑے ہیں شاپنگ مال امیروں سے
غربت زدہ دو وقت کی روٹی کو سسکتا ہے
دباتے ہیں یہ ہر روز حق کسی غریب کا
ہو کے پر امید پھر محنت کش نکلتا ہے
چلتا ہے معیشت کا پہیہ مزدر کے سر پر
ہائے افسوس اژدھائے امیری انہیں کو نگلتا ہے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

یہاں تو مصنف بھی پڑے ہیں امیروں کی تجوری میں کاوش
تختۂ سولی غریب کے پیروں سے کھسکتا ہے

(ملک این اے کاوش اعوان۔۔۔۔۔سلانوالی)

چاہو گی مجھ سے جتنی میں اتنی وفا دوں گا
راہوں میں محبت کی میں پھول بچھا دوں گا
کیسا ہے ہنر مجھ میں یہ بھی بتا دوں گا
پتھر ہو تو پتھر کو آئینہ بنا دوں گا
تم مجھ سے جدا ہو کر کیا ہوگا ذرا دیکھو
میں خود کو مٹا دوں گا میں خود کو لٹا دوں گا
گمراہ نہ کہنا تم گمراہ نہیں ہوں میں
راہوں سے میں واقف ہوں منزل کا پتہ دوں گا
ماضی کی حسین یادوں نے روک لیا ورنہ
سوچا تھا تیرے لکھے ہر خط کو جلا دوں گا
نہ چھیڑ مجھے امتیاز جیسا بھی ہوں اچھا ہوں
تو چھیڑ کے کیا لے گا میں بول کے کیا دوں گا

(ایس امتیاز احمد۔۔۔۔۔کراچی)

کیا دیکھ رہا ہے کوئی مہتاب مرے خواب
جلنے لگے ہر شام سر آب میرے خواب
تحریر ہیں اک صفحہ تاریک پہ آنکھیں
اس متن میں لکھیں گے نئے باب میرے خواب
اک مہینہ کمیاب نے رکھے ہیں صدف میں
ابھریں گے کسی دن سرگرداب مرے خواب
بنجر ہوئے تعبیر کی حسرت میں زمانے
ابھرے تھے یہ کس لمحہ شاداب مرے خواب
نیندیں تری راہوں میں لٹانے کا نہیں غم
لیکن سر مژگان تھا جو اسباب میرے خواب
دیکھے ہیں مناظر کئی حیرت گۂ شب کے
اب ایک نظر دیدۂ بے خواب، مرے خواب

(ایس حبیب خان۔۔۔۔۔کراچی)

مکمل دو ہی دانوں پہ یہ تسبیح محبت ہے
جو آئے تیسرا دانہ، یہ ڈوری ٹوٹ جاتی ہے
مقرر وقت ہوتا ہے محبت کی نمازوں کا
ادا جن کی نکل جائے، ''قضا'' بھی چھوٹ جاتی ہے
اسے تکنے، اسے تکنے سے نیت ٹوٹ جاتی ہے
محبت دل کا سجدہ ہے جو ہے توحید پر قائم
نظر کے شرک والوں سے محبت روٹھ جاتی ہے۔

(احرام زل حسین۔۔۔۔۔اوکاڑہ)

☆۔۔۔☆۔۔۔☆

دلچسپ معلومات

☆۔۔۔روئی سے کاغذ تیار کرنا اندلس کے مسلمانوں کی ایجاد ہے۔
☆۔۔۔عینک اٹلی کی ایجاد ہے۔
☆۔۔۔سیفٹی پن امریکہ کے ہنٹ نے 1849ء میں ایجاد کی۔
☆۔۔۔گندھک کا تیزاب جابر بن حیان نے ایجاد کیا تھا۔(ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

شاہین کچن

نشاء رحمٰن.....ایبٹ آباد

پوٹیٹوبائیٹس

اجزاء: آلو تین عدد، نمک حسب ذائقہ، لہسن کے جوئے دو سے تین عدد، پیاز اور انڈا ایک ایک عدد، چھوٹی لال مرچیں دو سے تین عدد، سفید زیرہ ایک چائے کا چمچ، سموسے کی پٹیاں دو درجن، میدہ آدھی پیالی، ڈبل روٹی کا چورا اور کوکنگ آئل حسب ضرورت۔

ترکیب: آلوؤں کو ابال کر کانٹے سے کچل لیں، پیاز اور لہسن کو باریک کاٹ کر رکھ لیں۔ فرائنگ پین میں ایک کھانے کا چمچ کوکنگ آئل ڈال کر اس میں زیرہ اور لہسن کو ہلکا سنہرا فرائی کر لیں۔ اس میں کچلے ہوئے آلوؤں کو ڈال کر اچھی طرح ملا لیں اور چولہے سے اتار کر ٹھنڈا کر لیں۔ سموسے کی دو پٹیوں کو ایک دوسرے پر کراس کر کے رکھیں۔ پہلے نیچے والی پٹی کو اٹھا کر آپس میں بیدے کی لئی سے چپکا لیں پھر اوپر والی پٹی کو موڑ کر چپکائیں۔ ایک پیالے میں خشک میدہ رکھ لیں اور ساتھ ہی ڈبل روٹی کا چورا اور انڈہ پھینٹ کر علیحدہ پیالے میں رکھ لیں۔ تیار کیے ہوئے پوٹیٹوبائٹس کو پہلے خشک میدے میں لپیٹیں۔ پھر انڈے میں ڈبو کر آخر میں ڈبل روٹی کا چورا لگا لیں۔ تمام پوٹیٹوبائٹس کو اسی طرح تیار کر کے دس سے پندرہ منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ کڑاہی میں کوکنگ آئل کو درمیانی آنچ پر تین سے چار منٹ کے لیے گرم کریں اور پوٹیٹوبائٹس کو سنہری فرائی کریں۔

مرچی بوٹ

اجزاء: بڑی ہری مرچیں دس سے بارہ عدد، چکن بریسٹ ایک عدد، نمک حسب ذائقہ، لہسن کے جوئے تین سے چار عدد، چیڈر چیز ایک پیالی، چلی گارلک ساس دو سے تین کھانے کے چمچے، اولیو آئل تین سے چار کھانے کے چمچے۔

ترکیب: لہسن کے جوؤں کو کچل کر چکن پر نمک کے ساتھ لگائیں۔ گرل پین کو ہلکی آنچ پر سات منٹ تک چولہے پر گرم کریں اور اس میں ایک کھانے کا چمچ اولیو آئل ڈالیں۔ پھر اس پر چکن کو دونوں طرف سے سنہری ہونے تک گرل کر لیں۔ ہری مرچوں کو صاف دھو کر درمیان سے چیرا لگائیں اور ان کے بیج نکال لیں۔ فرائنگ پین میں اولیو آئل لگا کر ان مرچوں کو دو سے تین منٹ کے لیے الٹ پلٹ کر کے نکال لیں۔ گرل چکن کو چھوٹی بوٹیوں میں کاٹ لیں اور مرچوں میں تھوڑی تھوڑی بوٹیاں رکھ کر ان

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پر چلی گارلک ساس ڈالیں اور آخر میں کش کیا ہوا چیز ڈال دیں۔ان مرچوں پر برش کی مدد سے اولیو آئل لگا کران کو ایلومونیم فوائل میں لپیٹ دیں اور گرم اوون میں چار سے پانچ منٹ رکھ کر نکال لیں۔

پیزا ڈیٹ رول

اجزاء: کھجور آدھا کلو،میدہ آدھا کلو،نمک حسب ذائقہ،خشک خمیر،بیکنگ پاؤڈر ایک ایک چائے کا چمچہ،انڈا ایک عدد،خشک دودھ چار کھانے کے چمچے،کریم چیز دو کھانے کے چمچے،دودھ آدھی پیالی،بادام پستے حسب پسند اور کوکنگ آئل حسب ضرورت۔

ترکیب: کھجوروں کو صاف دھو کران کے بیج نکال لیں۔ایک پیالی گرم پانی ڈال کر ڈھانپ دیں اور آدھے گھنٹے بھگو کر رکھ دیں۔میدے میں نمک خمیر،بیکنگ پاؤڈر،خشک دودھ،انڈا کریم اور آئل ڈال کر اچھی طرح ملائیں۔پھر اسے تھوڑا تھوڑا پانی جس میں کھجور بھگو کر رکھی تھی ڈالتے ہوئے نرم گوندھ لیں۔پھر ڈھانپ کر بیس سے پچیس منٹ کیلئے گرم جگہ پر رکھ دیں۔کھجوروں میں دودھ ڈال کر ہلکی آنچ پر اتنی دیر پکائیں کہ دودھ خشک ہو جائے۔کانٹے کی مدد سے کھجور کو میش کریں اور باریک کٹے ہوئے بادام پستے ملا کر ٹھنڈا کر لیں۔گندھے ہوئے میدے کے پیڑے بنا کر انہیں لمبائی میں بیل کر لیں۔اور درمیان میں کھجور کا پیسٹ رکھ کر رول کر لیں۔یا رول کو چھوٹے ٹکروں میں کاٹ لیں اور کڑاہی میں درمیانی آنچ پر کوکنگ آئل کو تین سے چار منٹ گرم کر کے اس میں سنہری فرائی کر لیں یا تیار کئے ہوئے رول کو انڈے کی زردی سے برش کر کے پندرہ منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں۔پھر اس کے حسب پسند ٹکڑے کاٹ لیں اور 150C پر گرم کئے ہوئے اوون میں دس سے بارہ منٹ کے لیے بیک کر لیں۔

ونگز دوپیازہ

اجزاء: ونگز آدھا کلو،ادرک،لہسن اور لال مرچ ایک ایک کھانے کا چمچہ،نمک حسب ذائقہ،ہلدی آدھا چائے کا چمچہ،دھنیاں پسا ہوا ایک چائے کا چمچہ،پیاز تین عدد،دی اور کوکنگ آئل آدھی آدھی پیالی،ٹماٹر دو عدد۔

ترکیب: چکن ونگز کو دھو کر رکھ لیں،پیاز اور ٹماٹر کو باریک کاٹ لیں۔پین میں کوکنگ آئل اور ادرک،لہسن ڈال کر ایک سے دو منٹ فرائی کریں،پھر اس میں چکن ونگز کو سنہرا ہونے تک فرائی کریں اور اس میں پیاز اور ایک پیالی پانی ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیں۔اس دوران کڑاہی میں کوکنگ آئل ڈال کر درمیانی پانی کا چھینٹا دیتے ہوئے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڈھک دیں تا کہ ٹماٹرا چھی طرح گل جائیں۔اب اس میں نمک،لال مرچ،ہلدی اور دھنیا ڈال کر بھونیں اور ساتھ ساتھ پھینٹی ہوئی دہی شامل کرتے جائیں۔تین سے پینتیس منٹ پکا کر جب چکن ونگز گلنے پر آجائے تو اس میں بھنا ہوا مصالحہ شامل کر دیں اور اچھی طرح ملا کر ہلکی آنچ پر دم پر رکھ دیں۔پانچ سے سات منٹ بعد تیل علیحدہ ہونے پر چولہے سے اتار لیں اور گرم گرم پیش کریں۔

کیا آپ جانتے ہیں.....؟

☆.....شترمرغ 45 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے مگر اڑ نہیں سکتا۔

☆.....کھل فش دنیا کا واحد جانور ہے جس کے تین دل ہوتے ہیں۔

☆.....چیونٹی اپنے وزن سے 21 گنا زیادہ وزن اٹھا سکتی ہے۔

☆.....چمگادڑ دنیا کا واحد ممالیہ جانور ہے جو اڑ بھی سکتا ہے۔

☆.....سانپ کا ایک مرتبہ کا نکلا ہوا زہر 20 انسان کی ہلاکت کے لیے کافی ہے۔

☆.....دنیا میں مگرمچھ ایسا جانور ہے۔جو اپنی زبان باہر نہیں نکال سکتا۔

☆.....شترمرغ کے انڈے کا وزن تقریباً تین پونڈ ہوتا ہے۔

☆.....مور جیسے خوبصورت پرندے کی مرغوب غذا سانپ ہے۔

ملک اے بی شاہین.....سلانوالی

0301-6768160

اقوال زریں

☆.....سب سے بڑی فتح اپنے آپ کو فتح کرنا ہے۔

☆.....حقیر سے حقیر پیشہ اختیار کرنا ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔

☆.....لذت کی خاطر گناہ نہ کرو،لذت ختم ہو جائے گی مگر گناہ باقی رہے گا۔

☆.....سچی اور میٹھی بات بھی صدقہ ہے۔

☆.....احمق کی عقل اس کی زبان کے پیچھے اور عقلمند کی زبان عقل کے پیچھے ہوتی ہے۔

☆.....توبہ کرنا آسان لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔

☆.....غصہ ہمیشہ بیوقوفی سے شروع اور شرمندگی پر ختم ہوتا ہے۔

☆.....عورت کائنات کی بیٹی ہے اس پر غصہ نہ کرو۔

☆.....حسن بغیر سیرت اس پھول کی مانند ہے جس کی خوشبو نہ ہو۔

☆.....لوگ بیماری کی وجہ سے غذا چھوڑ دیتے ہیں لیکن عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے گناہ نہیں چھوڑتے۔

☆.....مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

☆.....اگر چڑیاں متحد ہو جائیں تو شیر کی کھال اتار سکتی ہیں۔

☆.....ایک بڑا درخت 35 بچوں کو آکسیجن فراہم کرتا ہے۔

☆.....☆.....☆

نگاہ مصطفیٰ کاوش.....سلانوالی

0302-2305767

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

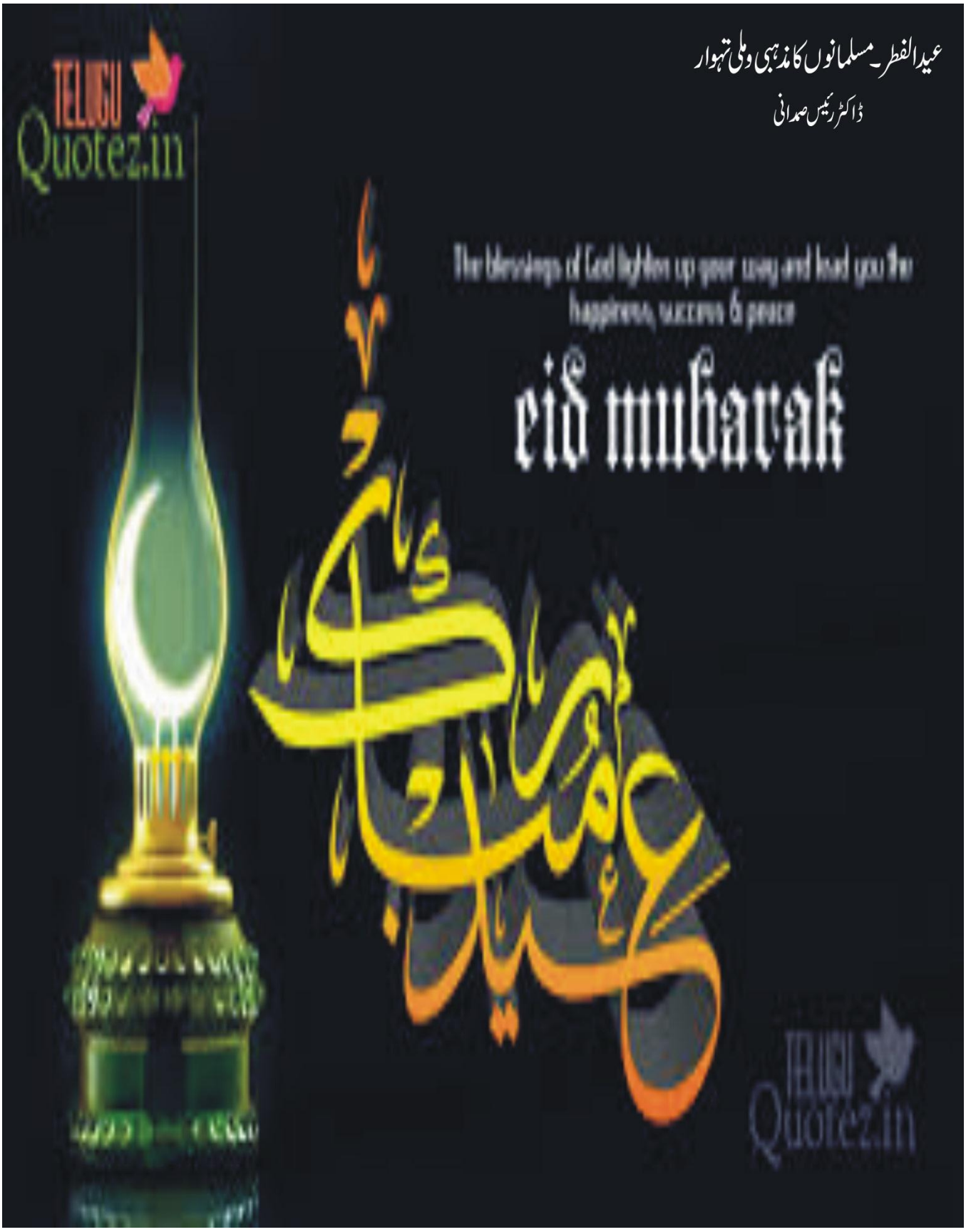

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

عیدُ الفطر۔ مسلمانوں کا مذہبی وملی تہوار (خصوصی اشاعت)

ڈاکٹر رئیس صمدانی

معروف سفر نامہ نگار و کالم نگار مستنصر حسین تارڑ کے بقول 'عید تو بچوں کے چہروں سے منسوب ہے۔ میرے والد کے لیے میرا چہرہ عید تھا، میرے لیے میرے بچوں کے چہرے عید اور اب پوتے، پوتیوں کے چہرے عید کا چاند ہیں۔ جب بھی وہ افق پر ابھرتے ہیں، گھر آتے ہیں تو بس وہی دن عید کا دن ہوجاتا ہے'۔ واقعی عید تو بچوں کی خوشی سے ہی ہوتی ہے، عید کے دن اپنے بچوں اور پوتے، پوتیوں، نواسوں اور نواسیوں کو دیکھ کر خوشی دوبالا ہوجاتی ہے۔ عید کے روز جب بچے خوبصورت، دیدہ زیب، رنگ برنگے کپڑے پہن کر، ہاتھ میں گھڑی، آنکھوں پر دھوپ کا چشمہ، بچیوں کے گلے میں پرس، ہاتھوں میں چمکتی جھل مل کرتی چوڑیاں، بالوں میں حسین کلپس، کانوں میں رنگین ٹوپس، انگلیوں میں انگھوٹیاں، پیروں میں میچنگ کے سینڈل، تتلیوں کی مانند ادھر سے ادھر، سلام کرتے، عیدی وصول کرتے، دوڑتے پھرتے ہیں تو یہ وہ لمحات ہوتے ہیں جب ہر دیکھنے والے کی روح تازہ ہوجاتی ہے، خوشی کا احساس کئی گنا بڑھ جاتا ہے، ان معصوم سی، کومل سی، کلیوں اور پھولوں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیے بغیر نہیں رہا جاسکتا ہے۔ عید کے دن کا یہ منظر اس بات کا مظہر ہوتا ہے کہ عید خوشی کا دن ہے، شکر بجالانے کا دن ہے، مسرت و شادمانی کا دن ہے۔

'عید الفطر' عربی زبا کا لفظ ہے جو 'عید' اور 'فطر' سے مرکب ہے۔ 'عید' کے لفظی معنی توجہ کرنے، مسرت وانبساط اور خوشی و شادمانی کے ہیں۔ یہ خوشی، جشن، فرحت اور چہل پہل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ بعض جگہ اس سے مراد لوٹنا، پلٹنا، واپس ہونا، پھر آنا کے بھی لیے گئے ہیں۔ وجہ اس کی یہ بیان کی گی ہے کہ چونکہ یہ دن ہر سال آتا ہے اور اس کے لوٹ آنے سے اس کی فرحت و مسرت اور برکت و سعادت کے لمحات بھی اس کے ساتھ لوٹ آتے ہیں اس لیے اس دن کو عید کہا جاتا ہے۔ لفظ 'فطر' کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں یعنی روزہ توڑنا، ختم کرنا، یکم شوال کو روزوں کا سلسلہ اختتام کو پہنچتا ہے، فطر کا لفظ کسی کام کو از سر نو یا پہلی بار کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اس روز اللہ تعالیٰ بندوں کو روزہ اور عبادات رمضان کو ثواب عطا فرماتے ہیں اسی وجہ سے اس تہوار کو عید الفطر کہا گیا ہے۔ عید الفطر کو 'چھوٹی عید' یا 'میٹھی عید' بھی کہا جاتا ہے جب کہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

عیدالضحیٰ کو 'بڑی عید' کہا جاتا ہے۔عید کی خوشیوں اور رسم و رواج کا آغاز یکم شوال یا عید کا چاند نظر آجانے کے ساتھ ہی ہوجاتا ہے، رمضام المبارک اسلامی مہینوں میں مبارک و برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ ہے، جب کہ شوال اسلامی کیلنڈر کا دسواں مہینہ ہے۔آخری روزے والے دن جوں ہی عید کا چاند نظر آتا ہے چھوٹے اپنے بڑوں کو چاند کا سلام کرتے اور بڑے ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں، اب چاند کی مبارک باد موبائل اور انٹرنیٹ، فیس بک، ای میل پر بھی ایک دوسرے کو دینے کی رسم نے مقبولیت حاصل کرلی ہے۔گھروں میں رات سے ہی صبح ہونے والی عید کی خوشیاں اور نماز عید کی تیاریاں شروع ہوجاتی ہے۔ فجر کی نماز کے بعد عید کی نماز کا وقت سورج کے ایک نیزہ کے برابر بلند ہوجانے پر ہوتا ہے، ہر نماز سے پہلے اذان اور اقامت کہی جاتی ہے لیکن عید کی نماز کو اذان اور اقامت سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے، عید کے نماز میں چھ اور جب کہ دوسرے مکتہ مفکر میں بارہ تکبیرات بھی ہوتی ہیں۔ صبح ہوتے ہی عید کی نماز کی تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں، غسل کے بعد نئے یا صاف ستھرے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر مرد حضرات اپنے بچوں کے ہمراہ مسجد یا عید گاہ کی جانب رواں دواں نظر آتے ہیں، مسواک کرنا بھی سنت ہے۔ راستے میں آہستہ آواز سے تکبیر 'اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ ، واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد' کا ورد کرتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ عید کی نماز عید گاہ میں ادا فرمایا کرتے تے۔ بخاری و مسلم شریف کی حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ 'اپنی عیدوں کو بکثرت تکبیر سے مزین کرو'۔نماز عید کے بعد احباب آپس میں گلے ملتے ہیں، ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دیتے ہیں۔نماز سے واپس گھر پہنچ کر اپنے گھر کی خواتین کے ساتھ عید کی خوشیاں شیر کرتے ہیں۔عیدی دینے اور لینے کی رسم ہوتی ہے، قریبی عزیز رشتہ داروں کے گھر جاتے ہیں، بعض احباب قبرستان جاتے ہیں اور دنیا سے رخصت ہوجانے والے اپنے عزیزوں کی قبور پر فاتح پڑتے ہیں۔ عید الفطر کے دن روزہ رکھنا رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے۔صدقہ فطر نماز عید سے قبل ادا کرنے کے احکامات ہیں ،صدقہ فطر ہر مسلمان، مرد، عورت، بچے، چھوٹے بڑے پر فرض ہے۔ اس کی ادائیگی نماز عید سے قبل تک کر دینا چاہیے۔ اگر صدقہ فطر نماز عید سے قبل ادا نہ ہوا تو یہ عام صدقہ شمار ہوتا ہے۔صدقہ فطر کی رقم اجناس کی نسبت سے مقرر کی جاتی ہے۔عام طور پر سو یا دو سو روپے فی کس ہی ہوتی ہے۔

مختلف قوموں میں خوشیاں اور تہوار منانے کی روایت بہت قدیم ہے، ہر قوم اور ہر نبی کے زمانے میں خوشیاں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

منانے کی رسم موجود نظر آتی ہے،اس دن اس قوم کے لوگ حسب روایت اچھا لباس زیب تن کیا کرتے،مزے مزے کے کھانے پکاتے،خود بھی کھاتے عزیز رشتہ داروں کو بھی کھلایا کرتے تھے۔مختصر یہ کہ خوشی و شادمانی کا اظہار کیا کرتے۔ یہ خوشیاں مختلف مواقعوں پر منائی جایا کرتی تھیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشیاں منانا انسان کی فطرت ہے۔تہوار مختلف قوموں کی تہذیب و معاشرت کے آئینہ دار ہوتے ہیں،ہر قوم اپنے رسم ورواج،مذہبی شعار، معتقدات کے مطابق اپنے تہوار مناتی ہے۔یہ تہوار ان کی عید ہوتی ہے۔جیسے عیسائیوں میں کرسمس،ہندوؤں میں ہولی،دیوالی،درگا پوجا،کرواچوتھ وغیرہ،سکھوں میں ویسا کی تہوار ان کے عید کے دن ہیں۔اس دن وہ بھر پور طریقے سے خوشیوں کا اہتمام کرتے ہیں۔مسلمانوں میں عید کا تہوار اسلام کے مزاج اور مسلمانوں کی اخلاقی،تہذیبی ،معاشرتی،تعلیمی و علمی اقدار کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ ہماری دینی وملی اقدار کا آئینہ دار ہے۔زکوۃ اور صدقہ فطر کی ادئیگی سے عید کی بنیادی روح کی تکمیل ہوتی ہے۔

مسلمانوں میں نبی آخری الزماں حضرت محمد ﷺ نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی اور مسلمانوں کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن خوشیاں منانے کی ہدایت فرمائی۔اس کا آغاز یکم شوال 2 ہجری مطابق 27 مارچ 624 عیسوی سے ہوا۔سنن ابی داؤد کی حدیث ہے،اسے مولانا محمد منظور نعمانی نے اپنی کتاب 'معارفِ الحدیث' میں بھی نقل کیا ہے ۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ (جن کی کافی تعداد پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکی تھی) دو تہوار منایا کرتے تھے،اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انہوں نے عرض کیا کہ: ہم جاہلیت میں (یعنی) اسلام سے پہلے یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج ہے جو اب تک چل رہا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لیے مقرر کر دیے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) یوم عید الاضحیٰ اور یوم عید الفطر''۔گویا رسول اللہ ﷺ نے عہد جاہلیت کے تہواروں کو منانے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں اپنے خصوصی انعام واکرام کے طور پر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے مبارک ایام مسلمانوں کو عطا فرمائے ہیں۔ عید الفطر کے دن ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے معمولات کے حوالے سے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث جسے 'معارف

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

الحدیث' میں نقل کیا گیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے رایو ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے تھے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رخ کر کے خطبہ کے لیے کھڑے ہوتے اور لوگ بدستور صفوں میں بیٹھے رہتے تھے، پھر آپ ان کو خطبہ و نصیحت فرماتے تھے اور احکام دیتے تھے اور آپ ﷺ کا ارادہ کوئی لشکر یا دستہ تیار کر کے کسی طرف روانہ کرنے کا ہوتا تو آپ ﷺ (عیدین کی نماز کے بعد) اس کو بھی روانہ فرماتے تھے یا کسی خاص چیز کے بارے میں آپ کو کوئی حکم دینا ہوتا تو اسی موقع پر وہ بھی دیتے تھے۔ پھر (ان سارے مہمات سے فارغ) آپ عیدگاہ سے واپس ہوتے تھے"۔

قرآن کریم کی سورۃ المائدہ کی آیت 114 میں حضرت عیسیٰؑ کی دعا کے حوالے سے عید کا تذکرہ آیا ہے۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ ابنِ مریم سے ان کے حواری ان سے خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ 'اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا آپ کا رب ہم سے آسمان سے کھانے کا ایک خوان اُتار سکتا ہے؟' تو حضرت عیسیٰؑ نے کہا: اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ اُنھوں نے کہا: ہم بس یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھانا کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ نے جو کچھ ہم سے کہا وہ سچ ہے اور ہم اس پر گواہ ہوں۔ اس پر عیسیٰ ابنِ مریم نے دُعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! ہم پر آسماں سے ایک خوان نازل کر، جو ہمارے لیے ہمارے اگلوں پچھلوں کے لیے خوشی (عربی میں لفظ 'عید' استعمال ہوا ہے) کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تُو بہترین رازق ہے'۔

عید سعید کے روز ہم جتنی بھی خوشیاں منائیں، جس جس طرح منائیں ہر صورت میں تہذیب، شائستگی، اسلامی اقدار اور اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔ رمضام المبارک میں ہم نے جو نیک اعمال کیے، روزے رکھے، نماز پڑھی، صدقہ و خیرات کیا، زکوٰۃ دی، برے کاموں سے بچیں رہیں۔ رمضان لمبارک میں مساجد نمازیوں سے بھری رہتی ہیں، احتکام کرنے والے احتکاف کرتے ہیں۔ الغرض نیکی اور اچھے اعمال کا یہ سلسلہ رمضان لمبارک کے بعد منقطع نہیں ہونا چاہیے۔ عید ہمارے لیے خوشیوں اور مسرتوں کا باعث تو ہو لیکن نیک اور اچھے اعمال کے منقطع ہونے کا باعث نا بنے۔ بقول شاعر:

آپ ادھر آئے ادھر دین اور ایمان گئے
عید کا چاند نظر آیا تو رمضان گئے

اکثر دیکھا گیا ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ شروع ہوا ادھر بازاروں، شاپنگ سینٹرز میں خریداروں کا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رش شروع ہوگیا، بازار اور شاپنگ سینٹرز رات رات پھر کھلے رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ آخری عید ہو اس کے بعد خریداری کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ عید کا مطلب ہرگز ہرگز فضول خرچی، بے جا اخراجات کرنا نہیں، قیمتی لباس پہننے کا نام نہیں، روزہ تو ہمیں صبر کا برداشت کا، اعتدال پسندی کا، سادگی کا، دوسروں کا خیال رکھنے کا درس دیتا ہے۔ عید تو اللہ کا شکر بجالانے کا نام ہے، رمضان المبارک ساتھ خیریت سے گزر گیا، ہم نے تمام روزے رکھے اور نیک اعمال کیے ان کا شکر ادا کرنے کا نام عید ہے، عید فضول خرچی کرنے، لہو ولعب، بدعت وخرافات اور خرمستیوں کا نام نہیں۔ رمضام المبارک اور عید کا اہتمام کر لینے کے بعد شوال کے چھ روزوں کا بہت ثواب ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ 'جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد ماہ شوال کے چھ نفلی روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہوگا'۔ اس حدیث مبارکہ کی تشریح مولانا محمد منظور نعمانی نے 'معارفِ الحدیث' میں یہ بیان کی ہے کہ رمضان کا مہینہ اگر 29 ہی دن کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے 30 روزوں کا ثواب دیتے ہیں اور شوال کے 6 نفلی روزے شامل کرنے کے بعد روزوں کی تعداد 36 ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون "الحسنة بعشر امثالها "ایک نیکی کا ثواب دس گنا) کے مطابق 36 کا دس گنا 360 ہو جاتا ہے اور پورے سال کے دن 360 سے کم ہی ہوتے ہیں۔ پس جس نے پورے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں 6 نفلی روزے رکھے وہ اس حساب سے 360 روزوں کے ثواب کا مستحق ہوگا اجر وثواب کے لحاظ سے یہ ایسا ہی ہوا جیسے کوئی بندہ سال کے 360 دن برابر روزے رکھے'۔ بس ہمیں چاہیے کہ رمضام المبارک کے رخصت ہو جانے کے بعد بھی اپنی نمازوں کو قائم رکھیں، نیکی اور اچھائی کا سلسلہ جاری وساری رکھیں۔

بچوں جیسی عادتیں

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نے لوگوں سے کہا:
اگر نیک بننا چاہتے ہو تو بچوں جیسی عادتیں اپنالو۔
لوگوں نے کہا: آپ کی بات کا مطلب کیا ہے.....؟
خلیفہ نے کہا بچوں میں سات عادتیں ہوتی ہیں اگر یہ بڑوں میں ہوں تو یہ صحیح معنوں میں مومن بن جائیں۔ وہ عادتیں یہ ہیں۔

☆.....بچے رزق کا غم نہیں کرتے۔
☆.....مل کر کھاتے ہیں۔
☆.....لڑتے ہیں تو دل میں کینہ نہیں رکھتے۔
☆.....لڑائی کے بعد صلح کرتے ہیں۔
☆.....ذرا سی دھمکی سے رونے لگتے ہیں۔
☆.....دشمن کا لباس نہیں پہنتے۔ (مقصود احمد۔ پاکپتن)

Downloaded from https://paksociety.com

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا

ہے پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ایڈ فری لنکس

ڈاؤنلوڈاور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

Downloaded from https://paksociety.com

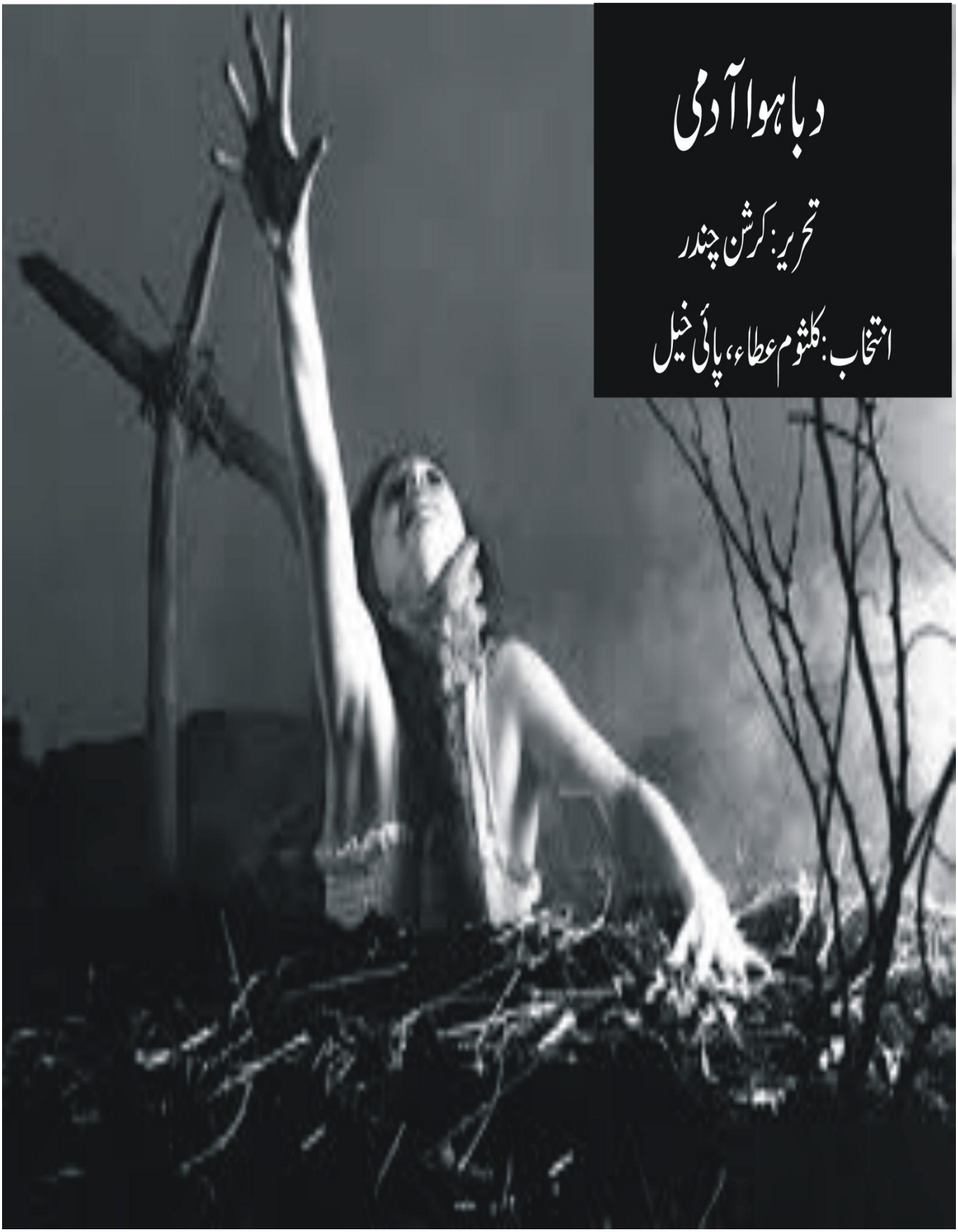

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دبا ہوا آدمی

تحریر: کرشن چندر

انتخاب: کلثوم عطاء، پائی خیل

رات کو بڑے زور کا جھکڑ چلا۔ سیکرٹریٹ کے لان میں جامن کا ایک درخت گر پڑا صبح جب مالی نے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ درخت کے نیچے ایک آدمی دبا پڑا ہے۔ مالی دوڑا دوڑا چپڑاسی کے پاس گیا۔ چپڑاسی دوڑا دوڑا کلرک کے پاس گیا۔ کلرک دوڑا دوڑا سپرنٹنڈنٹ کے پاس گیا۔ سپرنٹنڈنٹ دوڑا دوڑا باہر لان میں آیا۔ منٹوں میں درخت کے نیچے دبے ہوئے آدمی کے گرد مجمع اکٹھا ہو گیا۔ ''بے چارا! جامن کا پیڑ، کتنا پھلدار تھا''۔ ایک کلرک بولا'' اس کی جامنیں کتنی رسیلی ہوتی تھیں''۔ دوسرے کلرک نے یاد کرتے ہوئے کہا۔'' میں پھلوں کے موسم میں جھولی بھر کے لے جاتا تھا۔ میرے بچے اس کی جامنیں کتنی خوشی سے کھاتے تھے''۔ تیسرا کلرک تقریباً آبدیدہ ہو کر بولا۔'' مگر یہ آدمی؟''

سب کے سب آبدیدہ ہو گئے۔ مالی نے دبے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ کیا۔'' ہاں یہ آدمی''۔ سپرنٹنڈنٹ سوچ میں پڑ گیا۔'' پتہ نہیں زندہ ہے یا مر گیا؟'' ایک چپڑاسی نے آبدیدہ ہو کر پوچھا'' مر گیا ہو گا، اتنا بھاری تنا جس کی پیٹھ پر گرے، وہ کیسے بچ سکتا ہے'' دوسرا چپڑاسی بولا ۔ ''نہیں، میں زندہ ہوں۔'' دبے ہوئے آدمی نے بمشکل کراہ کر کہا۔'' درخت کو ہٹا کر اسے جلدی سے نکال لینا چاہئے۔'' مالی نے مشورہ دیا۔ مگر!'' مشکل معلوم ہوتا ہے ''۔ ایک کابل اور موٹا چپڑاسی بولا۔'' درخت کا تنا بہت موٹا اور وزنی ہے''۔'' کیا مشکل ہے؟'' مالی بولا ۔'' اگر سپرنٹنڈنٹ صاحب حکم دیں تو ابھی پندرہ بیس مالی، چپڑاسی اور کلرک زور لگا کر درخت کے نیچے سے دبے ہوئے آدمی کو نکالا جا سکتا ہے''۔'' مالی ٹھیک کہتا ہے''۔ بہت سے کلرک ایک دم بول پڑے۔'' لگاؤ زور ہم تیار ہیں۔'' ایک دم بہت سے لوگ درخت اٹھانے کو تیار ہو گئے۔

'' ٹھہرو'' سپرنٹنڈنٹ بولا۔'' میں انڈر سیکریٹری سے مشورہ کر لوں۔'' سپرنٹنڈنٹ انڈر سیکریٹری کے پاس گیا، انڈر سیکریٹری، ڈپٹی سیکریٹری کے پاس گیا، ڈپٹی سیکریٹری، جوائنٹ سیکریٹری کے پاس اور جوائنٹ سیکریٹری چیف سیکریٹری کے پاس گیا، چیف سیکریٹری نے جوائنٹ سیکریٹری سے کچھ کہا، جوائنٹ سیکریٹری نے ڈپٹی سیکریٹری سے کہا، ڈپٹی سیکریٹری نے انڈر سیکریٹری سے کہا، فائل چلتی رہی اسی میں آدھا دن گزر گیا، دوپہر کے کھانے پر دبے ہوئے آدمی کے گرد بھیڑ ہو گئی، لوگ طرح طرح کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

باتیں کررہے تھے، کچھ منچلے لڑکوں نے معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا وہ حکومت کے فیصلے کا انتظار کئے بغیر درخت کو خود ہٹانے کا تہیہ کررہے تھے کہ اتنے میں سپرنٹنڈنٹ بھاگا بھاگا آیا اور بولا۔ ''ہم لوگ خود اس درخت کو یہاں سے نہیں ہٹا سکتے۔'' ہم لوگ محکمہ تجارت سے متعلق ہیں اور یہ درخت کا معاملہ ہے جو محکمہ زراعت کو بھیج رہا ہوں، وہاں سے جواب آتے ہی اس درخت کو ہٹوا دیا جائے گا''۔

دوسرے دن محکمہ زراعت سے جواب آیا کہ درخت محکمہ تجارت کے لان میں گرا ہے اس لئے درخت ہٹوانے یا نہ ہٹوانے کی ذمہ داری محکمہ تجارت پر عائد ہوتی ہے۔ جواب پڑھ کر محکمہ تجارت کو غصہ آ گیا، انہوں نے فوراً لکھا کہ پیڑوں کو ہٹانے یا نہ ہٹوانے کی ذمہ داری محکمہ زراعت پر عائد ہوتی ہے محکمہ تجارت کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں دوسرے دن بھی فائل چلتی رہی، شام کو جواب آ گیا۔ ''ہم اس معاملے کو ہارٹی کلچرل ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کررہے ہیں کیونکہ یہ ایک پھل دار درخت کا معاملہ ہے اور ایگری کلچرل ڈیپارٹمنٹ صرف اناج اور کھیتی باڑی کے معاملوں میں فیصلہ کرنے کا مجاز ہے۔ جامن کا پیڑ ایک پھلدار پیڑ ہے اس لئے یہ پیڑ ہارٹی کلچرل ڈیپارٹمنٹ کے دائرہ اختیار میں آتا ہے''۔

رات کو مالی نے دبے ہوئے آدمی کو دال بھات کھلایا۔ حالانکہ لان کے چاروں طرف پولیس کا پہرہ تھا کہ کہیں لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر درخت کو خود ہٹانے کی کوشش نہ کریں۔ مگر ایک پولیس والے کو رحم آ گیا اور اس نے مالی کو دبے ہوئے آدمی کو کھانا کھلانے کی اجازت دے دی۔ مالی نے دبے ہوئے آدمی سے کہا'' تمہاری فائل چل رہی ہے، امید ہے کہ کل تک یہ فیصلہ ہو جائے گا۔'' دبا ہوا آدمی کچھ نہ بولا۔ پھر تیسرے دن ہارٹی کلچرل ڈیپارٹمنٹ سے جواب آ گیا۔ بڑا کڑا جواب تھا اور طنز آمیز۔ ہارٹی کلچرل ڈیپارٹمنٹ کا سیکریٹری، ادبی مزاج کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے لکھا تھا۔ ''حیرت ہے اس سمے میں جب ہم درخت اگاؤ سکیم بڑے پیمانے پر چلا رہے ہیں، ہمارے ملک میں ایسے سرکاری افسر موجود ہیں جو درختوں کو کاٹنے کا مشورہ دیتے ہیں اور وہ بھی ایک پھلدار درخت کو اور وہ بھی جامن کے درخت کو، جس کے پھل عوام بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔ ہمارا محکمہ کسی حالت میں اس پھلدار درخت کو کاٹنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔''

''اب کیا کیا جائے؟'' ایک منچلے نے کہا۔ ''اگر درخت کاٹا نہیں جا سکتا تو اس آدمی کو کاٹ کر نکال لیا جائے۔'''' یہ دیکھئے'' اس آدمی نے اشارہ سے بتایا'' اگر اس آدمی کو عین بیچ میں سے یعنی دھڑ کے مقام سے کاٹا جائے تو آدھا آدمی ادھر سے نکل آئے گا، آدھا ادھر سے باہر آ جائے گا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اور درخت وہیں کا وہیں رہے گا"۔مگر اس طرح تو میں مر جاؤں گا" دبے ہوئے آدمی نے احتجاج کیا۔

"یہ بھی ٹھیک کہتا ہے۔" ایک کلرک بولا۔آدمی کو کاٹنے والی تجویز پیش کرنے والے نے پرزور احتجاج کیا۔" آپ نہیں جانتے آجکل پلاسٹک سرجری کتنی ترقی کر چکی ہے میں تو سمجھتا ہوں اگر اس آدمی کو کاٹ کر نکال لیا جائے تو پلاسٹک سرجری کے ذریعے دھڑ کے مقام پر اس آدمی کو پھر سے جوڑا جا سکتا ہے"۔

مگر! مگر یہ کیسے۔۔۔۔۔۔اب کے فائیل کو میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں بھیج دیا گیا،میڈیکل ڈیپارٹمنٹ نے فوراً اس پر ایکشن لیا اور جس دن فائیل ان کے محکمے میں پہنچی، اس کے دوسرے ہی دن اپنے محکمے کا سب سے قابل پلاسٹک سرجن وہاں تحقیقات کے لئے بھیج دیا۔سرجن نے دبے ہوئے آدمی کو اچھی طرح ٹٹول کر،اس کی صحت دیکھ کر ،خون کا دباؤ، سانس کی آمد و رفت، دل اور پھیپھڑوں کی جانچ کر کے رپورٹ بھیج دی کہ اس آدمی کا پلاسٹک آپریشن ہو سکتا ہے اور آپریشن کامیاب ہو جائیگا،مگر آدمی مر جائیگا۔ لہذا یہ تجویز رد کر دی گئی۔رات کو مالی نے دبے ہوئے آدمی کو منہ میں کھچڑی ڈالتے ہوئے اسے بتایا" اب معاملہ اوپر چلا گیا ہے، سنا ہے کل سیکریٹریٹ کے سارے سیکریٹریوں کی میٹنگ ہوگی،اس میں تمہارا کیس رکھا جائیگا،امید ہے سب کا ٹھیک ہو جائیگا"۔

دبا ہوا آدمی ایک آہ بھر کر آہستہ سے بولا

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

مالی نے اچنبھے سے منہ میں انگلی دبائی حیرت سے بولا" کیا تم شاعر ہو!" دبے ہوئے آدمی نے آہستہ سے سر ہلایا، دوسرے دن مالی نے چپڑاسی کو بتایا، چپڑاسی نے کلرک کو، کلرک نے ہیڈ کلرک کو۔تھوڑے ہی عرصے میں سیکریٹریٹ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ دبا ہوا آدمی شاعر ہے۔بس پھر کیا تھا ،لوگ جوق در جوق شاعر کو دیکھنے کے لئے آنے لگے۔اس کی خبر شہر میں بھی پھیل گئی اور شام تک محلے محلے سے شاعر جمع ہونا شروع ہو گئے۔سیکریٹریٹ کا لان بھانت بھانت کے شاعروں سے بھر گیا اور دبے ہوئے آدمی کے گرد ایک مشاعرہ بپا ہو گیا۔سیکریٹریٹ کے کئی کلرک اور انڈر سیکریٹری تک جنہیں ادب اور شعر سے لگاؤ تھا رک گئے، کچھ شاعر دبے ہوئے آدمی کو اپنی غزلیں اور نظمیں سنانے لگے، کئی کلرک اس سے اپنی غزلوں پر اصلاح لینے کے لئے مصر ہونے لگے۔جب پتہ چلا کہ دبا ہوا آدمی ایک شاعر ہے تو سیکریٹریٹ کی سب کمیٹی نے فیصلہ دیا کہ چونکہ دبا ہوا آدمی شاعر ہے لہذا اس فائیل کا تعلق ایگریکلچرل ڈیپارٹمنٹ سے ہے نہ ہارٹی کلچرل ڈیپارٹمنٹ سے، بلکہ صرف کلچرل

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ چنانچہ کلچرل ڈیپارٹمنٹ سے استدعا کی گئی کہ جلد از جلد اس معاملے کا فیصلہ کر کے بدنصیب شاعر کو اس شجر سایہ دار سے رہائی دلائی جائے۔ فائیل کلچرل ڈیپارٹمنٹ کے مختلف شعبوں سے گزرتی ہوئی ادبی اکادمی کے سیکریٹری کے پاس پہنچی۔ بیچارہ سیکریٹری اسی وقت اپنی گاڑی میں سوار ہو کر سیکریٹریٹ پہنچا اور دبے ہوئے آدمی سے انٹرویو لینے لگا۔ ''تم شاعر ہو؟ واقعی شاعر ہو؟'' اس نے پوچھا۔ ''جی ہاں بیشک'' دبے ہوئے آدمی نے جواب دیا۔ کیا تخلص کرتے ہو؟

''اوس''۔ ''اوس؟'' سیکریٹری زور سے چیخا۔ ''کیا تم وہ اوس ہو جس کا مجموعہ کلام ''اوس کے پھول'' حال ہی میں شائع ہوا ہے؟ دبے ہوئے آدمی نے اثبات میں سر ہلایا۔ کیا تم ہماری اکادمی کے ممبر ہو؟؟ ''نہیں'' ''حیرت ہے! سیکریٹری زور سے چیخا۔ اتنا بڑا شاعر، اوس کے پھول کا مصنف اور ہماری اکادمی کا ممبر نہیں۔ اف! اف! کیسی غلطی ہو گئی ہم سے کتنا بڑا شاعر اور کیسے گوشہ گمنامی میں دبا پڑا ہے !''

''گمنامی میں نہیں، ایک درخت کے نیچے دبا ہوں، براہ کرم مجھے اس درخت کے نیچے سے نکالئے'' ابھی بندوبست کرتا ہوں۔ سیکریٹری فوراً بولا اور جا کر اپنے محکمے میں رپورٹ کی، دوسرے دن سیکریٹری بھاگا بھاگا شاعر کے پاس آیا اور بولا۔ ''مبارک ہو'' مٹھائی کھلاؤ۔ ہماری سرکاری اکادمی نے تمہیں اپنی مرکزی کمیٹی کا رکن چن لیا، یہ لو پروانہ انتخاب'' ''مگر مجھے اس درخت کے نیچے سے نکالو''۔ دبے ہوئے آدمی نے کراہ کر کہا۔ اس کی سانس بڑی مشکل سے چل رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شدید کرب میں مبتلا ہے'' ''یہ ہم نہیں کر سکتے '' سیکریٹری نے کہا اور جو ہم کر سکتے تھے وہ ہم نے کر دیا ہے۔ بلکہ ہم تو یہاں تک کر سکتے ہیں کہ اگر تم مر جاؤ تو تمہاری بیوی کو وظیفہ دے سکتے ہیں'' میں ابھی زندہ ہوں'' شاعر رک رک کر بولا۔ ''مجھے زندہ رکھو'' ''مصیبت یہ ہے'' سرکاری ادبی اکادمی کا سیکریٹری ہاتھ ملتے ہوئے بولا ''ہمارا محکمہ صرف کلچر سے متعلق ہے درخت کاٹنے کا معاملہ قلم دوات سے نہیں آری، کلہاڑی سے متعلق ہے اس کے لئے ہم نے فارسٹ ڈیپارٹمنٹ کو لکھ دیا ہے اور ارجنٹ لکھا ہے''۔ شام کو مالی نے آ کر دبے ہوئے آدمی کو بتایا۔ کل فارسٹ ڈیپارٹمنٹ کے آدمی آ کر اس درخت کو کاٹ دیں گے اور تمہاری جان بچ جائے گی'' مالی بہت خوش تھا۔ دبے ہوئے آدمی کی صحت جواب دے رہی تھی مگر وہ کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی کے لئے لڑے جا رہا تھا، کل تک صبح تک کسی طرح اپنی زندگی کے لئے لڑے جا رہا تھا۔ کل تک صبح تک ۔۔۔۔۔۔ کسی نہ کسی طرح اسے زندہ رہنا ہے،

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دوسرے دن جب فارسٹ ڈیپارٹمنٹ کے آدمی آری ، کلہاڑی لیکر پہنچے تو ان کو درخت کاٹنے سے روک دیا گیا، معلوم ہوا کہ محکمہ خارجہ سے حکم آیا تھا کہ اس درخت کو نہ کاٹا جائے وجہ یہ تھی کہ اس درخت کو دس سال پہلے حکومت پی ٹونیا کے وزیر اعظم نے سیکریٹریٹ کے لان میں لگایا تھا اب اگر یہ درخت کاٹا گیا تو اس امر کا شدید اندیشہ ہے کہ حکومت پی ٹونیا سے ہمارے تعلقات ہمیشہ کے لئے بگڑ جائیں۔ ”مگر ایک آدمی کی جان کا سوال ہے“۔

ایک کلرک غصے سے چلایا ” دوسری طرف دو حکومتوں کے تعلقات کا سوال ہے“ دوسرے کلرک نے پہلے کلرک کو سمجھایا اور یہ بھی تو سمجھو کہ حکومت پی ٹونیا ہماری حکومت کو کتنی امداد دیتی ہے، کیا ہم اس کی دوستی کی خاطر ایک آدمی کی زندگی کو بھی قربان نہیں کر سکتے ؟“

” شاعر کو مر جانا چاہئے“ ،” بلاشبہ“ مگر نہیں ، انڈر سیکریٹری نے سپرنٹنڈنٹ کو بتایا۔” آج صبح وزیر اعظم دورے سے واپس آ گئے ہیں۔آج چار بجے محکمہ خارجہ اس درخت کی فائیل ان کے سامنے پیش کرے گا وہ جو فیصلہ دیں گے وہی سب کو منظور ہوگا۔شام کو پانچ بجے سپرنٹنڈنٹ خود شاعر کی فائیل لے کر اس کے پاس آیا” سنتے ہو؟“ آتے ہی وہ خوشی سے فائیل ہلاتے ہوئے چلایا ۔وزیر اعظم نے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دے دیا ہے اس واقعہ کی ساری بین الاقوامی ذمہ داری انہوں نے اپنے سر لے لی ہے۔کل یہ درخت کاٹ دیا جائیگا اور تم اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر لو گے ۔ ” سنتے ہو؟“ ” آج تمہاری فائیل مکمل ہوگئی“۔سپرنٹنڈنٹ نے شاعر کے بازو کو ہلا کر کہا۔مگر شاعر کا ہاتھ سرد تھا۔

آنکھوں کی پتلیاں بے جان تھیں اور چیونٹیوں کی ایک لمبی قطار اس کے منہ میں جا رہی تھی اس کی زندگی کی فائیل بھی مکمل ہو چکی تھی۔ جب شاعر فوت ہو گیا اور یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی تو کہرام مچ گیا قومی شاعر گزر گیا

☆-----☆-----☆۔

کلثوم عطاء ،معرفت ،فتح محمد عرشی ،محلہ دروخیل ، شہرو ڈاکخانہ پائی خیل ،تحصیل و ضلع میانوالی۔

انمول موتی

☆-----جہالت روح کی فاقہ کشی ہے۔(جون ایلیا)

☆-----ان کی خاموشی سے ڈرجن کا آپ نے دل دکھایا ہے کیونکہ اگر انہوں نے کچھ کہا نہیں یا کیا نہیں تو بدلے میں اللہ ضرور کرے گا۔

☆-----کچھ زندہ لوگ ہمارے اندر اپنے کردار کی وجہ سے قبل از وقت مر جاتے ہیں۔

☆-----لفظ اور رویے پر بے نقش نہیں ہوتے کہ وقت کی لہریں ان کے نقوش مٹا دیں بلکہ یہ دل پر کندہ ہو کر اپنے آثار تادیر قائم رکھتے ہیں۔

☆-----کسی بے قصور انسان کو ذلیل کرتے ہوئے آپ اسے اس کی اوقات یاد نہیں دلا رہے ہوتے بلکہ اپنی اوقات دکھا رہے ہوتے ہیں۔

ملک اے بی شاہین-----سلانوالی سرگودھا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

حق کی آواز

اسماء کنول

رات کی تاریک خاموشی میں ذہن کے دریچے پر بہت سے خیالات نے ایک ساتھ قدم جمائے, میری تصورات کی دنیا روشن ھوئی, میں بذات خود منصف کی کرسی پر براجمان ہوئی۔زندگی میں کیا کھویا,کیا پایا اور کیا پانا ہے،کا سنگین مسئلہ زیر غور تھا۔میری حسرتیں اور محرومیاں سر اٹھائے مجرم کے کٹہرے میں موجود تھیں,جن پر آنکھوں کی خواب نگری میں بسنے والے خوابوں کے قتل کا مقدمہ عائد تھا۔

میری خالی آنکھیں انصاف کا مطالبہ کر رہی تھیں ,اور اشکوں کا جلوس مجھیرا اساں کرنے کی کوشش میں تھا,میرا حوصلہ میری حسرتوں اور محرومیوں کی مکمل حمایت کا اعلان کر رھا تھا۔دل و دماغ میں عجیب وحشی جنگ جاری تھی۔ دل حسرتوں اور محرومیوں کو باعث شرمندگی قرار دے کر آنے والے وقت میں اپنی آواز سننے پر مجبور کر رھا تھا,اور آئندہ ہمیشہ کے لیئے اپنی جیت پر زور دے رہا تھا اور دماغ اس کے برعکس معاملہ فہمی سے کام لینے پر مجبور کر کے حوصلے کی پشت پر ہمت کی تھپکی دے رہا تھا۔

دل و دماغ میں عجیب وحشیانہ جنگ جاری تھی۔ مجھے جج کے فرائض انجام دینے تھے۔میں عجیب کشمکش سے دوچار تھی۔خشک ہونٹوں کو زبان سے تر کر کے میں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور زور سے آنکھیں بند کر لیں۔دل کی بے ترتیب دھڑکنیں میرے پورے وجود کو لرزہ دینے کے لیئے کافی تھی۔میں آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چھپے اندھیرے میں اپنے لیئے کوئی روشنی کا راستہ ڈھونڈنے کی ناکام سعی کرنے لگی لیکن مستقل اندھیرے میں بھٹکتی رہی۔میری حالت ابتر ہوتی گئی۔کشش و پنج میں مبتلا ناکامی کے بوجھ تلے میں دبتی جا رہی تھی اور ہارے ہوئے وجود کو دلاسہ دینے میں بھی مکمل طور پر ناکام رہی اور پھر نہ جانے کب اشکوں کی برسات سے اپنے آنکھ کے دامن میں پلنے والے خوبصورت خوابوں کو دفنانے لگی۔

باغی دل جیت رہا تھا اور دماغ اپنے حوصلے اور ہمت سمیت ہارنے ہی لگا تھا کہ قسمت کی بازی نے پلٹا کھایا اور اچانک مجھے صحیح سمت میں روشنی دکھائی دی...... جانے رات کا وہ کونسا پہر تھا۔جب فضا میں بلند ہوتی ہوئی اللہ اکبر کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔میری آنکھیں کھل گئیں۔

اللــه اکبـر الله اکبر کی صدا جیسے ہی میرے کانوں سے میرے اندر اتری۔ میرے دل و دماغ روشن ہوتے چلے گئے۔

اشهدان الله اله الا الله

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ایک سکون میرے من میں پھیلنے لگا

اشهدان محمد الرسول الله

کوئی دکھ ,دکھ نہیں لگ رہا تھا۔کوئی حسرت ,حسرت نہ رہی اور کسی محرومی کا احساس باقی نہ رہا۔بس وہی تھا جو مجھے بلا رہا تھا

حی علی الصلوۃ.....آؤنماز کے طرف

حی علی الفلاح.....آؤفلاح کی طرف

اس کی ذات نے ایک بار مجھے اپنے ہونے کی دلیل دی۔اپنی قدرت سے پھر مجھے پستیوں میں گرنے سے بچا لیا۔اور ایک بار میری سوچ کو نئی تقویت بخشی۔میرے اشک تھم گئے۔میرا راستہ روشن ہو گیا۔منزل سامنے ہی تھی۔اور زبان پر ورد جاری تھا۔

﴿فبای آلاء ربکما تکذبان﴾

(اور تم خدا تعالی کی کون کون سی نعمتوں کو ٹھکراؤ گے)

ہندو کا سوال

ایک ہندو نے حضرت علیؓ سے سوال کیا۔"ہندو مردے جلاتے ہیں جبکہ مسلمان مردے دفناتے ہیں کیوں؟"

آپؓ نے جواب دیا۔کچرا جلایا جاتا ہے اور خزانہ چھپایا جاتا ہے۔ (فضہ یوسف، بہاولپور)

نیک صحبت کا اثر

حضور پاک ﷺ ایک روز صحابہ کرامؓ کے پاس تشریف لائے تو وہ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ "آپ کیوں طرح بیٹھے ہو؟"

عرض کیا:"یارسول اللہ ﷺ!ہم اس لیے بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالی کا ذکر کریں اور جو اس نے ہمیں اسلام کی دولت سے مالامال فرمایا ہے اس کے احسان پر شکر ادا کریں۔"

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کے ذکر و شکر کے لیے بیٹھنے والو!اللہ تعالی تم پر فرشتوں سے فخر کر رہا ہے۔"

بخاری شریف کی حدیث ہے:

'اگر کوئی شخص یاد الٰہی میں مصروف رہنے والوں کے پاس آ کر بیٹھ جائے،اگرچہ وہ کسی دوسرے مقصد کے لیے آیا ہو تو اللہ تعالی اس کے گناہ بھی بخش دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ:

"میں نے ان کی محفل میں بیٹھنے والوں کو بھی معاف کر دیا۔میری یاد کرنے والے ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔"

(امبر ذکاء مغل، گوجرانوالہ)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

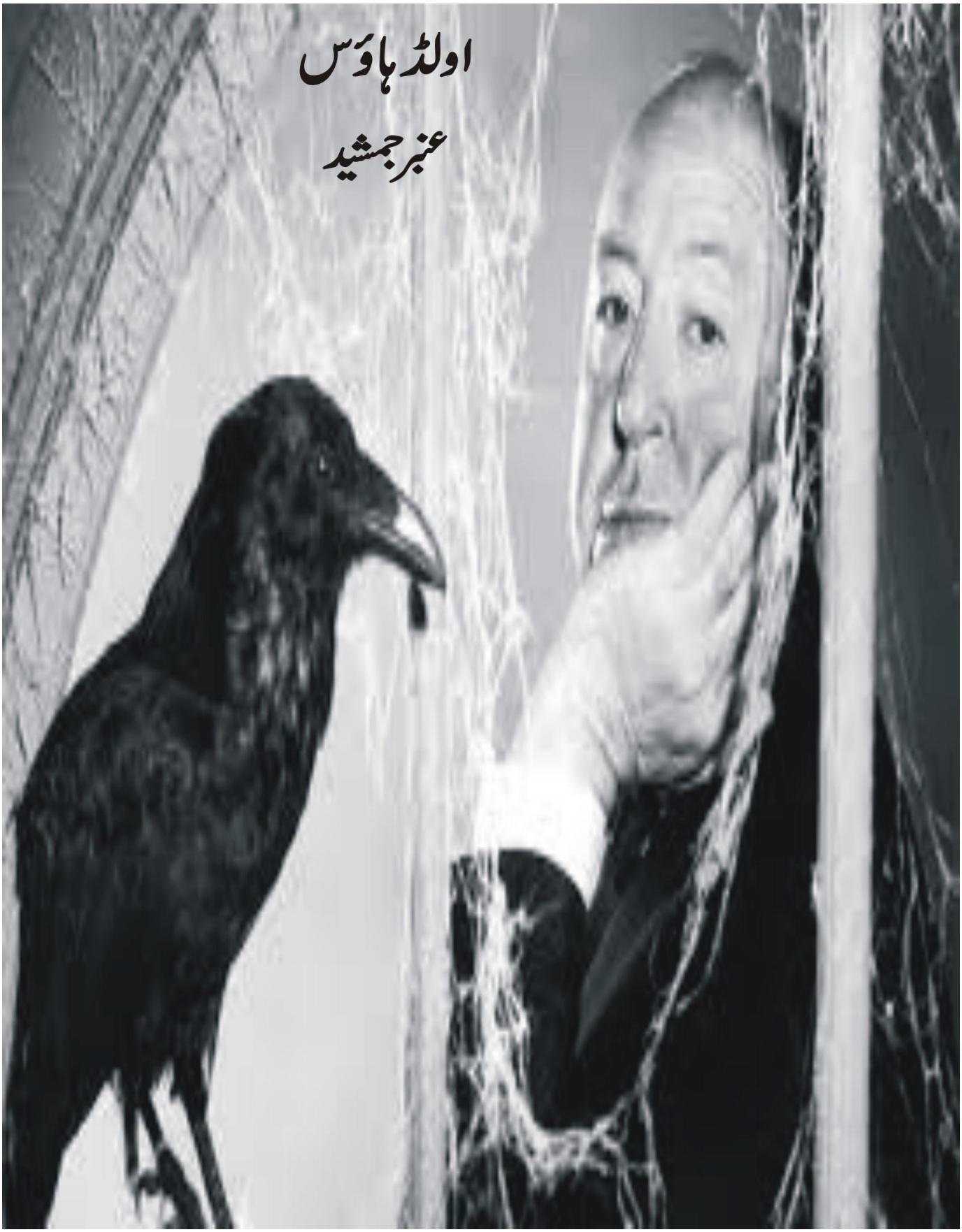

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اولڈ ہاؤس

عنبر جمشید

'اولڈ از گولڈ۔'' اچانک ایک آواز ہمارے آلۂ سماعت کے پردے کو چاک کرتی ہوئی ذہن میں گھسی اور ہمارے ذہن میں موجود انتشار کو کچھ اور بڑھا گئی۔ ہم نے گھبرا کر آواز کی سمت نظریں گھمائیں، اپنے چشمے کو سیدھا کیا اور گھور کر فائزہ کو دیکھا۔

''صحیح کہہ رہی ہوں نا!'' فائزہ نے ہمیں خاموش دیکھ کر اپنی بات کی تائید چاہی۔

''ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' ہم نے اپنا سر اثبات میں ہلایا کیوں کہ زبان میں فی الحال اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ فائزہ کی زبان کی طرح چل سکتی۔ پھر سوچا کہ صرف اتنی سی بات سے اس کی تشفی کہاں ہو سکتی ہے؟ اس لیے بات کو ذرا طویل ہونا چاہیے۔

''واقعی اولڈ از گولڈ۔ عجائب گھر میں تاریخ کی کتنی پرانی اشیاء محفوظ ہیں۔ ارے بھئی وہ قیمتی ہیں تو محفوظ ہیں نا! اور وہ تاریخی عمارتیں، وہ بھی تو ہمارا سرمایہ ہیں۔ پھر حضور پاک صاحبِ لولاک ﷺ سے منسوب تبرکات بھی تو لاہور کے عجائب گھر میں موجود ہیں۔ بے شک وہ سونے سے بنی اشیاء نہیں ہیں لیکن سونے سے زیادہ قیمتی ہیں۔ واقعی اولڈ از گولڈ۔'' ہمارے پاس جتنی معلومات تھیں ہم نے ساری ایک ہی دفعہ فائزہ پر جھاڑ دیں۔ البتہ ہماری آنکھیں سرچ لائٹوں کی طرح گھوم کر کوئی اور معلومات بھی ڈھونڈ رہی تھیں۔

''لیکن.....'' اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''لیکن کیا؟'' ہماری نظر درخت پر بنے چڑیا کے گھونسلے پر ٹھہر گئی جہاں چڑیا کا ایک چھوٹا سا بچہ چوں چوں کر رہا تھا۔ ارے! ہم آپ کو یہ بتانا تو بھول ہی گئے کہ ہمارے گھر کے صحن میں ایک بڑا سا برگد کا درخت بھی ہے اور ہم نے جب بھی باٹنی میں سر کھپانا ہو تو خود کو اسی درخت کے نیچے کھپا لیتے ہیں۔

''بوڑھے لوگ بھی تو گولڈ ہوتے ہیں نا!'' اس نے اپنے لیکن کی وضاحت کی۔

''ہاں، وہ اس صورت میں جب کہ وہ جائداد والے ہوں یا انھیں اچھی پینشن ملتی ہو ورنہ تو زحمت ہی ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اسی وقت میری نظر پھر چڑیا کے گھونسلے پر گئی وہاں اب بچہ اکیلا نہیں تھا بلکہ ایک چڑیا بھی آ چکی تھی اور اس کے منہ میں کچھ ڈال رہی تھی۔ میری سوچیں کہیں اور بھٹک جاتیں اگر فائزہ مجھے دوبارہ مخاطب نہ کرتی۔

''نہیں عنایہ، بوڑھے تو اصل سرمایہ ہیں۔ کتنی محنت

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

مشقت سے وہ ہمیں بڑا کرتے ہیں؟ کتنی پیار سے انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتے ہیں۔ زمانے کی سخت دھوپ سے ہمیں بچاتے ہیں اور خود ہماری خاطر دھوپ سہتے ہیں، اگر ہم بیمار ہو جائیں تو ساری ساری رات جاگتے ہیں کچھ کھاتے بھی نہیں جب تک ہم نہ کھالیں۔'' فائزہ کہتی جارہی تھی اور میں اثبات میں سر ہلاتی جارہی تھی۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔'' جب فائزہ سانس لینے کے لیے رکی تو میں نے کہا۔

''ماں.....اس کا حق تو ہم ادا ہی نہیں کر سکتے۔ اپنی راتوں کی نیند ہمارے لیے قربان کر دیتی ہے، ہماری آنکھ بے وقت کھل جائے تو وہ ساری رات خود جاگ کر ہمیں سلاتی رہتی ہے۔ سردیوں کے دنوں اور راتوں میں ہمارے کپڑے خراب ہو جانے پر سخت سردی کے باوجود ہمیں نئے کپڑے دے کر پرانے دھوتی ہے اور اف تک نہیں کرتی۔ خدا نے اپنی محبت کی مثال ماں کی محبت سے دی ہے۔'' فائزہ کہتی جارہی تھی اور میں سوچ رہی تھی کہ شاید دنیا کی ہر ماں ایسی ہی مہربان ہوتی ہے چاہے وہ کسی انسان کی ماں ہو یا ایک چڑیا کے بچے کی ماں۔

میں نے پھر درخت کی طرف دیکھا، چڑیا اب تک اپنے بچے کو کھلا رہی تھی۔ فائزہ جو کچھ دیر سانس لینے کے لیے رکی تھی ایک بار پھر گویا ہوئی۔

''اور باپ.....وہ تو زمانے کی گرم دھوپ خود ہی سہہ جاتا ہے تا کہ ہمیں آنچ نہ آئے۔ سارا دن ہمارے لیے محنت کرتا ہے اور جب والدین بوڑھے ہو جائیں تو ہم انھیں زحمت سمجھ لیتے ہیں۔ آخر کیوں؟؟؟ ہم ان کی محبت اور احسان کیوں فراموش کر دیتے ہیں؟ ہماری نظریں صرف ان کی جائداد پر ہوتی ہیں۔ اگر ہم ان کی محبت کا کوئی بدلہ دیتے بھی ہیں تو صرف 'اولڈ ہاؤس' کی صورت میں۔'' فائزہ کہتی جارہی تھی اور میں اندر ہی اندر سلگتی جارہی تھی۔ شرمندہ ہوتی جارہی تھی کیوں کہ میرے دادا جان بھی تو اولڈ ہاؤس میں اپنی محبتوں اور احسانوں کا صلہ پا رہے تھے۔ کیوں کہ وہ گولڈ نہیں تھے صرف اولڈ تھے۔ انھیں ہر ماہ پینشن نہیں ملتی تھی اور وہ اپنی جائداد اپنے بیٹوں کے نام کر چکے تھے۔

''ہاں فائزہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ اگر ماں باپ بوڑھے ہو جائیں تو انھیں اُف تک نہ کہو اور اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر والدین ہم سے ناراض ہوں گے تو اللہ کیسے راضی ہوگا؟'' میں نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''اس سے اچھا سلوک تو اولاد والدین کے ساتھ نہیں کر سکتی نا کہ انھیں اولڈ ہاؤس جیسی جگہ فراہم کر دے جہاں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ان کا خیال رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ہم اعلیٰ تعلیم کے دعوے دار اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتے ہیں؟ ہم سے زیادہ اچھے تو پچھلے زمانے کے جاہل لوگ تھے جو کم از کم والدین کا احترام کرنا تو جانتے تھے۔ کیا خوب حفاظت کی ہے ہم نے گولڈ کی۔'' اس کے لہجے میں تلخی تھی۔

اور میں چڑیا کو دیکھ رہی تھی جو کوئی چوتھی بار بچے کے منہ میں کچھ ڈالنے کے بعد ایک پرانا سا کپڑا چونچ میں دبائے بچے پر ڈال رہی تھی۔

''شکر ہے چڑیوں کے اولڈ ہاؤس نہیں ہوتے۔''

میں نے سوچا اور بانٹی کی کتاب ایک بار پھر کھول لی۔

''بھلا چڑیوں کو اولڈ ہاؤس کی کیا ضرورت ہے؟ نہ وہ اشرف المخلوقات ہیں اور نہ اعلیٰ تعلیم یافتہ۔'' ایک اور خیال میرے ذہن میں گونجا اور میں نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کتاب ایک بار پھر بند کر دی۔

☆.....☆.....☆

عنبر جمشید، مدینہ ٹاؤن، نزد عمر مسجد، گلی نمبر ۱۰، مکان نمبر ۱، بہاول نگر۔

استاد: سبق پھر پڑھ، امانت کا صدقت کا اور شرافت کا۔
شاگرد: لو جی اپنایا وہیں ہوتا ان تینوں کا بھی میں ہی پڑھوں۔
(عمیر مجید.....ٹوبہ ٹیک سنگھ)

ایک سوال کے دس الگ الگ جواب

☆.....دس آدمیوں کی ایک جماعت نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ علم اور دولت میں کس کو برتری حاصل ہے؟ براہِ کرم سب کو الگ الگ جواب ارشاد فرمائیں، تو حضرت علیؓ نے نے یہ دس جوابات ارشاد فرمائے۔

1۔ دولت فرعونوں کا ورثہ ہے اور علم انبیاء عطیہ ہے۔

2۔ دولت کی حفاظت تم کرتے ہو جب کہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے۔

3۔ جس کے پاس دولت ہو اس کے بہت سے دشمن ہوتے ہیں اور جس کے پاس علم ہو اس ک بہت سے دوست ہوتے ہیں۔

4۔ دولت بانٹی جائے تو کم ہوتی ہے جب کہ علم بانٹا جائے تو بڑھتا ہے۔

5۔ دولت مند کنجوسی کی طرف مائل رہتا ہے اور عالم فیاضی کی طرف۔

6۔ دولت چرائی جا سکتی ہے۔ علم چرایا نہیں جا سکتا۔

7۔ دولت محدود ہے اس کا حساب رکھا جا سکتا ہے اور علم لامحدود ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

8۔ دولت وقت کے ساتھ گھٹتی ہے جبکہ علم نہیں گھٹتا۔

9۔ دولت سے اکثر دل و دماغ پر سیاہی چھا جاتی ہے جب کہ علم سے دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔

10۔ دولت نے فرعون اور نمرود جیسے خدائی کا دعوی کرنے والے پیدا کیے اور علم نے انسان کو سچے معبود سے متعارف کروایا۔

(خنسا فاروقی.....ٹوبہ ٹیک سنگھ)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تیرے انتظار میں

مجید احمد جائی۔۔ملتان شریف

0301-7472712

عیدالفطر کی آمد آمد تھی۔بازاروں،مارکیٹوں میں خوب رونق تھی۔ہر طرف کاغذی پھولوں سے سجی دکانیں گاہکوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔جیسے بازاروں میں بہار نے قبضہ جمالیا ہو۔رنگ برنگی دکانیں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھیں۔گاہکوں کے گروہوں،ٹولیوں کی شکل میں آ کر بازاروں میں رونق کا اضافہ بن رہے تھے۔ایک احمد تھا جو اپنے گھر میں لگے نیم کے درخت کے نیچے چارپائی پر پڑا دنیا کی رونقوں سے بے نیاز،سانسیں گنتی کر رہا تھا۔دائیں طرف گولیاں،کیپسول اور سیرپ کی شیشاں موجود تھیں۔بائیں طرف اس کی بڑی بیٹی کنزہ جو ابھی دس سال کی عمر میں تھی۔اپنے معصوم اور نرم و ملائم ہاتھوں سے اپنے پاپا کے سر کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔احمد کا سر درد کی وجہ سے پھٹنے کو آ رہا تھا۔آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح جل رہی تھیں۔الجھے بال اور ناکامی،نا اُمیدی کے بادلوں میں گرا چہرہ،زندگی کے ختم ہونے کی نوید دے رہا تھا۔احمد نے کمزور آواز میں اپنی بیٹی کو آواز دی۔کنیزہ!

جی پاپا جانی۔۔۔!

بیٹا۔۔اپنے چچا علیٰ کو بلانا۔۔جی اچھا پاپا۔

کنیزہ جو احمد کا سر دبا رہی تھی۔اُٹھی اور کمرے کی طرف چلی گئی۔

احمد نجانے کن سوچوں میں ڈوب گیا۔احمد نیلے آسمان پر آوارہ بادلوں کو دیکھے جا رہا تھا۔کچھ ہی دیر میں کنیزہ اپنے چچا علیٰ کے ساتھ آ گئی۔

احمد کہنے لگا۔علیٰ میرا ایک کام تو کرو۔صرف آخری کام۔۔۔بتاؤ۔۔۔کرو گے ناں۔۔۔؟احمد نے علیٰ کو آمادہ کرتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

علیٰ حیران و پریشان احمد کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔کہنے لگا۔جی بھیا کیا بات ہے۔؟سب خیر تو ہے ناں۔۔۔؟میری جان،صبح و شام آپ پر قربان،ایک کیا ہزاروں کام کروں گا۔آپ حکم تو کریں۔

علیٰ نے محبت بھرے انداز میں احمد کو جواب دیا۔علیٰ آخری بار تم اپنی بھابھی کے پاس جاؤ اور اسے لے کر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آؤ۔ مجھے اُمید ہے ایمان اب سب ناراضگیاں ختم کر کے چلی آئے گی۔ مجھے قوی اُمید ہے۔۔تم جاؤ تو سہی۔تمھیں دیکھتے ہی اس کی ممتا جاگ اُٹھے گی۔اس کی ممتا کنیزہ نور صبا اور مہک کے لئے تڑپ رہی ہوگی۔اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہوگا۔بولو جاؤ گے ناں۔۔۔؟احمد نے علیٰ کو تصدیق طلب لہجے میں کہا۔

ایمان،احمد کی بیوی تھی۔ جو تین سال سے اپنے میکے میں ناراض بیٹھی تھی۔ جسے اپنی معصوم بیٹیوں کی فکر تک نہ تھی۔اور سب سے بڑھ کر جان نچھاور کرنے والے،محبت کے جذبوں سے سرشار شوہر کو بستر مرگ پر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

کتنی سنگدل تھی۔احمد سے کیے سبھی وعدے،سبھی قسمیں بھول گئی تھی۔کبھی تو کہتی تھی۔احمد میری جان تجھ پہ قربان ،لیکن جب جان نچھاور کرنے کا وقت آیا تو نجانے کن محلوں کی مقیم ہوگئی تھی۔؟احمد کی سبھی اُمیدوں،سبھی خوابوں کو ریزہ ریزہ کر گئی تھی۔احمد کے ساتھ ساتھ تین ننھے ننھے وجود بھی انتظار کر رہے تھے۔

احمد کی ترستی آنکھیں آج بھی ایمان کا انتظار کر رہی تھیں۔اس کے لبوں پر اب بھی ایمان کا نام مچلتا تھا۔تاروں سے باتیں کرتے ہوئے احمد یہی کہتا۔دیکھو ایمان وہ دن یاد کرو جب ہم اکٹھے تھے۔یہ ستارے،وہی چاند آج بھی چمکتا،دمکتا ہے۔لیکن تم کہیں کھو گئی ہو کہاں ہو ۔لوٹ آؤ۔۔۔۔بے قراری۔یہ جدائی میری جان لے لے گی۔یہ ستارے،یہ چاند،میرے سفارش روز اوّل کی طرح کر رہے ہیں۔وہ دیکھو اس دن کی طرح آج بھی چاند روشن ہے۔فرق صرف اتنا ہے تم پاس نہیں ہو۔احمد رات کی تاریکی میں ستاروں کو تکتا،ایمان سے باتیں کرتا رہتا اور رات دھیرے دھیرے گزر جاتی۔

علیٰ نا چاہتے ہوئے بھی بھابھی کو لینے چلا گیا اسے یقین تھا ایمان نہیں آئے گی۔لیکن بھائی کی بات ٹال بھی نہیں سکتا تھا۔اس لیے ایک دفعہ پھر لینے چلا گیا۔ادھر احمد اپنی تینوں بیٹیوں کو حسرت بھرنگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ان کی آنکھوں میں ہزاروں سپنے پوشیدہ تھے۔ان بچیوں کا کیا قصور تھا۔جو ماں کی ممتا کو ترس رہی تھیں۔اپنے ربّ سے یہی دعا کرتا

اے رب کریم تو ،تو رحیم ہے رحم فرما!ان ننھی ننھی زندگیوں کا واسطہ میرا گھر خوشیوں سے منور کر دے۔میری خوشیاں لوٹا دے۔انھیں ان کی ماں ملا دے۔

ربّ سے دعا کرتے احمد کی آنکھیں ساون،بھادوں کی طرح برس پڑتی۔کنیزہ،نور صبا،مہک کو کیا خبر تھی کہ پاپا ہمیں ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں۔؟ان کے من میں کیا آگ لگی ہے۔جو ٹھنڈی ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ان کے کیا خواب ہیں؟ آنکھیں کیوں نم رہتی ہیں۔؟

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

احمد ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ کچی اینٹوں سے بنے دو کمروں پر مشتمل چھوٹا سا گھر تھا۔ جس میں احمد اپنے چھوٹے بھائی علی اور لاڈلی بہن نورین کے ساتھ احمد دین کے گھر کی خوشیاں بانٹ رہا تھا۔ احمد کے والد احمد دین اور ماں بختاں بڑے خوش مزاج اور رحم دل انسان تھے۔ اپنے بچوں کی پرورش بڑے عمدہ طریقے سے کر رہے تھے۔ صحن میں لگا نیم کا درخت پورے گھر کی رونق میں چار چاند لگا رہا تھا۔ دوپہر کو سبھی اس کی چھاؤں میں آ کر آرام کرتے تھے۔ خوشحال گھرانہ تھا۔ جہاں محبتیں، چاہتیں تھیں۔ مسکراہٹوں کے پھول بکھرتے تھے۔ غریبی، مفلسی میں احمد دین نے پورے گھرانے کی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے سنبھالی ہوئی تھی۔

احمد سب سے بڑا تھا۔ ماں باپ کا پیارا، گھر کی رونق تھا۔ احمد کو مقامی سکول میں داخل کروا گیا تا کہ پڑھ لکھ جائے۔ علی اور نورین چھوٹے تھے۔ احمد روز سکول جایا کرتا ۔زندگی کے شب و روز اسی طرح گزرتے چلے گئے۔

ایمان احمد کی خالہ زاد تھی۔ احمد کے گھر سے کچھ دوری پر ان کا گھر تھا۔ تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ سب سے بڑا سلیمان، پھر نوید اور احمر تھے۔ سلیمان سے چھوٹی ایمان تھی۔ آخری نمبر سب سے لاڈلی زیب النساء کا تھا۔ جو بہت شرارتی اور ہنسنے ہنسانے والی تھی۔ ایمان مغرور اور نخریلی تھی۔ اس کے من میں دولت کا مقام تھا۔ رشتے ناطوں کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اس کے لئے دولت ہی سب کچھ تھا۔ ان کا گھرانہ احمد کے گھرانے سے زیادہ امیر تھا۔ گھر میں ہر چیز کی فروانی تھی۔ عیش و عشرت نے انہیں پَر لگا دیئے تھے۔

ایمان بالکل ماں پڑ گئی تھی۔ جو ماں کہتی وہی ایمان کے الفاظ ہوتے۔ دونوں ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی تھیں۔ البتہ ایمان کا والد حسن بخش خوش مزاج طبیعت کا مالک تھا۔ لوگ اس کی تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے۔ یہی وجہ تھی محلے میں ان کو عزت و مقام حاصل تھا۔

احمد روز گھر سے نکلتا، سیدھا اپنی خالہ کے گھر جاتا، وہاں سے ایمان اس کے ساتھ جاتی تھی۔ دونوں کے سکول ساتھ ساتھ تھے۔ احمد، ایمان کو اس کے سکول چھوڑتا ہوا اپنے سکول کی طرف چلا جاتا۔ دونوں ایک ساتھ جاتے اور اکٹھے گھروں کو لوٹتے تھے۔ ایمان اور احمد نے میٹرک پاس کر لیا۔

زندگی کے شب و روز گزرتے چلے گئے۔ دونوں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے تھے۔ ایمان کی سنہری زلفوں، چاند کی طرح چمکتا دمکتا چہرہ، ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح، جھیل سی آنکھیں، سفید دودھ کی طرح نرم و ملائم ہاتھ، غرور کا تو کیا کہنے۔ سفید لباس میں پرستان سے آئی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہوئی پری معلوم ہوتی تھی۔قدرت کا حسین شکار تھی۔ایمان خوبصورتی کی حدیں پھلانگ رہی تھی تو احمد بھی کسی سے کم نہیں تھا۔گھنے سیاہ بال،ستوں ناک،جادو بھری آنکھیں،سُرخ گلاب جیسے گال،لمبا قد اور شرابی ہونٹ،کتنا خوبصورت لگتا تھا۔خوبصورتی میں کوئی اس کا ثانی نہیں تھا۔

وقت کا پنچھی محوِ سفر رہا اور نجانے کس گھڑی میں دونوں کے اندر محبت کے چشمے پھوٹ پڑے۔دونوں ایک دوسرے پر جان نچھاور کرتے تھے۔روز حسین محل تعمیر ہوتے۔ساتھ جینے مرنے کے عہد و پیمان ہونے لگے۔محبت کے لازوال جذبوں نے دونوں کو ایک دوسرے پر قربان ہونے کا حوصلہ دے دیا۔

ایک دن سکول سے واپسی پر گھر آنے کی بجائے راستے میں بنے پارک میں چلے گئے۔ننھے ننھے گلابوں کے پھولوں کے جھرمٹ میں بیٹھے مستقبل کے پلان بنانے لگے۔جب شام کے سائے ڈھلنے لگے تو دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گھر کی طرف چل پڑے۔

ایمان نے بی۔اے کرلیا اور گھر میں بیٹھ گئی۔احمد بی۔اے کرنے کے بعد جاب کی تلاش میں مارا مارا پھرنے لگا۔دن بھر جاب کی تلاش ہوتی اور شام کو Studyہوتی۔ماں کی دعاؤں کے سائے میں روز صبح سویرے،نئی اُمید،نئی اُمنگ،نئے جذبے سے گھر سے نکلتا اور مختلف محکموں میں اپلائی کرتا جاتا۔لیکن ساری محنت،ساری جدوجہد رائیگاں جاتی۔جہاں بھی جاتا رشوت کا زہریلا سانپ ڈسنے کو تیار ملتا۔رشوت نذرانے کی باتیں ہوتی۔احمد مایوسی،اداسی میں ڈوبا گھر کی طرف واپس لوٹ آتا۔اگر اتنی رقم اس کے پاس ہوتی تو وہ اپنا کاروبار نہ کرلیتا۔

ایمان گھر میں سلائی،کڑھائی کرنے لگی۔کبھی کبھار احمد،ایمان کے ہاں جاتا تو خوشیوؤں کا میلہ سج جاتا۔ایمان کے لئے جیسے عید آگئی ہو۔اسے ہر چیز مبارکیں دیتی محسوس ہوتی۔دونوں پر یہی دُنیا سے بے خبر،بے نیاز،اپنی دُنیا میں کھو جاتے۔جہاں ان کی اپنی نگری ہوتی۔ان کے خواب ہوتے اور یوں شام کے سائے ڈھلتے تو احمد آنکھوں میں سپنے سجائے اپنے گھر کی طرف لوٹ آتا۔محبت تو انسان کو طاقتور بنا دیتی ہے۔

قدرت کی دیوی مہربان ہوئی۔احمد کو دوست کے توسط سے پرائیوٹ فرم میں معمولی جاب مل گئی۔نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے کے مصداق احمد نے غنیمت جانا اور جاب پر جانے لگا۔شروع میں تنخواہ کم تھی لیکن رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا گیا۔احمد کو جاب مل جانے سے احمد دین کے کندھوں کا بوجھ کم ہونے لگا۔گھر میں خوشیوؤں کا سماں تھا۔چہرے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پھول کی طرح مہک اٹھے تھے۔نورین کی چھوٹی چھوٹی فرمائشیں،احمد خوشی سے پوری کر دیتا۔

ایمان کے گھر رشتے آنے لگےتو ایمان ماں کے کان جا لگی۔امی، پیاری امی جان۔۔۔۔ ایمان کی ماں نے جیسے ایمان کے دل کی بات جان لی ہو۔پوچھے لگی خیرتو ہے بیٹی آج بڑی صدقے واری ہورہی ہو۔امی میرے رشتے آنے لگے ہیں۔کہیں آپ مجھے کسی لنگڑے،اندھے کے حوالے نہ کر دینا۔ایمان اصل موضوع پر آنا چاہتی تھی۔

تم ہی بتا دو۔جو تمھارے دل کا شہزادہ ہو۔ایمان کی ماں نے تو ایمان کے دل کی بات کہہ دی تھی۔ایمان کی جیسے لاٹری نکل آئی ہو۔ماں وہ۔۔۔و۔۔۔وہ اپنا۔۔اح۔۔احمد ہے ناں۔۔۔۔میں اُسے بہت چاہتی ہوں۔ایمان کے لبوں سے جیسے یہ الفاظ نکلے تو اس کی ماں کی رنگت اڑنے لگی۔وہ تو اپنی بہن کو دشمن سمجھتی تھی۔اور اِدھراس کی بیٹی اس کے بیٹے کے خواب آنکھوں میں سجائے بیٹھی تھی۔یہ کیسے ممکن تھا۔نہیں۔۔۔نہیں۔

نہیں ایمان میں تمھاری شادی کسی امیر زادے سے کروں گی۔میری لاڈلی،نازوں والی بیٹی کسی محل کی شہزادی بنے گی۔اس نکھٹو احمد کے ماں باپ تمھیں کیا دیں گے۔۔؟ان کے پاس ہے ہی کیا۔۔؟ماں کی باتیں ایمان کو ناگوار گزر رہی تھیں۔

نہیں ماں۔۔۔میں شادی کروں گی تو صرف احمد سے۔۔۔ورنہ کوئی بھی نہیں۔۔۔ایمان نے بھی اپنا حتمی فیصلہ سنا دیا۔جب ایمان نے الٹی میٹم دیا تو ایمان کی ماں کی لالچی سوچوں نے کام دکھایا۔اس کی ماں نے اُسے سمجھا دیا۔ایمان ایک طرح سے تیری شادی احمد سے کراؤں گی۔۔۔و۔۔۔وہ کیسے۔؟امی جان۔۔۔ایمان نے جلدی سے پوچھا۔

وہ۔۔۔وہ یہ کہ نورین کو اپنی بہو بناؤں گی۔یہ تو اور بھی خوشی کی بات ہے امی۔مجھے منظور ہے۔ایمان کو کیا خبر تھی کہ ماں کے من میں کیا ہے۔؟تو پھر ٹھیک ہے۔احمد سے کہو اپنے گھر والوں کو بھیجیں۔ایمان خوشی سے ہواؤں میں اڑنے لگی۔اسے ہر طرف پھول ہی پھول کھلے نظر آنے لگے۔ایمان نے احمد کو کال ملائی۔

ہیلو احمد کیسے ہو۔؟

آج صبح صبح چاند نے کیسے یاد کر لیا۔؟

احمد میری بات غور سے سنو۔میرے گھر والے میری شادی کرنے لگے ہیں۔کئی لوگ آئے بھی ہیں۔تم ایسا کرو اپنے والدین کو ہمارے گھر بھیجو۔دونوں نے آپس میں چند باتیں کیں،پلان تیار کیے،پھر کال منقطع ہوگئی۔

احمد دن بھر آفس میں سوچتا رہا۔کس طرح امی،ابّو سے بات کروں۔۔؟کس طرح دل کا حال زبان پر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لاؤں۔۔؟سوچوں کی یلغار میں دن بھرالجھا رہا۔۔۔شام ہوئی تو گھر آیا۔۔چولہے لے اردگرد محفل سجی تھی۔۔۔سبھی خوش گوار موڈ میں تھے اور قہقہے فضا میں گونج رہے تھے۔احمد نے موقع غنیمت جانا۔۔اور بات شروع کی۔نورین تو جیسے اُچھل پڑی۔۔۔میرے بھیا کی دلہن آئے گی۔۔۔کون ہے۔۔؟کیسی ہے۔۔؟نورین نے بے صبری سے احمد سے پوچھا۔۔احمد مسکرائے بنا رہ نہ سکا۔احمد نے دھیرے دھیرے ایمان کی طرف اشارہ کیا۔

احمد دین اور اس کی بیوی جیسے ساکن سے ہو گئے ہوں۔۔۔احمد نے کس گھر کی تلاش کی تھی وہ جنہوں نے کبھی خبر تک نہ لی تھی۔چار پیسے کیا آئے۔اپنوں کو بھول بیٹھے۔اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ کوئی بہن اس کی راہ دیکھ رہی ہے۔احمد کی ماں کے دماغ میں سوچیں جنم لے رہی تھی۔۔امی کن سوچوں میں کھو گئی ہو۔احمد نے ماں کو خلاء میں گھورتے پایا تو بولے بنا رہ نہ سکا۔

کچھ نہیں بیٹا۔۔بس کچھ پرانی باتیں دل پر حملہ کرنے چلی آئی تھیں۔تم فکر نہ کرو،لو کھانا کھاؤ۔احمد کی ماں نے احمد کو کھانا دیتے ہوئے کہا۔ہم تمھیں صبح بتائیں گیا۔ابھی کھانا کھاؤ اور آرام کرو۔

ٹھیک ہے امی جان۔۔احمد کھانا کھانے کے بعد اپنی پڑھائی میں مصروف ہو گیا۔رات کو جب بچے سو گئے تو احمد دین اور اس کی بیوی کی محفل سجی۔بچوں کے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگے۔اوپر والے نے کس کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔۔؟قیاس آرائیاں کرنے لگے۔احمد کی خوشی میں ان کی بھی خوشی تھی۔سو انہوں نے حتمی فیصلہ کر لیا کہ ایمان کا ہاتھ مانگنے کے لئے ان کے گھر جائیں گے۔اور پھر والدین تو ہمیشہ اولاد کے لئے سوچتے ہیں۔اولاد کو خوش دیکھنا،خوش رکھنا ان کا مشن ہوتا ہے۔

صبح سویرے جب احمد کو اطلاع دی گئی تو احمد مارے خوشی سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا۔ایمان کو خبر دی کہ میرے امی ابو آج ہی تمھارے گھر آ رہے ہیں۔اور پھر دن چڑھے احمد دین بیوی کے ہمراہ ایمان کے گھر موجود تھے۔

احمد دین اپنی سالی کے گھر چند لمحے ادھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا اور پھر اصل موضوع کی طرف آیا۔ایمان کی ماں موجود تھی۔ہم ایمان کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں۔احمد اور ایمان ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں۔بالآخر احمد کے والد نے کہہ ہی دیا۔

ایمان کی ماں تو پہلے ہی منتظر تھی۔اپنی بہن سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔بہن،ایمان آپ کی ہی بیٹی ہے۔بس شام کو ایمان کے ابو آ جاتے ہیں تو میں ان سے بات کرتی ہوں۔آخر گھر کے بڑے جو ہیں۔اتنے میں ایمان ٹرے میں چائے اور بسکٹ سجائے حاضر ہوئی۔ایمان کو آتا دیکھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کر سبھی نے اپنی باتوں کا رُخ تبدیل کرلیا۔چائے کی پارٹی ختم ہوئی تو احمد دین نے اجازت چاہی اور خوشی خوشی گھر کو آ گئے۔

کئی دن گزر گئے تو احمد دین، بیوی کو ساتھ لیے پھر ایمان کے گھر پہنچ گیا۔اس دفعہ احمد کی خالہ اور خالو دونوں موجود تھے۔علیک سلیک کے بعد اصل موضوع کی طرف آئے تو ایمان کی ماں کہنے لگی۔دیکھو بہن مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔البتہ ایمان کے ابو کہتے ہیں کہ سلیمان کے لئے ہم بھی رشتہ ڈھونڈ رہے ہیں تو کیوں ناں رشتے داری کو مضبوط کیا جائے اور نورین کو اپنی بیٹی بنا کر گھر لے آئیں۔فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

احمد دین اور اس کی بیوی نے ایسا سوچا بھی نہیں تھا لیکن احمد کی خوشیوؤں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے،اور نورین کی قسمت کا فیصلہ بھی کرلیا۔یوں وٹہ سٹہ کی بنیاد پر رشتے طے ہو گئے۔نورین ابھی چھوٹی تھی مگر بھائی کی خوشیوؤں کی خاطر قربانی کیلئے تیار ہوگئی۔دونوں گھروں میں خوشیاں چھا گئیں۔ایمان کی ماں کی من مانی پوری ہوئی تو خوشی منانے لگی۔خوشی کیوں نہ مناتی،اس کا پلان کامیاب جو ہوگیا تھا۔

احمد اور ایمان کی خوشی بھی دیدنی تھی۔دونوں گھروں میں شادی کی تیاریاں عروج پکڑ گئیں اور طے شدہ پروگرام کے ساتھ احمد دولہے کے روپ میں ،ساتھیوں کے ہمراہ،ڈھول کی تال پر رقص کرتے نوجوانوں کے ہمراہ تاروں کی چھاؤں تلے ایمان کو اپنا ہم سفر بنا کر اپنے آنگن میں لے آیا۔دونوں پریموں نے جو چاہا تھا مل گیا تھا۔کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔کوئی رقیب نہیں بنا تھا۔اور نہ کوئی قید و پابند ہوا۔یوں سمجھئے قدرت مہربان بہت تھی۔نورین بھی سلیمان کی راج کماری بن کر پیا گھر سدھار گئی۔یوں دونوں گھر مضبوط بندھن میں بندھ گئے۔عرصے سے جو ناراضگیاں تھیں ختم ہوگئی۔مگر کس کو پتہ تھا،کہ دشمن کھیل کھیل رہا ہے۔

تین سال کا عرصہ پر لگا کر گزر گیا۔احمد کو اللہ تعالیٰ نے چاندسی بیٹی کنیزہ کی صورت میں عطا کی تھی۔احمد بہت خوش تھا۔اس کے گھر میں رحمتوں کی برسات ہوئی تھی۔ایمان پھر سے اُمید سے تھی۔ایمان کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ اس دفعہ بیٹا عطا کرے۔لیکن ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔اس میں انسان کا بس کہاں چلتا ہے۔؟اللہ تعالیٰ نے احمد کو دوسری بھی بیٹی عطا کر دی۔نور صبا بہت خوبصورت چٹی گوری،گول مٹول سی۔پری جیسی بیٹی کی پیدائش ایمان کو ناگوار گزری۔نجانے کیوں ایمان کو بیٹیاں پسند نہیں تھیں۔حالانکہ دستور زمانہ ہے۔بیٹیاں ماؤں کو عزیز ہوتیں ہیں اور بیٹے باپ کی شان ہوتے ہیں۔یہاں سے ایمان تبدیل ہونا شروع ہوگئی۔نور صبا کو منحوس کا لقب

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دے دیا۔

ادھر نورین کو اللہ تعالیٰ نے دوسری مرتبہ بھی بیٹے سے نوازا تھا۔وہ اپنے گھر میں بہت خوش تھی۔سلیمان کی ماں کبھی کبھار تلخ کلامی کر بھی لیتی تو محسوس نہ کرتی۔سلیمان اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔نورین کی خوشیاں ایمان کو زہر لگتی تھی۔ویسے بھی عورت ہی عورت کی دشمن رہی ہے۔عورت ہی عورت کا گھر برباد کرتی ہے۔نورین کے ہاں دوسرے بیٹے کی پیدائش،حسد کی آگ کو بھڑکانے کے لئے کافی تھی۔ایمان جب بھی میکے جاتی ایک طوفان برپا ہو جاتا۔ماں بیٹی مل کر نورین کا جینا حرام کر دیتی۔سلیمان گھر پر نہیں ہوتا تھا،ان کی عید ہو جاتی۔نورین بہت برداشت کرتی،لیکن جب کام حد سے بڑھ جاتا تو جواب دے دیتی۔یوں جھگڑا طول پکڑ جاتا۔گھر میدان جنگ بن جاتا۔

نورین جب بھی میکے جاتی،گھر میں بہاروں سا سماں چھا جاتا۔ماں صدقے واری ہوتی۔احمد تو جان قربان کرتا تھا۔علی کے لئے روح تھی،یوں سبھی مسکراتے،ہنستے ہنساتے تھے۔نورین ایمان سے ملتی تو ایمان حسد کی آگ میں جل بھن جاتی۔ایمان سے نورین کی خوشیاں برداشت نہیں ہوتی تھیں۔پھر ازل سے عورت ہی عورت کا گھر برباد کرتی چلی آئی ہے۔اس حسد کی آگ نے طول پکڑا اور یوں دونوں گھروں کا چین وسکون برباد ہو کر رہ گیا۔ایمان کی طبیعت میں چڑ چڑاپن امڈ آیا۔بات بات پر لڑتی جھگڑتی،کبھی کنیزہ اس کا نشانہ بن جاتی تو کبھی نور صبا۔یہ بھی حقیقت ہے غصہ ہمیشہ بچوں پر ہی نکلتا ہے۔

ایمان اور اس کی ماں نے نورین کو حد سے بڑھ کر ذلیل کیا۔ایمان کی ماں اپنی بہن سے بدلہ نورین کی صورت لے رہی تھی۔ایمان کی ماں نے اپنے انتقام کی آگ کو مزید بھڑکایا۔ایمان کی ماں کا اپنی بہن سے بدلہ لینے کا وقت آ گیا تھا۔صدیوں پرانی من میں لگی آگ ٹھنڈی ہونے کو تھی۔

بختاں،احمد کی ماں کا قصور صرف اتنا تھا کہ اس نے احمد دین سے شادی کر لی تھی۔جبکہ احمد دین،ایمان کی ماں کی پسند تھا۔ایمان کی ماں احمد دین پر قربان ہوتی تھی۔لیکن تقدیر کے فیصلے نرالے ہوتے ہیں۔تقدیر ہمیشہ کھیل کھیلتی ہے۔احمد دین کو کچھ علم نہیں تھا۔بڑوں کے فیصلوں نے یہ بندھن قائم کیا تھا۔جس کا ایمان کی ماں کو رنج تھا۔اب موقع آ گیا تھا کہ وہ اپنا بدلہ نورین کی صورت میں لے رہی تھی۔ایمان کی ماں چاہتی بھی یہی تھی۔اس کی سوچی سمجھی سازش تھا۔اس کا پلان تھا۔جس میں کافی حد تک کامیاب ہو چکی تھی۔

احمد خوب محنت سے گھریلو ذمہ داریاں نبھا رہا تھا۔لیکن

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

شک کی آگ، کب کسی کو چھوڑتی ہے۔اچھے بھلے انسان کا جینا حرام ہو جاتا ہے۔زندگیاں برباد ہو جاتیں ہیں۔احمد کے گھر کی فضا بھی حسد کی آگ کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔خوشیوؤں کے پل مختصر تھے جو گزر گئے تھے۔خوشیوؤں کے حسین سنگم،غموں میں بدلنے لگے اور ایک قیامت احمد کی منتظر تھی۔

احمد دین ،بختاں اپنی بیوی کے ہمراہ شہر سے واپس آ رہے تھے۔مین سڑک کراس کرتے ہوئے تیز رفتار کار کی زد میں آ گئے۔کار نے اُنہیں کچل ڈالا۔دونوں موقع پر دم توڑ گئے۔احمد کے گھر صف ماتم بچھ گیا۔احمد کی جنت روٹھ گئی تھی۔شفیق باپ بھی اُنہیں بے رحم دُنیا کے حوالے کر کے خوابدی نیند سو گئے تھے۔

احمد کبھی علیٰ کو گلے لگاتا،تو کبھی بہن نورین کو تسلیاں دیتا اور پھر اپنے اندر آنسوؤں کے ٹھاٹیں مارتے سمندر کو روک نہ پاتا۔باپ کی لاش سے لپٹ لپٹ کر روتا۔کوئی سہارا دینے والا نہیں تھا۔رشتے دار آئے رسم دُنیا نبھائی اور چلے گئے۔احمد دین اور بختاں کو رشتے داروں کے ہجوم میں منوں مٹی تلے دفن کر دیا گیا۔احمد کے گھر کی خوشیاں روٹھ گئیں تھیں۔رب تعالیٰ کی رضا کے آگے سب راضی ہیں۔احمد بھی رب کی رضا مان کر زندگی کی طرف پلٹ آیا۔

گھر کی تمام تر ذمہ داریاں احمد کے کمزور کندھوں پر آ گئیں تھیں۔علیٰ ابھی پڑھ رہا تھا۔احمد کی معمولی جاب گھریلو اخراجات پورے نہیں کر سکتی تھی۔احمد نے پارٹ ٹائم کام کرنے کا بندوست کیا اور تھوڑی سی کوشش کے ساتھ ہی پارٹ ٹائم جاب حاصل کر لی۔

احمد کو کچھ حوصلہ ملا۔لیکن ایمان نے اس کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔اس دفعہ ایمان پھر اُمید سے تھی۔اللہ تعالیٰ نے پھر اسے بیٹی سے نواز دیا۔ایمان بھوکی شیرنی کی طرح ڈھارنے لگی۔مہک کی پیدائش کے آٹھویں روز ایک قیامت برپا ہو گئی۔

ہوا کچھ یوں کہ مہک بھوک سے رو،رو کر پورے کمرے کو سر پر اٹھائے ہوئے تھی۔ایمان سے برداشت نہ ہوا اور پھر ایک عورت،عورت نہ رہی۔درندگی پر اُتر آئی۔ایمان نے دونوں ہاتھ معصوم مہک کے گلے پر رکھ دیئے۔کہتے ہیں ناں مارنے والے سے بچانے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔یا جسے رب رکھے اُسے کون چکھے کے مصداق۔یہ قدرت کی مہربانی تھی کہ خلاف معمول احمد اسی لمحے گھر داخل ہوا،شاید کوئی ڈاکومنٹ لینے آیا تھا۔احمد کا آنا قدرت کا کرشمہ تھا۔مہک کی جان بچ گئی۔ورنہ معصوم کلی کھلنے سے پہلے ہی مرجھا جاتی۔احمد سے برداشت نہ ہوا اور پہلی دفعہ اس کا ہاتھ ایمان پر اٹھ گیا۔

پھر کیا تھا،قیامت برپا ہو گئی۔ایمان نے زمین و آسمان

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ایک کر دیا۔الزامات کی بارش کر دی۔گھر،گھر نہیں میدان جنگ بن گیا۔ایمان،مہک کو روتا چھوڑ کر لڑتی،جھگڑتی میکے چلی گئی۔

اب احمد پچھتا رہا تھا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔پیار سے ایمان کو سمجھانا چاہیے تھا۔مگر اس نے غلط بھی نہیں کیا تھا۔پھر بھی سوچ رہا تھا کہ مجھے ایمان پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔دوسرے لمحے اس نے اس خیال کو رد کر دیا۔اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ ننھی جان کا خاتمہ کر چکی ہوتی۔نجانے کیا قیامت ہوتی۔۔۔؟

اس بات کا اثر احمد کو ذہنی مریض بنا گیا۔وہ وقت سے پہلے کمزور ہو گیا۔ہنستا مسکراتا چہرہ،غموں کی دھول میں دھنستا چلا گیا۔جاب جاتی رہی اور بیماری نے جنم لے لیا۔ننھی بچیوں کی دیکھ بھال اور اندر کے انسان نے احمد کو بستر مرگ پر آ گرایا۔ایمان کو بہانہ چاہیے تھا،ایمان کب کی جا چکی تھی۔محبت کے سبھی وعدے،سبھی قسمیں ،عہد و پیمان،ریت کی دِیوار ثابت ہوئے۔زندگی کا خوشیوؤں سے شروع ہونے والا سفر تلخیوں پر ختم ہو گیا۔

ایمان کا میکے جانا تھا کہ نورین کی زندگی برباد ہو گئی۔روز نئے الزامات،روز نئے شگوفے زندگی کو تباہ کر گئے۔نورین زندگی کا ماتم کرتی،بھائیوں کے پاس آ گئی۔

سلیمان جو جان نچھاور کرتا تھا،بہن اور ماں کی باتوں میں آ گیا اور غلط فیصلہ کر کے اپنی زندگی برباد کر بیٹھا۔اپنا اتنا اچھا ہمسفر گنوا بیٹھا۔جان لینے والا جان کا دشمن بن گیا۔

ماں باپ کی وفات کا غم بھولا نہیں تھا اور پھر طلاق ملنے کا غم نورین کو آدھ موا کرنے کے لئے کافی تھا۔بیچاری بھائیوں کے سامنے خاموش رہتی۔کبھی مسکرا بھی لیتی۔لیکن جب دونوں بھائی گھر سے باہر جاتے۔نورین سے صبر کے سبھی بند ٹوٹ جاتے اور منہ زور آنسوؤں کا سمندر آنکھوں کے راستے،رخساروں سے ہوتا ہوا،دامن بھگوتا زمین بوس ہو جاتا۔

قدرت کے عجیب کھیل تھے۔ماں باپ ناگہانی موت سے خالق حقیقی سے جا ملے۔بھائی کا گھر اجڑ گیا۔نورین کو اپنے گھر اجڑنے کی فکر کم تھی۔جتنا وہ بھائی کے لئے تڑپتی تھی،ننھی دودھ پیتی مہک کا کیا قصور تھا۔۔۔؟

کیا بیٹیاں عذاب ہوتی ہیں۔ہمارے حضور اکرم ﷺ نے بیٹیوں سے محبت کر کے ثابت کر دیا کہ بیٹیاں رحمت ہوتی ہیں نہ کہ زحمت۔نجانے ناسمجھ لوگ اس حقیقت سے کیوں منہ موڑے ہوئے ہیں۔

نورین اب سارا دن مہک کو سنبھالتی۔اس کے صدقے واری ہوتی۔اسے اپنی بیٹی سمجھتی تھی لیکن ایمان کو رحم نہ آیا۔واپس پلٹ کر نہ آئی۔مہک پر بھی رحم نہ آیا۔آتا بھی تو کیسے وہ تو بیٹیوں کے خلاف تھی۔کیسی ماں تھی۔جسے اولاد

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پسند نہیں تھی۔اولاد تو والدین کے لئے جگر کا ٹکڑا ہوتی ہے۔ایمان۔۔۔۔۔۔۔کیاماں کےلفظ سے نا آشنا تھی۔

احمد دن بھر چارپائی پر پڑا کھانستا رہتا۔اپنی بیماری اور اپنی بیٹیوں کو دیکھ کر آنسوؤں کی ندیاں بہانے کے علاوہ کوئی راستہ بھی تو اس کے پاس نہیں تھا۔احمد اپنی بیٹیوں کو سینے سے لگاتا۔چومتا،بوسے دیتا۔اس سے سکون وقرار مل جاتا۔کچھ لمحے اندر کی آگ،سکون میں بدل جاتی۔اب علیٰ ہی واحد سہارا تھا۔بڑے بھائی کی میڈیسن اور گھر کی دیکھ بھال کرتا تھا۔روتی،اجڑی بہن کا اداس چہرہ ہر وقت اس کی آنکھوں کا مرکز ہوتا۔ننھی معصوم بھتیجیاں اُسے بھی بہت پیاری تھیں۔گھریلو حالات دیکھ کر علیٰ نے تعلیم کو خیر آباد کہہ دیااور جاب کرنے لگا۔شام کو گھر آتے ہوئے کنیزہ،نور صبا،مہک کے لئے کچھ نہ کچھ لے آتا۔

وقت کا پنچھی پرواز کرتا رہا۔علیٰ نے گھریلو حالات کے پیش نظر اپنا آپ بھلا دیا اور اپنی زندگی،اپنا مستقبل قربان کر دیا۔تین سال کا عرصہ،عذاب،کرب،رنج وغم میں گزر گیا۔نورین نے مہک کو عمدہ طریقے سے پالا تھا۔ظالموں نے نورین سے اس کے بیٹے تو چھین لیے تھے۔نورین کی دُنیا صرف اور صرف بھائی کی اولاد تھی۔جب کبھی اپنے بچوں کی یاد حد سے زیادہ بے چین کرتی،ننگے پاؤں ان کی طرف دوڑتی۔کبھی گھر کے باہر کھیلتے،ان کو ملتی اور کبھی محلے کی ماسی کو چند روپے تھما کر بہانے سے بچوں کو باہر بلواتی اور اُنہیں چومتی،ان پر ممتا قربان ہوتی تھی۔عجیب نظام قدرت تھا۔ایک ماں بچوں کے لئے تڑپ رہی تھی۔دوسری ماں بے رحم ہوکر بچیوں کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔نورین سلائی کڑھائی کر کے علیٰ کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔احمد تو بستر کا ہو کر رہ گیا تھا۔نجانے کس جُرم کی سزا مل رہی تھی۔؟

ایمان اتنی بے رحم نکلی کہ پلٹ کر خبر تک نہ لی۔کوئی اتنا سنگدل بھی ہوتا ہے۔؟اور عورت تو ہمیشہ رحم دل اور محبت کرنے والی ہوتی ہے۔یہ کیسی عورت تھی۔۔؟ایمان نے تو عورت کو بدنام کر دیا تھا۔اسے محبت کرنے والے شوہر کا خیال تک نہ آیا۔کتنی سنگدل تھی۔مریض کو اچھی دوائی کے ساتھ ساتھ اچھے ماحول کی۔خوشیوؤں،محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔محبت کے دو میٹھے بول بیماری کو کم کر دیتے ہیں۔لیکن احمد کیا کرتا۔۔۔؟ایک طرف ڈاکٹروں کے نت نئے شگوفے اور دوسری طرف ایمان کا بدلا روپ احمد کی زندگی کو دیمک کی طرح چاٹنے لگا۔کسی پروفیسر نے ٹی بی کہا تو کسی سرجن نے کینسر جیسی موذی مرض کا سندسہ سنایا۔جہاں جاتے ہزاروں خرچ ہو جاتے۔مگر کوئی فرق نہ پڑتا۔

احمد کی انتظار میں ڈوبی آنکھیں دروازے کی طرف اٹھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

جاتی تھیں۔اسے اُمید تھی کہ کہیں سے ایمان لوٹ آئے گی۔اس کے من میں آج بھی ایمان کے لئے محبت ،چاہت تھی۔اسی لئے تو سبھی باتیں بُھلا کر علیٰ کو ایمان کے پاس بھیج دیا تھا۔

علیٰ بھابھی کو لینے چلا گیا۔احمد اپنی بچیوں پر پھیلی اداسی تکتا رہتا۔نورین چولہے پہ سبزی بناتی سارا منظر دیکھتی رہی۔رب سے دعائیں،التجائیں کرتی رہی۔یااللہ اس گھر کی خوشیاں واپس لوٹا دے۔ایمان واپس آ جائے۔میرے بھائی کی زندگی بخش دے۔اسے صحت عطا فرما دے۔آمین ثم آمین!

احمد کی درد وغم سے لبریز آنکھیں باہر کے دروازے کی طرف مرکوز تھیں۔جیسے اسے کسی کا شدت سے انتظار ہو۔لیکن اس کی سبھی اُمیدیں،سبھی تمنائیں دم توڑ گئی جب علیٰ اکیلا اندر داخل ہوا۔علیٰ کی آنکھیں اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ ایمان اس کے ساتھ نہیں آئی۔شرماتی آنکھیں کہاں راز چھپا سکتی تھی۔ایمان نہیں آئی ناں ۔۔۔علیٰ۔؟احمد نے گہرائی میں ڈوبی آواز میں مخاطب کیا۔

بھائی آپ پریشان نہ ہوں۔بس آنے ہی والی ہے ۔لیکن احمد۔۔۔علیٰ کی چوری پکڑ چکا تھا۔علیٰ کی آنکھوں میں ناکامی کے آنسو پڑھ لیے تھے۔

علیٰ۔۔۔بھائی سے جھوٹ بول رہے ہو۔تمھاری آنکھیں صاف بتا رہی ہیں کہ تم کچھ چھپا رہے ہو۔علیٰ کہاں تک چھپاتا۔آنکھوں نے بغاوت کر دی۔بھائی کو جھوٹی تسلیاں دیتا رہا۔جب برداشت نہ کر سکا تو اُٹھ کر نورین کے پاس جا بیٹھا۔نورین سے سبھی احوال کہنے لگا۔جو اس کے ساتھ سلوک ہوا تھا۔

نورین!جب میں وہاں گیا۔خالہ اور ایمان گھر میں موجود تھیں۔میں نے ایمان سے فریاد کی۔خالہ کے پاؤں پڑا۔لیکن ان بے رحموں کو رحم نہ آیا۔اتنے میں سلیمان اور احمر آ گئے۔اُنہوں نے مجھے دھکے دے کر باہر نکال دیا۔ہزاروں رنجشیں ہوں،اپنا خون یوں سفید ہو جائے ،کسی موت سے کم نہیں ہوتا۔میں نے ایسا سوچا بھی نہیں تھا۔۔۔وہ لوگ اس طرح مجھے ذلیل وخوار کر کے اپنے گھر سے نکال دیں گے۔میں تماشہ بن کر رہ جاؤں گا۔ایمان نے نازیبا الفاظ استعمال کیے۔تمھارے دامن کو داغدار کیا ۔آپ پر بدچلنی کا الزام لگایا۔ایک بھائی سے کیسے برداشت ہوتا ہے۔مجھ سے رہا نہ گیا۔مجھے جو مرضی کہہ لیتے ،مگر تمھاری ذات پر الزام مجھے کہاں برداشت ہوتا۔۔۔؟لیکن وہ چار۔۔۔۔میں تن تنہا۔کب تک مقابلہ کرتا۔۔؟سلیمان اور احمر درندوں کی طرح ٹوٹ پڑے اور میں زخم کھاتا،ناکامی کے آنسو لیے واپس پلٹ آیا۔ساتھ ہی علیٰ کی آنکھیں چھلک پڑی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

علیٰ۔۔۔نماز ظہر کی تیاری کر رہا تھا۔وضو کرتے ہی احمد کے پاس آیا۔بڑی محبت سے، چاہت سے احمد کے چہرے کو دیکھنے لگا۔احمد نے علیٰ کو قریب پایا تو خوشی سے مسکرانے کی کوشش کی۔اس مسکراہٹ میں کتنا درد تھا۔کتنی آہیں تھیں، کتنے آنسو تھے ۔محبت کا غم لفظوں کے زہریلے تیروں نے اسے وقت سے پہلے موت کے حوالے کر دیا۔احمد علی کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھنے لگا۔علیٰ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما اور اپنی بیٹیوں کی طرف اشارہ کیا ۔جیسے کہہ رہا ہو ۔علیٰ میرے بعد تو ہی ان کا سب کچھ ہے۔میری بیٹیوں کو کبھی غم نہ دینا اُنہیں خوش رکھنا۔ماں کی یاد نہ آنے پائے۔میری یادان کو نہ ستائے۔

موذن اذان دے رہا تھا۔احمد کے لب ہلنے لگے اور وہ کلمہ شریف کا ورد کرنے لگا۔اذان ختم ہوئی۔ساتھ ہی احمد اس دُنیا سے کنارہ کر گیا۔آج ہی تو پُرسکون ہو کر سویا تھا۔ایسی نیند جس میں کوئی درد، کوئی غم ،کوئی دھوکہ نہ تھا۔نورین احمد سے لپٹ کر رو رہی تھی۔ننھی معصوم کنیزہ ،نور صبا، مہک پاپا۔۔۔پاپا کہہ کر آنسو بہا رہی تھیں۔ہر کوئی ماتم کناں تھا۔ساری برادری، رشتے دار، ہمسائے نم دیدہ تھے۔دُشمن بھی آخری دیدار کرنے آئے تھے۔دُشمن جاناں بھی لوٹ آئی تھی۔لیکن اب لوٹ کر آنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔جس کو انتظار تھا وہ تو چلا گیا تھا۔ایمان نے بچیوں کو سینے سے لگانا چاہا۔لیکن وہ پیچھے ہٹ گئیں۔جیسے کہہ رہی ہوں تم کون ہو۔؟تم ہماری کیا لگتی ہو۔۔؟ہماری ماں تو تین سال پہلے مر گئی تھی۔تم تو ہمارے پاپا کی قاتل ہو قاتل۔نفرت بھری نگاہوں سے ایمان کو تکتی رہی تھی۔ایمان بت بنی بیٹھی تھی۔علیٰ نے بھی منہ دوسری طرف موڑ لیا تھا۔ایمان مگر مچھ کے آنسو بہاتی اپنی دُنیا میں لوٹ گئی۔

سورج غروب ہوتے ہی علیٰ اور نورین نے احمد کو منوں مٹی تلے دفن کروا دیا۔اس کی یادیں، اس کی باتیں۔اس کی محبت ،آج بھی علیٰ اور نورین کے دلوں میں روز اوّل کی طرح قائم و دائم ہیں۔علیٰ نے بہن نورین اور بھتیجیوں کی خاطر شادی نہیں کی۔اسے بس یہی خوف ہے کہ ایمان کی طرح کوئی میری زندگی نہ خراب کر دے۔میں اپنی بہن اور بھائی کی نشانیوں سے مرحوم ہو جاؤں اور یہ آنگن پھر سے نہ جل اُٹھے۔

ایمان نے چار ماہ بعد کسی شہزادے سے شادی رچالی ،لیکن شادی کے چند روز بعد ہی اچانک ایک عجب سا واقعہ ہوا۔ایمان کو دورہ پڑا اور وہ اپنے گھر سے ننگے پاؤں نکل کر بھاگی اور احمد کے گھر پہنچ گئی۔بڑی بیٹی کنیزہ اپنی پھوپھی نورین کے ساتھ کھانا پکانے میں مصروف تھی۔ایمان ”بیٹی“ کہہ کر اس کی طرف بڑھی۔لیکن کنیزہ نے نفرت

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سے نگاہیں دوسری طرف کر لی۔ باقی دونوں بیٹیوں نے بھی ملنے سے انکار کر دیا۔ وہ دیوانوں کی طرح ان سے معافیاں مانگ رہی تھی لیکن بیٹیاں اس سے لاتعلق رہیں۔

شام کو "نیا شہزادہ" اُسے ڈھونڈتا ہوا یہاں آن پہنچا اور گھسیٹا ہوا ساتھ لے گیا۔ جس کے بعد سے ایمان مستقل ذہنی مریضہ بن گئی۔ وہ سوتے سوتے اچانک جاگتی اور بچیوں کو یاد کر کے رونے لگتی۔ نئے شہزادے کیلئے اب وہ اضافی بوجھ بن گئی تھی۔ جس سے بالآخر اس نے نجات حاصل کر لی۔ بچیوں نے پھوپھی اور چچا کی منت سماجت کے بعد ماں کو قبول تو کر لیا لیکن دل سے نہیں صرف اپنا مذہبی فریضہ جان کر اور یہی

بات ایمان کی زندگی کا روگ بن گئی۔ آج کل وہ احمد والی بیماری کا شکار بستر مرگ پر احمد کے پاس جانے کا انتظار کر رہی ہے۔ شاید احمد کی روح اسے معاف کر دے۔

مجید احمد جائی.....ملتان شریف

0301-7472712

☆.....☆.....☆

ایک پولیس والا چور سے ایک قدم بھی آگے مت بڑھنا ورنہ.....؟

چور: پستول نکالتے ہوئے ورنہ کیا.....؟

پولیس والا: ورنہ میں بھاگ جاؤں گا۔

(عمیر مجید.....ٹوبہ ٹیک سنگھ)

معلومات پاکستان

☆.....پاکستان کے قیام کا بنیادی نظریہ اسلام ہے۔

☆.....پاکستان کا قیام چودہ اگست 1947ء کو عمل میں آیا۔

☆.....اسلامی تاریخ کے مطابق پاکستان کا قیام ستائیس رمضان 1366ھ کو ہوا۔

☆.....پاکستان کا سرکاری نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔

☆.....چودہ اگست 1947ء کو پاکستان کے قیام کا اعلان لاہور ریڈیو سٹیشن سے کیا گیا۔

☆.....دنیا میں رقبے کے اعتبار سے پاکستان کا 35واں نمبر ہے۔

☆.....رقبے کے اعتبار سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ بلوچستان ہے۔

☆.....پاکستان بحیرہ عرب کے کنارے پر واقع ہے۔

(عائشہ طالب.....گوجرانوالہ)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بری صحبت برا انجام

عثمان علی معاویہ خانیوال

0306-0068287

hafizusmanyousuf@gmail.com

کاشف تم کل غیر حاضر کیوں رہے؟ سر میرے والد صاحب بیمار تھے کل مجھے ان کی دکان پر جانا تھا۔ لیکن کسی نے اطلاع نہیں دی۔ سر میرا ارادہ تھا کہ میں جلدی کام سے فارغ ہو کر اسکول پہنچ جاؤں گا لیکن دکان پر کام بہت تھا۔ چلو آج بیٹھ جاؤ آئندہ بغیر اطلاع کیے چھٹی نہ کرنا۔ جی بہتر یہ کہتے ہوئے کاشف اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

کاشف انس کی آواز سنتے ہی کاشف کے قدم رک گئے۔ ہاں انس سناؤ کیسے ہو؟ میں ٹھیک ہوں آپ سناؤ مجھے تو آج آپ کی فکر رہی کل ٹیچر نے کچھ کہا تو نہیں۔ کہنا کیا تھا بس وہ آپ والا بہانا لگایا۔ بھئی کون سا! ارے وہی جو آپ نے کہا تھا کہ اسکول سے چھٹی کر لو اور ضروری کام کا بہانا لگا دینا۔ بتاؤ یہ بہانا کیسا رہا۔ اس نے شوخیہ انداز میں پوچھا۔ بہت خوب! کاشف نے اپنا ہاتھ زور سے انس کے ہاتھ پر مارا اور دونوں کھلکھلاتے ہوئے گراؤنڈ کی طرف بڑھ گئے۔

کاشف ایک غریب باپ کا بیٹا تھا۔ ان کی بازار کے کنارے ایک چھوٹی سی سبزی کی دکان تھی جس سے ان کی گھر کا گزر بسر با مشکل ہوتا تھا۔ لیکن کاشف کے والد اپنے بیٹے کی تعلیم کے حوالے سے بہت سنجیدہ تھے۔ کبھی بھی تعلیمی خرچ کے حوالے سے کاشف کو کوشکایت کا موقع نہیں دیا تھا لیکن کاشف کے دوست کچھ اچھے نہیں تھے۔ وہ کاشف کو بھی کھیل کود اور دوسری مشغولیات میں الجھائے رکھتے تھے آہستہ آہستہ کاشف میں بھی وہی عادتیں پیدا ہونے لگیں۔ اب اس کا پڑھائی میں دل نہیں لگتا تھا۔ پڑھائی سے بچنے کیلئے وہ طرح طرح کے بہانے بناتا یہاں تک کہ وہ جھوٹ بولنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا تھا آج بھی جب ٹیچر نے چھٹی کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے ضروری کام کا جھوٹا بہانا لگا دیا۔

ہیلو اسلام علیکم! کاشف کے ابو اٹینڈ کرتے ہوئے بولے۔ وعلیکم السلام! میں کاشف کے اسکول سے اس کا ٹیچر زبیر بات کر رہا ہوں۔ جی زبیر صاحب خیریت سے ہیں؟ ہاں! الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ جی فرمائیں کیسے یاد کرنا ہوا۔ کاشف کے ابو نے ان سے پوچھا۔ میں نے کاشف کی پڑھائی کے حوالے سے بات کرنی تھی۔ ماشاء اللہ! آپ پہلے بھی شفقت فرماتے ہیں جی فرمائیں کاشف پڑھائی میں کیسا جا رہا ہے؟ میں کچھ دنوں سے اس کی پڑھائی سے مطمئن نہیں ہوں۔ کل بھی اس نے بغیر اطلاع

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کے چھٹی کی ہے۔ ہیں! کل وہ غیر حاضر ہوا۔ حالانکہ وہ میرے سامنے ہی یونیفارم پہن کر اسکول کے لئے باہر نکلا تھا۔آپ کا شکر یہ کہ اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ابھی تو وہ کسی کام کیلئے گھر سے باہر گیا ہے۔ واپس آتے ہی میں اس کی خبر لیتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے کاشف کے ابو نے غصہ سے فون بند کر دیا۔

اسکول کی اسمبلی ختم ہوتے ہی سب بچے اپنی اپنی کلاس میں پہنچ چکے تھے۔کاشف بھی سر جھکائے ایک طرف کو بیٹھا تھا ۔کہ اچانک سر عادل کلاس میں داخل ہوتے دکھائی دیے۔ کاشف ان کی آواز گونجی ادھر آؤ۔اور وہ بوجھل قدموں سے عادل صاحب کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مجھے تمہاری حرکت پر انتہائی افسوس ہوا۔ میں تمہارے غریب باپ کی وجہ سے تمہاری تعلیم کا سب سے بڑھ کر خیال رکھتا تھا۔لیکن تم نے مجھے اور اپنے گھر والوں کو بہت دھوکہ دیا۔اور جھوٹ بول کر میرے سے اپنا اعتماد اٹھا لیا ہے۔سر میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔آپ مجھے آخری مرتبہ معاف فرما دیں۔ میں کبھی بھی برے لڑکوں سے دوستی نہیں لگاؤں گا۔ اور میں اپنی حرکت پر شرمندہ ہوں سر۔ مجھے معاف فرما دیں۔سر پلیز سر یہ کہتے ہوئے کاشف سر عادل کے قدموں میں گرتا چلا گیا۔ سچ ہے کہ بروں کی دوستی انسن کو برا بنا دیتی ہے۔تو اچھے بچو! دیکھا آپ نے کاشف کو بری دوستی کے نتیجے میں کتنی ندامت کا سامنا کرنا پڑا؟؟

ماں

☆.....آسمان نے کہا.....ماں صبح کی پہلی کرن۔

☆.....چاند نے کہا.....ماں ٹھنڈک۔

☆.....ستاروں نے سرگوشی کی.....ماں ایک چمکدار ستارہ ہے۔

☆.....سورج نے برملا کہا.....ماں کی گود جیسی گرمائش مجھ میں نہیں۔

☆.....بادل نے خیال ظاہر کیا.....ماں ساون کے پہلے قطرے کی مانند ہے۔

☆.....موسم نے انکشاف کیا.....ماں ایک کنارہ ہے۔

☆.....پھول نے جھوم کر کہا.....ماں ایک خوبصورت خوشبو ہے۔

☆.....رخت نے لہرا کر کہا.....ماں وہ چھاؤں ہے جس کے سائے میں بیٹھ کر سکون ملتا ہے۔

ملک این اے کاوش اعوان.....سلانوالی

بانی و چیف ایڈیٹر شاہین ڈائجسٹ

0302-2305767

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

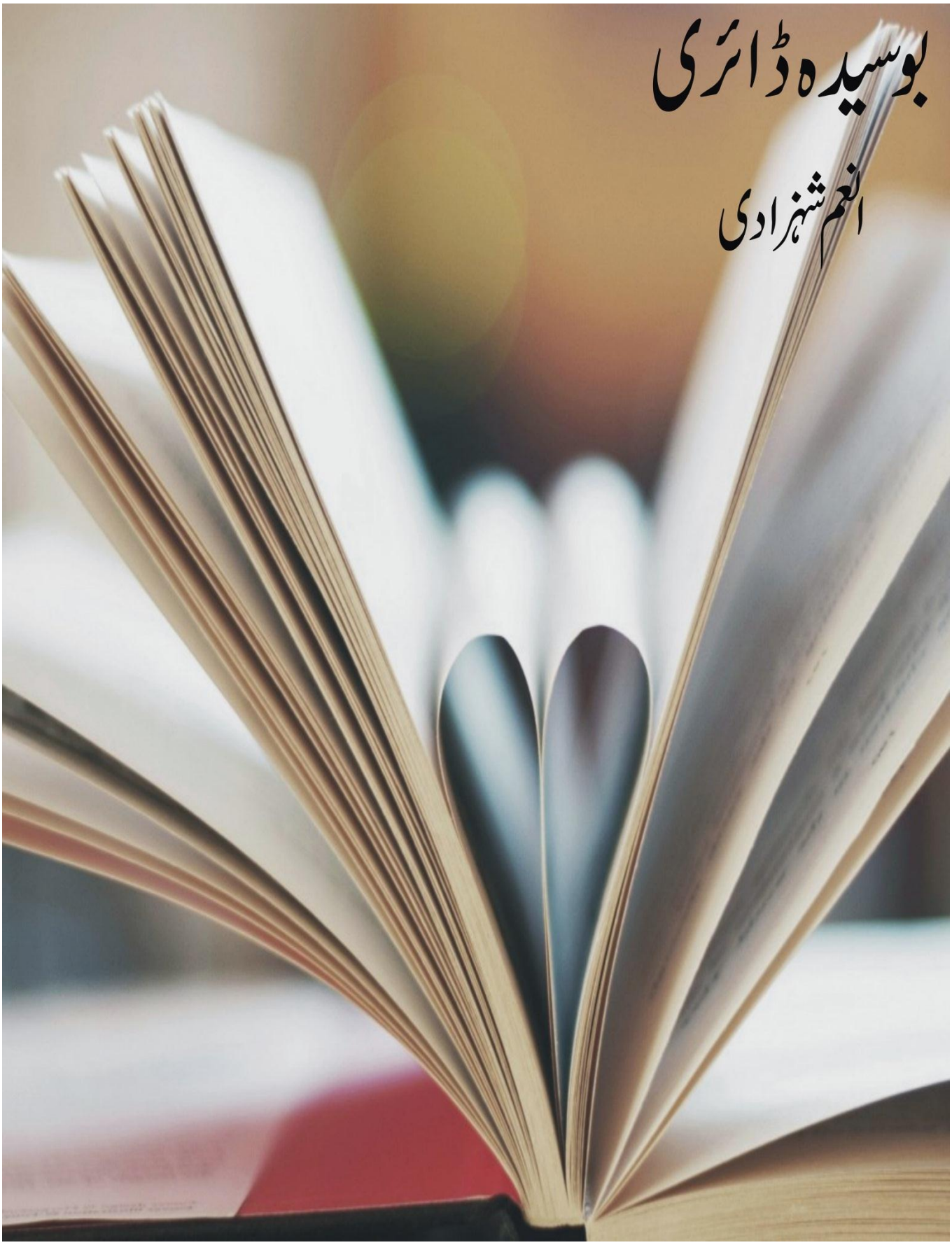

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بوسیدہ ڈائری

تحریر:انعم شہزادی.....فیس بک انچارج

اس کا نام مقصود احمد تھا۔شہر کے اندر مین شاہراہ پر اس کا آفس تھا۔وہ شہر کا ایک مشہور اور جانا پہچانا آرکیٹیکٹ تھا۔اسے متعلقہ فیلڈ میں کافی عرصہ بیت چکا تھا۔شروع سے ہی اس نے یہاں ہی آفس کھولا تھا۔اس کا تعلق بھٹی گھرانے سے تھا۔اس کے والد صاحب شہر کے مشہور پراپرٹی ڈیلر تھے۔اس کے علاوہ بھی تین بھائی تھے۔تینوں اپنے اپنے کاموں میں جتے ہوئے تھے۔ مقصود احمد کی عمر تیس پینتیس کے قریب پہنچ چکی تھی لیکن ابھی تک اس کا سنگل سے ڈبل ہونے کا کوئی موڈ نہیں بن پا رہا تھا۔بات یہ نہیں تھی کہ اس کا کسی کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہوا تھا۔

اس کا اپنی ماموں زاد حنا رحمان سے نکاح ہو چکا تھا۔حنا رحمان بھی تقریباً اسی کی عمر کی ہی تھی۔وہ ایم فل کر رہی تھی اور ابھی اس کا بھی شادی کا کوئی موڈ نہیں تھا۔ایک بات جو دونوں میں ایک جیسی تھی وہ یہ تھی کہ دونوں کے مزاج ایک جیسے تھے،سرد مزاج۔مقصود بھٹی کی ایک خو اور بھی تھی اور وہ یہ تھی کہ وہ غریبوں کا بڑا احساس مند تھا۔جبکہ حنا رحمان غریبوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔گھر میں کام کرنے والے ملازموں تک کو وہ منہ تک نہیں لگاتی تھی۔یہی نہیں اپنی غریب کلاس فیلوز کو بھی منہ لگانا پسند نہیں کرتی تھی۔اس کی اس خصلت سے سب بھاگتے تھے۔اس کے دل میں اپنے باپ کے عہدے(کمشنر ائے رحمان سکندر بھٹی)اور اپنی دولت کا گھمنڈ تھا۔لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس کا یہی غرور و گھمنڈ اسے دوسروں سے دن بدن دور ہی کرتا چلا جا رہا تھا۔

مقصود احمد فارغ اوقات میں کسی نہ کسی کتاب کے مطالعے میں مگن رہتا تھا۔یہ نہیں کہ اس کے پاس کام کی کمی تھی کام تو اتنا تھا کہ سر کھجانے تک کی فرصت درکار نہ ہوتی تھی۔بس جب کام کرتا کرتا تھک جاتا تو کتابوں کے مطالعے میں مگن ہو جاتا تھا۔یا پھر ایل سی ڈی چلا کر کوئی پروگرام دیکھنے لگ جاتا تھا۔

آج صبح جب وہ گھر سے آفس آ رہا تھا۔تو اس نے راستے میں اپنے ایک دوست جس کی کباڑ کی دکان تھی اس کے پاس گاڑی روکی۔اس کا صرف ایک ہی دوست

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تھا۔ملک دلاور حسین جو کباڑیہ کا کام کرتا تھا۔ملک دلاور حسین کے پاس بھی پیسے کی فراوانی تھی۔دو چار ایکڑ زمین بھی حصے میں باپ سے مل گئی تھی۔جس سے اچھی خاصا زرمبادلہ آجاتا تھا۔مقصود احمد کو دیکھتے ہی ملک دلاور حسین نے اپنا کام چھوڑا اور اپنی کرسی سے ایستادہ ہو کر آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔دونوں دوست آپس میں بغل گیر ہوئے۔

چھوٹے دو چائے کے کپ فوراً بنوا کے لا اور اچھی طرح بنوا کے لانا.....ملک دلاور حسین نے دکان پہ کام کرنے والے لڑکے بلند آواز سے کہا اور مقصود احمد کی طرف متوجہ ہوا۔

"تمہیں کارڈ تو مل ہی گیا ہوگا میری شادی کا۔؟"

اس کی بات سن کر مقصود احمد حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوا۔

تمہاری شادی.....واؤ انٹرسٹنگ یار کب کروا رہے ہو۔مجھے تو کارڈ نہیں ملا۔کہیں غلط ایڈریس پہ تو نہیں بھیج دیا.....؟مقصود احمد نے خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے پوچھا۔

نہیں یار کل شام کو دیئے تھے پڑوسی حجام والے کو امید ہے تھوڑی دیر میں تیرے آفس پہنچ آئے گا.....ملک دلاور حسین نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

اچھا تو یہ بتا کہ تجھے کس نے رشتہ دے دیا ہے.....؟مقصود احمد نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اپنی ہنسی روکتے ہوئے پوچھا۔

کیوں کیا مجھے کوئی رشتہ نہیں دے سکتا سینگ نکل آئے ہیں میرے یا پچھواڑے میں دم نکل آئی ہے.....؟ملک دلاور حسین نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

مقصود احمد کے بولنے سے پہلے ملک دلاور حسین کی دکان پر کام کرنے والا لڑکا چائے لے آیا اور ان دونوں کے سامنے رکھ دی۔مقصود احمد نے ایک انگڑائی لی اور گردن گھما کر پیچھے دیکھا تو اس کی نگاہیں یک لخت ایک طرف ردی میں پڑی ایک بوسیدہ سی ڈائری پر پڑ گئی۔وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس ڈائری کی طرف لپکا۔ملک دلاور حسین نے اسے اچانک اٹھ کر ردی کی طرف جاتے دیکھا تو چنداں حیران و ششدر رہ گیا۔وہ اس کی حرکات و سکنات کو دیکھنے لگا۔مقصود احمد نے اس ڈائری کو اٹھایا اور ساتھ ہی ٹیبل پر پڑے ایک پرانے کپڑے سے اس کے اوپر سے گرد کو جھاڑا اور لے کر واپس اپنی نشست پر آ کر براجمان ہو گیا۔

اب اس ڈائری کے اندر جناب کو ایسی کون سی بات دکھائی پڑ گئی کہ آناً فاناً اٹھ کر اسے جا کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اٹھالائے.....؟ ملک دلاور حسین نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

نجانے کیوں اس ڈائری میں ایسی کونسی کشش تھی کہ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف بڑھا.....مقصود احمد نے ڈائری کا پہلا ورق الٹتے ہوئے کہا۔

پہلا ورق جیسے ہی اس نے الٹا اس سے اگلے ورق پر اسے ایک تحریر پڑھنے کو ملی جو یہ تھی:

''اس ڈائری کے ہر ورق پر حقیقت سے لبریز تحریر لکھی ہے۔میرے اس ڈائری لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آنے والی نسل کو ایک سبق حاصل ہو جائے۔میری زیست کے دن ختم ہونے کو ہیں کسی بھی وقت صدائے اجل میری قوتِ سماعت پر دستک دے سکتی ہے۔اور پلک جھپکتے میں فرشتۂ اجل میری آتما کو میرے شریر سے نکال کر جہنم کی گہری کھائیوں کی نذر کر دے گا جہاں تا زیست میری روح آتش جہنم کا ایندھن بنے گی۔میرے کیے کی مجھے سزا ملے گی۔میں نے جو کچھ دنیا میں رہ کے بویا اس کا پھل مجھے اسی صورت میں ملے گا۔ میں نے نجانے کتنی زندگیاں برباد کیں۔

کتنی ہی بے گناہ دوشیزاؤں کو میں نے اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھایا تھا۔پیسے کی ہوس میں میں یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ ظالم ان دوشیزاؤں کے ساتھ نجانے کیا کرتا ہو گا مجھے تو بس غرض تھی پیسے سے جو مجھے اس کام کے عوض اتنا مل جاتا تھا کہ میں نے سپنوں میں بھی نہ سوچا تھا.....میں نے اپنی آخرت کو اپنے ہی ہاتھوں جہنم بنا ڈالا ہے۔دور افق پر مجھے ایک پرندہ دکھائی دے رہا ہے جو بڑی سرعت سے میری طرف بڑھ رہا ہے۔یوں لگ رہا ہے کہ جیسے وہ اپنی لمبی اور تیز نوکدار چونچ سے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔مجھے تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔میرا نام و نشان اس دنیا سے مٹا ڈالے گا۔کسی کو میری موت کی خبر بھی نہیں ہو گی اور وہ مجھے ہڑپ کر جائے گا۔

اوہ بھگوان اب تو اور بھی بھیانک منظر میری آنکھوں کے سامنے عیاں ہو رہا ہے۔آسمان کی وسعتوں میں بڑے بڑے گدھ اڑتے ہوئے مجھے دکھائی دے رہے ہیں۔میری موت کتنی بھیانک موت ہو گی۔یہ سوچ سوچ کر ہی میں تو سر سے پاؤں تک پسینے میں شرابور ہوئے جا رہا ہوں۔اور یہ مشرق کی طرف سے چڑھتی لال آندھی کسی انہونی کا واضح بتا رہی ہے۔کتنی سرعت سے یہ لال آندھی پورے آسمان کو اپنی آغوش میں بھر رہی ہے۔یہ ہو کیا رہا ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔لال آندھی پورے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے اور اب میں ایک اور بھیانک منظر دیکھ رہا ہوں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بھیانک چہرے والے درجنوں انسان نما پرندے جن کے بڑے بڑے پر ہیں۔اوران پروں کی پھڑ پھڑاہٹ میری قوت سماعت تک سنائی دے رہی ہے۔ان کے چہرے مسخ شدہ ہیں۔لیکن ہیں انسانوں کے جیسے ۔باقی جسم پرندوں کی مانند ہیں لیکن اتنے بڑے پرندے تو میری زندگی میں نہ دیکھے تھے۔یہ کیاان بھیانک چہروں والے پرندوں کے خدوخال یکبارگی تبدیل ہونے لگ گئے ہیں۔یہ سب تو وہ ہیں جن کو میں نے اپنے ہاتھوں سے کالی چرن کے سپرد کیا تھا۔مطلب یہ سب مل کر آج میری تکہ بوٹی کرنے کے موڈ میں ہیں۔میں کوئی جن بھوت،جادوگر یا کوئی ایسا انسان تو ہوں نہیں جس کے قبضے میں کچھ شکتیاں ہوں اور اور وہ ان شکتیوں کے بل بوتے پر اس عفریت سے نجات حاصل کر سکے۔میں تو ایک عام انسان ہوں بس میرے کام ایسے تھے کہ میں نے کئی چراغوں کو اپنے ہاتھوں سے گل کر دیا تھا۔''

اس سے آگے کی تحریر اگلے ورق پر تھی لیکن مقصود احمد یہ ڈائری خلوت میں بیٹھ کر پڑھنا چاہتا تھا اس لیے اس نے اس ڈائری کو سنبھال لیا۔اس کے چہرے کے بدلتے تیوروں کو ملک دلاور حسین متواتر دیکھ رہا تھا۔

تو ایسی کونسی بات جناب کو ڈائری میں نظر آئی ہے جس نے اپنی طرف کھینچا ہے.....؟ ملک دلاور حسین نے زیر لب مسکراتے ہوئے چائے کا خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

چھوڑو اس بات کو یہ بتاؤ شادی کس تاریخ کو کر رہے ہو اور کہاں کر رہے ہو.....؟ مقصود احمد نے ہاتھ بڑھا کر میز پر پڑا چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔چائے ٹھنڈی پڑ چکی تھی لیکن اسے اس بات سے کوئی غرض نہ تھی وہ تو بس کسی طرح جلد سے جلد یہاں سے جانا چاہتا تھا تا کہ آفس میں جا کر سکون سے ڈائری کا مطالعہ کر سکے۔

جب کارڈ مل گیا تو دیکھ لینا.....ملک دلاور حسین نے اس کی بات کو مذاق میں ڈالتے ہوئے کہا۔

مقصود احمد اس کے پاس تھوڑی دیر ہی رکا۔ادھر ادھر کی دو چار باتوں کے بعد اس نے وہاں سے نکلنا ہی مناسب سمجھا۔گاڑی گیئر میں ڈال کر اس نے سپیڈ بڑھا دی۔

☆.....☆.....☆

ایکسکیوزمی مسٹر یہ کوئی وقت ہے آفس میں آنے کا.....مقصود احمد جیسے ہی آفس میں داخل ہوا حنا رحمٰن نے غصے سے تقریباً دھاڑتے ہوئے پوچھا۔

ایک بار تو اسے اتنی سویرے دیکھ کر وہ دنگ ہی رہ گیا کیونکہ وہ جب بھی اس کے آفس میں آتی تھی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دوپہر کے تین چار بجے ہی آتی تھی اور آج صبح صبح اسے دیکھ کر انگشت بدنداں ہونا لازمی امر تھا۔ملازم آفس کھول کر جھاڑ پونچھ کر دیتا تھا۔وہ ہمیشگی نو دس بجے کے قریب ہی آفس آتا تھا۔

''مسٹر میں تم سے مخاطب ہوں، یہ کوئی ٹائم ہے آفس آنے کا۔میری بات کا جواب دینے کی بجائے تم بونگوں کی طرح ایستادہ میرا منہ کیوں تکے جا رہے ہو؟''

حنا رحمٰن نے دوبارہ سرزنش کرتے ہوئے کہا تو وہ سر کو جھٹکتا ہوا اپنی نشست کی طرف لپکا۔

آج صبح صبح کیسے آن وارد ہوئی تم.....؟اس نے اپنا بیگ ٹیبل پر ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے نشست پر براجمان ہوتے ہوئے پوچھا۔

کیوں میں نہیں یہاں آسکتی کیا آخر میں تمہاری منکوحہ ہوں اور جلد ہی تمہاری اہلیہ بننے والی ہوں.....حنا رحمٰن چہرے پہ آئے بالوں کی لٹ کو کان کی لو کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔

اچھا جی ابھی اہلیہ بنی نہیں اور رعب جھاڑنا شروع کر دیا.....مقصود احمد نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''اچھا پہلے یہ بتاؤ کہ کیا لوگی چائے یا کافی''

نو تھینکس.....حنا رحمٰن نے پیپر ویٹ ٹیبل پر گھماتے ہوئے کہا۔''ایکچوئلی میں تم سے کچھ بات کرنے آئی ہوں۔''

ایسی بھی کیا خاص بات ہے جو صبح صبح آن دھمکی فون کر دیتی یا گھر آجاتی.....؟مقصود احمد نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

ایکسکیوزمی۔ابھی اتنی بھی صبح نہیں ہے خیر سے آفتاب سوا نیزے کی دوری پر شعلے برسا رہا ہے اور تمہیں ابھی صبح لگ رہی ہے.....حنا رحمٰن نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

اچھا بتاؤ کیا خاص بات ہے.....؟مقصود احمد نے ٹیبل پر رکھے اپنے بیگ سے فائلوں کا پلندہ نکالا اور خالی بیگ کو کرسی کے ساتھ ہی نیچے زمین پر رکھتے ہوئے بولا۔

گڈ نیوز یہ ہے کہ میرا ایم فل اچھے نمبروں سے کلیئر ہو گیا ہے.....حنا رحمٰن نے خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے کہا۔

اچھا تو یہ بات تم فون پر بھی بتا سکتی تھی .....مقصود احمد نے اس کو سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

یہ آج تمہیں ہے آخر کیا گھر سے عزت تو نہیں ہوئی، چلو کوئی بات نہیں میں آگئی تو سب سنبھال لیا کروں گی.....حنا رحمٰن نے پیپر ویٹ چھوڑ کر کرسی کی پشت سے کمر ٹکاتے ہوئے کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تواب کیا پی ایچ ڈی کرنے کا موڈ ہے.....؟ مقصود احمد نے ہاتھ فائلوں کے پلندے کے اوپر رکھی ڈائری کو اپنے دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔

جی نہیں میں فی الحال تم سے کچھ اور ہی کہنے آئی ہوں.....حنا رحمٰن نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

اس کی بات سن کر مقصود احمد نے اسے سوالیہ اکھیوں سے گھورا۔وہ جان چکا تھا کہ حنا رحمٰن کا صبح صبح اس کے آفس میں آن دھمکنا کوئی خیر کی علامت تو لگتی نہیں ۔اور ویسے بھی زندگی کا یہ پہلا چانس تھا جب وہ اتنی صبح اس کے آنے سے بھی پہلے اس کے آفس میں آئی بیٹھی تھی۔مقصود احمد کی چھٹی حس اسے خبردار کر رہی تھی کہ آج معاملہ کچھ اور ہی ہے لیکن حنا رحمٰن کی چہرے کی کیفیت بتا رہی تھی کہ کوئی بہت ہی خاص بات ہے۔کیونکہ بات کرتے کرتے وہ اس سے آنکھیں نہیں ملا پا رہی تھی۔مقصود احمد نے منہ سے تو کوئی الفاظ نہ نکالے بس متواتر اس کی طرف سوالیہ اکھیوں سے دیکھنے لگا۔

''بات یہ ہے کہ میں نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ لیا ہے کہ اب ہمیں ایک ہو جانا چاہیے۔''

وٹ یو مین.....؟مقصود احمد اس کی بات سن کر تقریباً حیرت سے اچھل پڑا۔

اٹس مین کہ اب ہمیں شادی کر لینی چاہیے۔ارے یار میں نے تو صبح سنگار میں دیکھا تو حیران رہ گئی کیونکہ مجھے تو اپنے سر میں سفیدی کی علامتیں دکھائی دینے لگ گئی ہیں،یہ نہ ہو پچھلی عمر شادی کے بعد ہمارے بچوں پر جگ ہنسائی ہی شروع ہو جائے۔''

حنا رحمٰن تو متواتر بولے ہی جا رہی تھی جبکہ مقصود احمد حیرت کے سمندر میں غوطہ زن اس کی باتیں سنے جا رہا تھا۔دوسری طرف اس کا من چاہ رہا تھا کہ کسی طرح یہ افتاد سر سے ٹلے اور وہ اس بوسیدہ ڈائری کا مطالعہ شروع کرے۔لیکن وہ تو ٹلنے کی بجائے پکی ہی اس کے سر پر قابض ہونے والی تھی۔

کیا شادی اور اتنی جلدی.....؟مقصود احمد نے اس کی بات سن کر حیرت سے کہا۔

ہاں ہاں شادی۔تم تو ایسے حیران ہو رہے ہو جیسے میں نے تم پر کوئی بم گرا دیا ہو.....حنا رحمٰن نے ناک بسورتے ہوئے کہا

یہ بات کسی بم سے کم لگتی ہے تمہیں کیا.....؟مقصود احمد نے سوال داغا۔

مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں بس میں اب جانے لگی ہوں تم لوگ تیاری کرو آج شام ہی میرے ماما پاپا تمہارے گھر بات پکی کرنے آ رہے ہیں۔ویسے بھی اب میں نے Decision لے لیا ہے تو بات ختم اوکے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اب میں چلتی ہوں۔۔۔۔۔حنارحمٰن بات مکمل کرکے چپت ہوگئی جبکہ مقصود احمد حیران وششدر بس اسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔

مقصود احمد ابھی مزید چند سال بنا شادی کے گزارنا چاہتا تھا۔وہ اتنی جلدی غلامی کی زنجیروں میں خود کو مقید ہوتا دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔اسے یہ بھی معلوم تھا کہ حنارحمٰن ایک سلجھے ہوئے گھرانے کی دختر ہے لیکن بیوی کسی عفریت سے کم تو نہیں ہوتی۔اسے ابھی سے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔کرسی سے سر ٹکا کر اس نے آنکھیں موند لی تھی۔پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے ڈور بیل دبائی تو ملازم لڑکا اندر داخل ہوا۔اسے چائے کا کہہ کر اس نے دوبارہ کرسی سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

☆-----☆-----☆

ڈائری کافی بوسیدہ تھے۔اگر تھوڑی سختی سے دبائی جائے تو امید ہے دو تین پارٹس میں بٹ جائے۔مقصود احمد ڈائری کو سامنے رکھے ہوئے تھا۔ایک بار پھر دوبارہ اس نے ڈائری کے پہلے ورق پر تحریر شدہ عبارت کو پڑھا۔

''اس ڈائری کے ہر ورق پر حقیقت سے لبریز تحریر لکھی ہے۔میرے اس ڈائری لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ آنے والی نسل کو ایک سبق حاصل ہو جائے۔میری زیست کے دن ختم ہونے کو ہیں کسی بھی وقت صدائے اجل میری قوتِ سماعت پر دستک دے سکتی ہے۔اور پلک جھپکتے میں فرشتۂ اجل میری آتما کو میرے شریر سے نکال کر جہنم کی گہری کھائیوں کی نذر کر دے گا جہاں تا زیست میری روح آتش جہنم کا ایندھن بنے گی۔میرے کیے کی مجھے سزا ملے گی۔میں نے جو کچھ دنیا میں رہ کے بویا اس کا پھل مجھے اسی صورت میں ملے گا۔میں نے نجانے کتنی زندگیاں برباد کیں۔

کتنی ماؤں کے لالوں کو لقمۂ اجل بنا دیا۔کتنی بہنوں سے ان کے بھائیوں کو اور کتنی دوشیزاؤں کے سپنوں کے مہاراجوں کو ابدی نیند سلایا۔میں کالی دنیا کا ایک من مانا انسان جس کی آتما شاید شریر سے نکلنے کے بعد دنیا میں ہی رہ جائے اور شیطانی شکتیاں اسے اپنی انگلیوں پر نچاتی رہیں میں کچھ نہیں جانتا۔میں نے اپنی آخرت کو اپنے ہی ہاتھوں جہنم بنا ڈالا ہے۔دور افق پر مجھے ایک پرندہ دکھائی دے رہا ہے جو بڑی سرعت سے میری طرف بڑھ رہا ہے۔یوں لگ رہا ہے کہ جیسے وہ اپنی لمبی اور تیز نوکدار چونچ سے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔مجھے تہس نہس کر کے رکھ دے۔میرا نام ونشان اس دنیا سے مٹا ڈالے گا۔کسی کو میری موت کی خبر بھی نہیں ہوگی اور وہ مجھے ہڑپ کر جائے گا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اوہ بھگوان اب تو اور بھی بھیانک منظر میری آنکھوں کے سامنے عیاں ہو رہا ہے۔آسمان کی وسعتوں میں بڑے بڑے گدھ اڑتے ہوئے مجھے دکھائی دے رہے ہیں۔میری موت کتنی بھیانک موت ہوگی۔یہ سوچ سوچ کر ہی میں تو سر سے پاؤں تک پسینے میں شرابور ہوئے جا رہا ہوں۔اور یہ مشرق کی طرف سے چڑھتی لال آندھی کسی انہونی کا واضح بتا رہی ہے۔کتنی سرعت سے یہ لال آندھی پورے آسمان کو اپنی آغوش میں بھر رہی ہے۔یہ ہو کیا رہا ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔لال آندھی پورے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے اور اب میں ایک اور بھیانک منظر دیکھ رہا ہوں۔

بھیانک چہرے والے درجنوں انسان نما پرندے جن کے بڑے بڑے پر ہیں۔اور ان پروں کی پھڑ پھڑاہٹ میری قوت سماعت تک سنائی دے رہی ہے۔ان کے چہرے مسخ شدہ ہیں۔لیکن ہیں انسانوں کے جیسے۔باقی جسم پرندوں کی مانند ہیں لیکن اتنے بڑے پرندے تو میری زندگی میں نہ دیکھے تھے۔یہ کیا ان بھیانک چہروں والے پرندوں کے خدوخال یکبارگی تبدیل ہونے لگ گئے ہیں۔یہ سب تو وہ ہیں جن کو میں نے اپنے ہاتھوں سے ابدی نیند سلایا تھا۔مطلب یہ سب مل کر آج میری تکہ بوٹی کرنے کے موڈ میں ہیں۔میں کوئی جن بھوت، جادوگر یا کوئی ایسا انسان تو ہوں نہیں جس کے قبضے میں کچھ شکتیاں ہوں اور اور وہ ان شکتیوں کے بل بوتے پر اس عفریت سے نجات حاصل کر سکے۔میں تو ایک عام انسان ہوں بس میرے کام ایسے تھے کہ میں نے کئی چراغوں کو اپنے ہاتھوں سے گل کر دیا تھا۔"

اسے کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی کہ اس ڈائری کا مطالعہ کرے بھی کہ نہ کرے۔اس کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔اس میں اتنی ہمت پیدا نہیں ہو پا رہی تھی کہ وہ ڈائری کا ورق الٹ کر اگلے ورق کا مطالعہ کر سکے۔بالآخر اس نے اپنے پست ہوتے حوصلوں کو یکجا کیا اور ورق الٹ ہی دیا۔اگلا منظر دیکھ کر اس کی حیرت ہویدہ ہوئی کہ ڈائری کا ورق بالکل خالی تھا۔ایک اور ورق الٹا وہ بھی خالی پھر اس نے چند سیکنڈوں کے اندر تقریباً ڈائری کے سارے ورق الٹے مگر کسی پر بھی کوئی تحریر نہ لکھی تھی۔وہ غصے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

خبیث انسان جھوٹا۔یہ ذرا ڈائری لکھی ہے اس نے ..... اس نے ڈائری کو اٹھا کر ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ڈائری کو ڈسٹ بن میں پھینک کر اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندی اور لمبی سانس خارج کی۔پھر آنکھیں کھولیں تو اس کے قدموں تلے زمین سرک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

گئی۔اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔کیونکہ منظر ہی ایسا تھا۔تھوڑی دیر قبل جس ڈائری کو اس نے ڈسٹ بن کی نظر کیا تھا وہی ڈائری اس کی ٹیبل پر پڑی تھی۔اس نے سرعت سے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی لیکن اس کے علاوہ کمرے میں بھی اور کوئی نہ تھا۔اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی ۔اگلا منظر اس سے بھی زیادہ حیران کن تھا۔اس نے دیکھا کہ ڈائری خود بخود کھلی اور اس کا ایک ورق الٹا گیا۔ورق الٹنے والا اسے دکھائی نہ دے رہا تھا۔لیکن وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ ڈائری کا ورق الٹا گیا اور اس کے سامنے وہی تحریر آ گئی جسے وہ دو بار پڑھ چکا تھا۔

وہ انگشت بدنداں نگاہیں ڈائری پر مرکوز کیے ہوئے تھا۔اس کے سوچنے سمجھنے کی تمام تر صلاحیتیں مفقود پڑ چکی تھیں۔اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا کہ وہ کرے تو کیا کرے۔بس وہ ٹکٹکی باندھے بونگوں کی طرح اس بوسیدہ ڈائری کو دیکھ رہا تھا۔اس کے دیکھتے ہی دیکھتے ڈائری کا دوسرا ورق بھی الٹا گیا۔جو کہ خالی تھا۔لیکن اب وہ خالی نہ تھا۔اس پر کوئی تحریر نہ تھی۔بلکہ اس پر ایک منظر دکھائی دینے لگا۔اس نے زندگی میں کبھی بھی ایسی ڈائری نہ دیکھی تھی جس پر تحریر کی بجائے کردار دکھائی دیں۔مختلف کردار جو اپنے اپنے انداز میں مختلف رول ادا کر رہے تھے۔اس کی نگاہوں کے سامنے ڈائری کے الٹتے اوراق پر ایک فلم سی چلنے لگی تھی۔جسے وہ حیران و ششدر بونگوں کی طرح دیکھے جا رہا تھا۔

☆-----☆-----☆

اسے کسی بھی کام کا کوئی ایکسپیرینس نہ تھا۔وہ اتنا مالدار بھی نہ تھا کہ کوئی اچھا سا کام کر سکتا۔بس اتنے پیسے تھے کہ وہ کوئی چھوٹا موٹا کام کرتا تا کہ تین وقت کا کھانا ہی میسر آتا رہے۔اس نے دو تین دنوں کے اندر کئی کام دیکھ لیے تھے لیکن کوئی بھی ایسا کام نہ تھا جو تھوڑی لاگت سے چلایا جا سکتا۔

وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا چشم و چراغ تھا۔اس کے باپ کی ساری زندگی گرلز کالج کے سامنے ریڑھی لگاتے گزر گئی تھی۔کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ اسٹیشنری کا تھوڑا بہت سامان بھی اس کے پاس ہوتا تھا۔یہی نہیں چند میک اپ کی چیزیں بھی اس کی ریڑھی پر پڑی دکھائی دیتی تھیں۔اس کی ماں اس کی پیدائش کے اگلے دو سال بعد ہارٹ اٹیک کی وجہ سے خالق حقیقی کو جا ملی۔اس وقت وہ انیس برس کا تھا جب اس کا باپ بھی خالق حقیقی سے جا ملا۔اس کے باپ کے گردے ختم ہو گئے تھے۔اب اس کا اس دنیا میں کوئی بھی نہ تھا۔

باپ سے ورثے میں ایک چھوٹا سا دو تین مرلے کا مکان حصے میں ملا تھا۔ریڑھی والے کام سے باپ نے اس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کے لیے تھوڑی تھوڑی کر کے کچھ جمع پونجی بھی بچا رکھی تھی۔اس نے باپ کے کام کو شروع کرنا چاہا لیکن کالج والوں نے اس کو انکار کر دیا اور اس کے باپ کی ریڑھی سامان سمیت اس کے سپرد کر کے اسے وہاں سے رخصت کر دیا۔یہ ایک نیا دھچکہ تھا اب تو اس کے لیے سوچ و بچار کے لمحات شروع ہونا شروع ہو گئے تھے۔پہلے تو اس نے سوچا کہ اپنی بیٹھک میں ہی چھوٹی سی پرچون کی دکان کھول لے لیکن پھر اس نے نگاہ دوڑائی تو اس نے کونوں،کھدروں میں ایک ساتھ کئی پرچون کی دکانیں دکھائی دیں۔

اس وقت بھی وہ اپنے گھر کی بیٹھک میں تنہا چارپائی پر لیٹا سوچ کے بھنور میں پھنسا ہوا تھا جب اس نے باہر رکشہ رکنے کی آواز سنی۔دروازہ کھلا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی نگاہ باہر رکشہ پر رکی۔اس نے دیکھا کہ رکنے والے رکشے سے ایک اچھی خاصی عمر کا آدمی اترا۔اس کے بے ترتیب بال،پرانے کپڑوں سمیت اس کی حالت رحم طلب تھی۔وہ متواتر اس پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔اس شخص کے ہاتھ میں ایک پرانا سا بیگ بھی تھا۔رکشہ والے کو کرایہ ادا کرنے کے بعد وہ اس کی طرف پلٹا جبکہ رکشہ واپسی کے راستے پر ہو لیا۔

اس شخص نے ایک بھرپور نگاہ اس پر ڈالی اور پھر اس کی طرف بڑھا۔وہ اس شخص کو حیرت سے اپنی طرف لپکتا ہوا دیکھنے لگا۔اس شخص نے اجازت لینے تک کی زحمت گوارہ نہ کی اور سیدھا اس کی بیٹھک میں آن دھمکا اور اندر داخل ہوتے ساتھ ہی اس نے دروازہ بند کر دیا۔

یہ کیا طریقہ کار ہے کسی کے گھر میں آنے کا.....؟اس نے چارپائی پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

چپ کرو نادان تمہیں نہیں معلوم کہ میں کون ہوں۔فی الحال چپ کرو تمہیں نہیں پتہ کہ لکشمی تمہارے گھر کے آنگن میں قدم رکھ چکی ہے.....اس شخص نے اپنا پرانا بیگ ایک طرف رکھ کر بوسیدہ سی پڑی کرسی پر براجمان ہوتے ہوئے کہا۔کرسی پر براجمان ہونے کے بعد اس نے چہار سو نگاہیں دوڑائیں پھر اس کی نگاہیں سامنے چارپائی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھے نوجوان پر جیسے ٹک سی گئیں۔

''مسٹر ہری چند،تمہیں سوچنے کی یا پریشان ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ میں تمہارے نام سے کیسے آشنا ہوں۔یہ سمجھ لو کہ میں تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک تمہارے بارے میں مکمل جانکاری رکھتا ہوں۔تم نے تا زیست غربت کی زندگی گزاری ہے لیکن خود سوچو آخر کب تک تم غربت کے مدار کے گرد چکر کاٹتے رہو گے۔اچھی زندگی جینا اور زندگی کی تمام تر آرائش و زیبائش پر تمہارا بھی اتنا حق ہے جتنا ایک عام منش کا ہے۔تھوڑے پیسے جیب

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں لیے تم تردد کرتے پھر رہے ہو کہ ان پیسوں سے میں کونسا کام شروع کروں۔تو یاد رکھنا مہنگائی کے اس دور میں یہ چند ہزار نوٹ سے تم کوئی بزنس نہیں کر پاؤ گے۔ہاں البتہ اگر تم میرا ساتھ دو تو راتوں رات تم کو اتنی دولت سے نواز دوں کہ تمہاری سات نہیں بلکہ درجنوں پشتیں پاؤں پہ پاؤں جما کر کھاتی اور لٹاتی رہیں گی تب بھی وہ پیسہ ختم نہیں کر پائیں گی۔"

لیکن تم ہو کون اور میری مدد کرنا ہی کیوں چاہتے ہو اور میرے بارے میں اتنی جانکاری تمہیں کس لیے ہے.....؟ہری چند نے محو حیرت سے اسے تکتے ہوئے پوچھا۔

مورکھ کہیں کا.....اس نے طنزیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"دنیا ترقی کی منازل طے کرتی چلی جا رہی ہے اور تم ہو کہ سوچوں کے یلغار میں پھنستے چلے جا رہے ہو۔"

ہری چند کے پاس اب سوائے چپ رہنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ویسے بھی کونسا وہ اس سے کسی قسم کی کوئی زبردستی کر رہا تھا کہ وہ ہلہ گلہ کرتا لہٰذا اس نے فی الوقت چپ رہنے کی ٹھان لی اور اس کی حرکات و سکنات دیکھنے لگا۔اس شخص نے اپنی پرانے بیگ سے نوٹوں کی ایک ساتھ کئی گڈیاں نکالیں تو ہری چند کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسے بوسیدہ اور فالتو بیگ کے اندر اتنے نوٹ بھی ہوں گے۔ہری چند نے تو کبھی زندگی میں اتنے نوٹ دیکھے تک نہ تھے۔وہ محو حیرت سے اس شخص کے ہاتھوں میں دبے نوٹوں کی گڈیوں کو دیکھنے لگا۔

سنو.....اس شخص نے ہری چند کو مخاطب کیا۔"یہ سارے نوٹ میں تمہارے لیے لایا ہوں۔"

اتنا کہہ کر اس نے نوٹوں کی گڈیاں ہری چند کی طرف اچھالیں جو ہری چند کے سامنے چارپائی پر پھیل گئیں۔ہری چند کے پاس بولنے کے لیے کچھ نہ تھا۔اسے اب آموں سے غرض تھی نہ کہ گٹھلیوں سے۔نوٹوں کی ساری گڈیاں اس نے پلک جھپکتے میں اکٹھی کر لیں۔پھر نہ جانے کیا سوچتے ہوئے اس شخص کی طرف دیکھا جس کی نگاہیں اسی پر مرتکز تھیں۔

میرا نام کالی چرن ہے۔آبادی سے باہر جو دیوہیکل کالے پہاڑ ہیں ان میں میرا مسکن ہے۔یہ پیسے میں نے صرف تمہیں اس لیے دیئے ہیں کہ تم چاہو تو اپنا کوئی اچھا سا گھر خرید لو یہی نہیں ان پیسوں سے ایک اچھا سا کاروبار بھی کر سکتے ہو۔ان پیسوں کے عوض تو تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا ہاں اگر تمہیں ہر روز نوٹوں کی ایسی گڈیاں چاہئیں ہوں تو پھر تمہیں میرے ساتھ ڈیل کرنا ہو گی۔کام مشکل نہیں ہے لیکن شروع میں تھوڑا خوف

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

،ڈراور جھجک ضرور رہتی ہے۔اگر تم اپنا کام ایمانداری سے سرانجام دیتے رہو گے تو وہ دن دور نہیں جب تمہارے نام کا ڈنکا بجے گا۔اب خود دیکھو تم ہندوستان کے ایک ایسے علاقے میں رہتے ہو جہاں رات تو درکنار دن کو بھی بھٹکنا گوارہ نہیں کرتا

یہ سب وجوہات پیسے کی وجہ سے ہیں۔کیونکہ یہ علاقہ غریبوں کا علاقہ گردانا جاتا ہے۔ہاں اگر کبھی کبھار کوئی امیر منش کوئی منت وغیرہ مانگے تو یہاں غریبوں میں آکر یا تو دو چار نوٹ بانٹ جاتا ہے یا پھر کچھ کھانے کی اشیاء بانٹ دی جاتی ہیں۔لیکن تم خود سوچو ساری زندگی کولہو کے بیل کے جیسے غربت کے مدار میں چکر لگانے والے منش کا کوئی مستقبل تو نہیں ہوتا۔کیا یہ تمہیں گوارہ ہے کہ تم تازیست ایسے ہی سوچوں کے بھنور میں پھنسے رہو اور آج نہیں تو کل جو نوٹ تمہاری جیبوں میں ہیں ایک ایک کر کے یہ سب خرچ ہو جائیں گے اور پھر تم تہی دامن ہو کر بھیک مانگنے والوں کی لائن میں ایستادہ دکھائی دو گے۔

کالی چرن بول رہا تھا اور ہری چند کو اس کی باتوں میں حقیقت دکھائی دے رہی تھی۔وہ خود کو حقیقت میں بھکاریوں کی لائن میں ایستادہ دیکھ رہا تھا۔اس نے جھٹ سے کالی چرن کی طرف دیکھا۔

نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا میں کسی طور یہ برداشت نہیں کر سکتا۔میرے باپ دادا نے کبھی بھیک نہیں مانگی تو میں کیسے کشکول تھام سکتا ہوں۔۔۔۔۔ہری چند کے لہجے میں التجا تھی۔کالی چرن اسی موقع کے ہی تو انتظار میں تھا اس کا تیر نشانے پر جا لگا تھا۔اس نے ہری چند کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے موٹے اور بھدے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

اس دنیا میں سوائے اپنے ماں باپ کے کوئی کسی کا نہیں ہوتا۔بھائی بھائی کا دشمن ہے۔۔۔۔کالی چرن نے ایک اور تیر چھوڑا۔

"آج تمہارے اوپر غربت کے بادل منڈلا رہے ہیں تو تمہارے کوئی سلام دینے کو تیار نہیں۔کل جب تمہارے حالات چنداں بہتری کی جانب سرکیں گے تو جو تمہیں جانتے تک نہیں وہ سب بھی تمہارے آشنا ہو جائیں گے۔اور تمہیں جتائیں گے کہ ہم تمہارے کیا لگتے ہیں لیکن ایسی آشنائی کا کیا فائدہ جو بھلے وقتوں میں یاد آجائے اور دگرگوں حالات میں بھول جائے۔"

میں کچھ سمجھا نہیں کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔۔۔۔؟ہری چند تم سے آپ پر آ گیا تھا۔اور یہ سب ان نوٹوں کی تپش سے ہوا تھا وگرنہ پہلے تو وہ اس شخص کو کھا جانے والی نگاہوں سے یکسر تک رہا تھا۔

میں تم سے جس کام کے لیے ڈیل کرنا چاہتا ہوں اس کے اندر پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے اندر سے احساس کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

مادے کو یکسر ختم کر دو۔اگر تمہارے دل میں کسی کے لیے تھوڑا سا بھی احساس بیدار ہو گیا تو سارے کیے پر پانی پھر جائے گا۔ جس کام کے لیے میں تمہیں آفر دے رہا ہوں۔اس کے اندر معافی کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ تھوڑی سی تقصیر ہم موت کے منہ میں پہنچا سکتی ہے۔لیکن اگر ہم لوگ سپھل ہو گئے تو میں تمہیں اتنی دولت دوں گا کہ دنیا میں تمہارے مد مقابل کسی میں ایستادہ ہونے کی سکت نہیں پیدا ہو پائے گی۔لوگ تمہارے چرنوں کو چھوئیں گے۔اور ایسی خوشگوار زندگی کا کون متمنی نہیں ہوتا ہری چند.....؟ کالی چرن نے ہری چند کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

اس کا دوسرا تیر بھی نشانے پر لگا تھا۔وہ ہری چند کا دماغ پڑھ چکا تھا۔ہری چند خیالوں میں خود کو بہت ہی امیر کبیر دیکھنے لگ گیا تھا۔وہ دیکھ رہا تھا کہ لوگ اس کو بہت عزت دے رہے ہیں۔بڑے بڑے جاہ وجلال والے لوگ اس کے سامنے سر تسلیم خم کیے ایستادہ ہیں اور وہ بڑے فخر وغرور سے ان کے سامنے ایک شاہانہ انداز میں براجمان ہے۔اس کے پاس پیسے کی ریل پیل ہے یہی نہیں اس کے پاس ایک شاندار محل نما کوٹھی ہے جس میں درجنوں ملازم ہیں۔

مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے بس میں اس گندگی سے باہر نکلنا چاہتا ہوں.....ہری چند نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

ہری چند کی بات سن کر کالی چرن کے موٹے بھدے لبوں پر مسکراہٹ جلوہ گر ہوئی۔کالی چرن کو ایسے ہی تو جوان چاہیے تھے۔وہ جانتا تھا کہ ہری چند اس کے میعار پر پورا اترنے والا منش ہے۔ہری چند کے ماتھے پر ستارہ بنا ہوا ہے۔اور جس کے ماتھے پر ستارہ ہوتا ہے وہی کالی دنیا کا شہنشاہ بنتا ہے۔ اماؤس کی کالی راتوں میں جو بھی منش جنم لیتا ہے۔شیطان دیوتا کی اس پر مہربانیاں ہوتی ہیں۔ایسے لوگ اس بات سے آشنا نہیں ہوتے کہ ان کے اندر کیسی کیسی شکتیاں پوشیدہ ہیں۔اگر وہ اس بھید سے آشنا ہو جائیں تو دنیا میں تہلکہ مچا کر رکھ دیں۔ایسے ہی لوگ کالی دنیا کے باسیوں کے ہتھے چڑھ کر کٹھ پتلی غلاموں کی طرح ان کے سامنے دم ہلاتے پھرتے ہیں۔اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے۔جب وہ ایسے لوگوں کو شیطان دیوتا کے چرنوں میں بلی چڑھا کر شیطان دیوتا کی عنائتیں اور مہربانیاں حاصل کرتے ہیں۔

ٹھیک ہے تم میرے ساتھ چلو ممبئی شہر کے اندر میں نے تمہارے لیے ایک محل نما کوٹھی خریدی ہے جس کے مالک تم ہو یہی نہیں وہاں درجنوں ملازم تمہاری خدمت پر مامور ہوں گے اور تمہارے لیے اعلیٰ قسم کی گاڑیاں بھی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

خریدی ہیں۔ بس تمہاری کمی ہے ۔ٹھیک وقت پرتم نے اچھا فیصلہ کر کے اپنی قسمت کو سنوار لیا ہے۔تم قسمت کے دھنی ہو ہری چند۔تم بہت جلد ممبئی شہر میں اپنے نام کا ڈنکہ بجتے دیکھو گے یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔۔۔۔کالی چرن نے ہری چند کو مزید سبز باغ دکھاتے ہوئے کہا تو ہری چند نے سرعت سے نوٹوں کی گڈیاں اٹھائیں۔

''یہ مکان اور یہاں کی ہر چیز یہیں چھوڑ دو۔ایسی گھٹیا چیزیں تمہاری شان کے قابل نہیں ہیں ہری چند۔''

کالی چرن نے اس کی طرف الفت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ہری چند نے جواباً اس کی طرف تشکرانہ اکھیوں سے دیکھا۔کالی چرن اس کے لیے کسی مسیحا سے کم نہ تھا۔اس کی زندگی میں تبدیلی آ گئی تھی۔وہ حقیقت میں خود کو قسمت کا دھنی گردانے لگا تھا۔اس نے کبھی تخیل میں بھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی وہ بھی اعلیٰ اور شاہانہ زندگی گزار پائے گا۔وہ جو ایک ایسے انسان کا پسر ہے جس کی ساری زندگی غربت کے مدار میں چکر لگاتے ہوئے گزری تھی وہ بھلا اس کی ضروریات کو کیسے پورا کر سکتا تھا۔شاہانہ زندگی کیسی ہوتی ہے۔اس نے کبھی تخیل میں بھی نہ سوچا تھا۔بس اتنا جانتا تھا کہ امیر لوگوں کے پاس بہت کچھ ہوتا ہے ۔رہنے کے لیے اچھے اچھے مکان اور لمبی لمبی گاڑیاں۔ان کے کپڑے اور جوتے نئے ہوتے ہیں۔ان کے پاس اتنا پیسہ ہوتا ہے کہ وہ ہر آئے دن نئی نئی چیزیں خریدتے ہیں اور اپنی پرانی چیزیں غریبوں میں بانٹ دیا کرتے ہیں۔وہ بھی اب ایسا ہی کرے گا۔

ایک منٹ کالی چرن۔۔۔۔اس نے اچانک کالی چرن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جو اپنا بوسیدہ بیگ اٹھا کر دروازے کی طرف لپک رہا تھا۔اس کی بات سن کر کالی چرن نے رک کر اسے حیرت سے دیکھا۔

''میں اس مکان سے اور تو کچھ نہیں لے جاؤں گا لیکن اپنے ماتا پتا کی تصویر ضرور لے جاؤں گا۔میں وہ کمرے سے اتار کے آتا ہوں۔''

اتنا کہہ کر ہری چند کمرے اندر چلا گیا جبکہ کالی چرن لبوں پر مسکراہٹ بکھیرے ایستادہ تھا۔اس کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ جلوہ گر تھی۔اس نے بہت بڑا کام کیا تھا۔وہ ہری چند کو اپنا کٹھ پتلی غلام بنا کر اس سے بہت کچھ کروا سکتا تھا اور جب ہری چند سے خطرے کی بو محسوس ہونے لگی وہ پلک جھپکتے میں اسے شیطان دیوتا کے چرنوں میں بھینٹ چڑھا کر شکتیاں حاصل کر لے گا۔

☆.....☆.....☆

مقصود احمد ڈائری میں رونما ہونے والے واقعات کو دیکھنے میں اس قدر مگن تھا کہ اس کے موبائل پر بجنے والی ٹون نے اسے چونکا کر رکھ دیا۔اسے یوں لگا جیسے وہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

خیالوں کی دنیا سے لوٹا ہو۔ہر کردار میں وہ خود کو دیکھ رہا تھا۔یوں لگ رہا تھا جیسے ڈائری میں ہونے والے واقعات کا وہ از خود بھی ایک کردار ہو۔اس نے بے دلی سے موبائل اٹھایا تو موبائل پر حنا رحمٰن کا نام دکھائی دیا۔اس نے بدستور بے دلی سے کال ریس کر کے موبائل کان سے لگایا۔

سنو! تیار رہنا میں نے امی سے بات کی ہے۔انہوں نے پاپا سے بھی کی ہے۔دونوں بہت خوش ہیں۔انہیں تو میری بات کا یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ میں انہیں یکبارگی ایسا سرپرائز دوں گی.....حنا رحمٰن نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا

او کے.....مقصود احمد نے مختصر جواب پر ہی اکتفا کیا۔وہ تو اس سے جان چھڑوانا چاہتا تھا تا کہ ڈائری کا مطالعہ مکمل کرے۔

کیا او کے.....؟ حنا رحمٰن نے استفسار کیا۔"یہ تمہارا موڈ کیوں خراب ہے اتنا؟"

ایسی کوئی بات نہیں بس آج تھوڑی طبیعت ناساز تھی.....مقصود احمد نے سفید جھوٹ بولتے ہوئے کہا

اگر طبیعت خراب تھی تو آفس خاک چھاننے گئے ہو ایک دن ریسٹ کر لینے میں حرج ہی کیا تھا.....حنا رحمٰن غصے سے دانت پیستے ہوئے بولی

اچھا سنو! کسٹمر بیٹھے ہیں میں بعد میں خود تم سے رابطہ کرتا ہوں مقصود احمد نے دوبارہ جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

چلو ٹھیک ہے مگر یاد سے میڈیسن لو حنا رحمٰن نے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا

او کے بائے ٹیک کیئر مقصود احمد نے دھیمے سے لہجے میں کہا اور سلسلہ کلام اختتام کو پہنچا۔

☆.....☆.....☆

اس نے کندھوں پر ایک جوان اور خوبصورت دوشیزہ کو بے ہوش کر کے اٹھایا ہوا تھا۔اس کے قدم سرعت سے کالی چرن کے ٹھکانے کی طرف بڑھ رہے تھے۔یہ آج اس کا پہلا کام تھا۔اس کا دل دھکا دھک دھڑک رہا تھا۔اس کو خوف کھائے جا رہا تھا کہ اگر وہ کسی کی نگاہوں میں آ گیا تو اسے فی الفور واصل جہنم کر دیں گے۔دوسری طرف پیسوں کا لالچ اسے اکسائے جا رہا تھا کہ منزل مشکل اور کٹھن ضرور ہے لیکن اس منزل کو پانا ناممکن نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ رات کی تاریکی میں اس نے کالی چرن سے کیے وعدے کو پورا کرنے کے لیے آج اس کے لیے پہلا شکار تلاش کیا تھا۔

ہری چند اس بات سے قطعاً آشنا نہ تھا کہ کالی چرن اس سے یہ کام کیوں لے رہا ہے اور اس کے عوض اچھی خاصی رقم اسے تھما رہا تھا۔ویسے بھی اسے آموں سے غرض تھی نہ کہ گٹھلیوں سے۔لیکن اس نے سوچ بچار بھی کرنی مناسب نہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سمجھی تھی۔اگر اسے اس بات سے آشنائی ہو جاتی کہ کالی چرن ان لڑکیوں کو شیطان کے دیوہیکل بت کے چرنوں میں بلی چڑھا کر کالی شکتیاں حاصل کرے گا اور ایک دن جب وہ اس کے لیے سولڑکیاں پوری کر لے گا تو کالی چرن اسے بھی شیطان کے چرنوں میں بھینٹ چڑھا کر شکتی شالی ہو جائے گا تو وہ قطعاً کالی چرن سے معاہدہ نہ کرتا۔لیکن اس کی آنکھوں پر تو پٹی بندھ چکی تھی اسے مطلب تھا تو بس صرف یہ کہ اس کام کے عوض اسے اچھی خاصی رقم ملے گی۔

ادھر کالی چرن شیطان دیوتا کے قد آدم بت کے سامنے آلتی پالتی مارے براجمان تھا۔وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائے جا رہا تھا۔اس کی آنکھیں بند تھیں۔بس وہ خود کلامی کے انداز میں بڑبڑائے جا رہا تھا۔تہہ خانے کی خاموش فضا میں اس کی آواز کی بازگشت گھوم رہی تھی۔تبھی آناً فاناً اس نے بند آنکھوں کو کھولا اور سامنے پڑی طشتری پر پھونک ماری۔اس طشتری میں پانی بھرا ہوا تھا۔پھونک مارنے کی دیر تھی کہ پانی میں بھونچال سا برپا ہو گیا۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس میں ایک منظر دکھائی دینے لگا جسے دیکھتے ساتھ ہی کالی چرن کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس منظر میں کالی چرن دکھائی دے رہا تھا جس کے کندھوں پر ایک خوبصورت دوشیزہ تھی۔وہ تیز تیز قدموں سے اس کے ٹھکانے کی سمت بڑھ رہا تھا۔اس کی سانس دھونکنی کی طرح پھولی ہوئی تھی۔وہ بار بار مڑ کر دیکھتا تھا اور پھر تیز تیز ڈگ بھرنا شروع کر دیتا تھا۔کالی چرن جانتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔اگر وہ یکبارگی اس پر یہ بھید عیاں کر ڈالے کہ وہ شیطان کا پجاری ہے تو ممکن ہے وہ اس کی بات سن کر سکتے میں آجائے اور اس سے کیے وعدے کو نبھانے کی بجائے چمپت ہو جائے۔ہر کام دھیرج سے کیا جائے تو اسی میں بہتری ہوتی ہے۔کالی چرن بھی جانتا تھا کہ ہری چند اس کے لیے کتنا قیمتی ہے وہ اسے کسی قیمت پر بھی کھونا نہیں چاہتا تھا کیونکہ ایسے گوہر ہائے آبدار صدیوں بعد ہی ملا کرتے ہیں۔ممکن ہے اس کی ایک چھوٹی سے خطا کی وجہ سے وہ کسی اور کے ہتھے چڑھ جائے اور اس کے کیے کرتے پر پانی پھر جائے۔وہ جانتا تھا کہ نوری، سفلی اور کالے علم کے علاوہ ہر علم کے ماہر لوگ ایسے نوجوانوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں جو اماوس کی کالی رات کو جنم لیتے ہیں۔

☆-----☆-----☆

ہری چند ہانپتا کانپتا جب کالی چرن کے ٹھکانے پر پہنچا تو اس وقت کالی چرن مین گیٹ پر اس کا انتظار کر رہا تھا۔کالی چرن نے اپنے پرانے ٹھکانے کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔اور خود بھی اسی حویلی میں آ گیا تھا جو اس نے ہری چند کے لیے خریدی تھی۔اس نے اپنے لیے تہہ خانہ تجویز کیا تھا جس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پر ہری چند نے بھی کوئی واویلہ نہیں مچایا تھا کہ اس کا محسن تہہ خانے میں رہے۔کالی چرن نے جادو کے زور سے شیطان اور کالی ماتا کے بت کو تہہ خانے میں لا کھڑا کیا تھا۔ ہری چند جیسے ہی گیٹ سے اندر داخل ہوا کالی چرن نے پلک جھپکتے میں گیٹ کو بند کر دیا۔ ہری چند کے آنے سے قبل کالی چرن نے جادو کے زور سے تمام ملازمین کو پتھر کا بنا دیا تھا تا کہ اس کے اور ہری چند کے کسی فعل کو کسی کی نگاہ نہ دیکھ سکے۔دوسری طرف ہری چند اس لڑکی کو کالی چرن کو سپرد کر کے ٹی وی لان میں جا کر صوفے پر براجمان ہو گیا۔وہ بری طرح سے ہانپ رہا تھا۔وہ اپنی کیفیت پر قابو پانے کی یکسر سعی کر رہا تھا۔ جب تک اس کا سانس بحال ہوا تب تک کالی چرن جادو کے زور سے اس لڑکی کو تہہ خانے میں مقید کر کے اس کے پاس پہنچ چکا تھا۔

کیا ہوا مسٹر ہری چند تم اتنے مضطرب کیوں دکھائی دے رہے ہو.....؟ کالی چرن نے ہری چند کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

ہری چند جو اس کی طرف پشت کیے براجمان اس بات سے نا آشنا تھا کہ وہ شیطان اس کے سر پر پہنچ چکا ہے یکبارگی اس کی بات سن کر چونک سا گیا اور تقریباً صوفے سے اٹھ کر دوبارہ براجمان ہو گیا۔

نجانے کیوں دل بہت زیادہ پریشان ہے کالی چرن.....ہری چند نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے جواب دیا۔

اتنی دیر میں کالی چرن اس کے سامنے صوفے پر براجمان ہو چکا تھا۔اس کی بات سن کر کالی چرن نے اس کا دماغ پڑھا تو وہاں ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔"اگر کسی نے اسے لڑکی اٹھائے دیکھا ہو گا تو جلد بہت جلد ایک لوگوں کا ایک جم غفیر نازل ہو گا اور اس کے ساتھ ساتھ اس عالیشان محل نما بنگلے کو بھی نیست و نابود کر کے رکھ دے گا۔"اس کی سوچ احمقانہ تھی۔کیونکہ کالی چرن جانتا تھا کہ اس کے اس کام کی کسی کو بھنک تک نہیں لگی۔

ہری چند.....کالی چرن نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم خوامخواہ پریشان ہو رہے ہو،کسی نے بھی تمہیں نہیں دیکھا اور نہ ہی ایسی تاریک رات میں کوئی گھروں سے باہر قدم نکالتا ہے۔بے شک تم ممبئی جیسے ایک مصروف شہر میں مقیم ہو لیکن یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تمہیں ایسی حالت میں کسی نے نہیں دیکھا اور اب میں تمہیں تنبیہ کیے دیتا ہوں کہ آئندہ کبھی بھی ایسی تقصیر تم سے سرزد نہ ہو۔تم ایک عام منش نہیں ہو بلکہ تم ایک مالدار منش ہو۔کندھوں پر بوجھ اٹھانے کی بجائے تم گاڑی میں جایا کرو۔یہ شہر گناہو ں کا شہر مانا جاتا ہے۔یہ غربت ہر طرف رقصاں ہے۔ مختلف رنگوں کی تتلیاں تمہیں گھومتی پھرتی مل جائیں گی۔ تمہارا مقصد بآسانی پورا ہوتا رہے گا۔تمہیں اتنا بڑا رسک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں پیسہ بولتا ہے۔ تم اپنی جیبیں پیسوں سے بھر کے نکلا کرو۔ بھرے ہوئے مشکیزے سے جب پانی اچھل کر باہر نکلتا ہے تو ہر پیاسا اس مشکیزے کی طرف دوڑتا ہے۔ ایسے ہی جب تمہاری جیب میں پیسہ دکھائی دے گا تو کتنی ہی الہڑ ٹیاریں تمہارے اردگرد گھومتی دکھائی دیں گی۔ تم خود بھی ان کی قربت حاصل کر سکتے ہو اور اپنا کام بھی باحسن و بخوبی سرانجام دے سکتے ہو۔ تم میری بات کو سمجھ رہے ہو ناں؟"

کالی چرن نے اس کی طرف سوالیہ اکھیوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو ہری چند سوچوں کے بھنور میں پھنس گیا۔ کالی چرن کی بات میں وزن تھا۔ وہ خواہ مخواہ ایسا رسک لیتا تھا۔ اسے کونسا روپے پیسے کی کمی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے بھی لٹانے لگ جاتا تو ختم ہونے والا نہیں تھا کیونکہ کالی چرن اسے اتنا پیسہ دینے کو تیار تھا کہ اس نے کبھی اتنے پیسے کا تخیل میں بھی نہ سوچا ہوگا۔

"میرے ساتھ آؤ ہری چند۔"

کالی چرن نے صوفے سے اٹھ کر کہا اور فرسٹ فلور کی طرف چڑھنے والے زینے کی طرف لپکا۔ ہری چند بھی بناچوں چراں کیے اس کے پیچھے ہولیا۔ فرسٹ فلور پر پہنچتے ساتھ ہی کالی چرن نے پہلے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔ اس محل نما بنگلے کے اندر گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور میں کمروں کی بہتات تھی۔ کئی غلام گردشیں تھیں۔ یہ بنگلہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔

کالی چرن کمرے کے اندر بنی ایک لوہے کی الماری کے پاس جا کے ایستادہ ہوگیا۔ یہ الماری ایسی تھی جیسے بنکوں کے اندر پیسے رکھنے کے لیے بنائی ہوتی ہیں۔ کالی چرن نے اپنی جیب سے چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور الماری کے لاک میں ایک چابی گھمائی۔ الماری کا لاک آواز پیدا کرتا ہوا کھل گیا۔ پھر کالی چرن نے لاک کے ساتھ لگے ہینڈل کو گھما کر الماری کا ایک اور پھر دوسرا پٹ کھولا تو ہری چند کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ انگشت بدنداں بونگوں کی طرح الماری میں بھرے پیسے کو دیکھنے لگا۔ الماری کے تینوں خانے پیسوں سے بھرے ہوئے تھے۔ سوئی تک رکھنے کی جگہ نہ تھی۔

کالی چرن نے ایک فاتحانہ نگاہ ہری چند پر ڈالی اور پھر اس کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ہری چند پیہم اس دولت کو دیکھے جا رہا تھا۔ اسے وشواس نہیں ہو رہا تھا کہ کالی چرن کے پاس اتنی دولت بھی ہوگی۔ اتنی دولت تو واقعی اس نے تخیل میں نہ سوچی ہوگی اور نہ کبھی تصور کیا ہوگا کہ کبھی وہ اتنی دولت کا مالک بن پائے گا۔

"آج جو تم نے کارنامہ سرانجام دیا ہے ہری چند یہ اس کا ایک ادنیٰ کا انعام ہے۔"

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہری چند کو کالی چند کی بات پر وشواس نہ ہو رہا تھا۔ اگر یہ ادنیٰ سا انعام تھا تو اعلیٰ انعام کیسا ہو گا؟ اس نے ایک بھرپور نگاہ کالی چرن پر ڈالی۔

کیا واقعی کالی چرن یہ ساری دولت میری ہے۔۔۔۔۔ ؟ اس نے کالی چرن کی طرف بے یقینی کے عالم میں دیکھتے ہوئے پوچھا

کیوں کوئی شک ہے کیا۔۔۔۔۔؟ کالی چرن نے بھنویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔ ''تم چاہو تو اس ساری دولت کو اپنے بنک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر سکتے ہو ہری چند۔''

کالی چرن کی بات سن کر ہری چند خوشی سے پھولے نہ سما رہا تھا۔ کالی چرن نے اس کافی الفور دماغ پڑھا۔

''اگر واقعی یہ ساری دولت میری ہے تو میں تو دنیا کے امراء کی لسٹ میں سرفہرست آ جاؤں گا۔ کالی چرن تو میرے لیے کسی مسیحا سے کم نہیں ہے۔ اگر یہ میری زندگی میں نہ آتا تو میں تو تا زیست بھکاریوں کی زندگی گزارنے پر مجبور رہتا۔ کہاں وہ غربت کے دن کہ ایک وقت کا بھی جی بھر کر کھانا مل جاتا تو ہزار بار بھگوان کا شکر بجالاتا اور کہاں یہ دن کہ اس کالی چرن کی وجہ سے اس کی دنیا ہی پلٹ گئی تھی۔ دن پھر گئے تھے۔ وارے نیارے ہو گئے تھے۔''

کالی چرن اس کے دماغ کو پڑھ کر ایک بار پھر زیر لب مسکرا دیا۔ وہ جس طرح چاہ رہا تھا ویسے ہی ہو رہا تھا۔ اب اس کا ایک اور اہم کام ابھی باقی تھا۔ تب جا کر ہری چند مکمل طور پر اس کے قبضے میں آ جانا تھا۔ اس نے الماری کے پٹ بند کیے اور ہینڈل گھمایا اور پھر لاک لگا کر چابیوں کا گچھا ہری چند کی طرف اچھال دیا جسے ہری چند نے اس چیل کی طرح جھپٹ لیا جو آسمان کی وسعتوں میں اڑتی ہوئی اپنے شکار کو دیکھ کر ایسے جھپٹتی ہے کہ کسی کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیتی۔ اور سنبھلنے تک وہ ایک بار پھر آسمان کی وسعتوں میں پہنچ چکی ہوتی ہے۔

آؤ اب بھوک بہت لگی ہے ہری چند کھانا کھا لیں۔۔۔۔۔ کالی چرن نے ہری چند کی پھیلی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا اور ہری چند بونگوں کی سی کیفیت سے دوچار اس کے پیچھے ہو لیا۔

کھانا ملازم ٹیبل پر سجا چکے تھے۔ کالی چرن بہت ہی مکار شخص تھا۔ اس نے تمام ملازمین کو ہری چند کی غیر موجودگی میں پرکشش تنخواہ دے کر فارغ کر دیا تھا۔ ویسے بھی اسے پہلے ہی اس بات پر پچھتاوا ہو رہا تھا کہ وہ ایسے لوگوں کو ملازم کیوں رکھ رہا ہے۔ جن کو اگر اس کے کرموں کی بھنک بھی لگ گئی تو اس کے لیے قیامت کھڑی ہو جائے گی۔ وہ کوئی بھی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا تھا جس کی وجہ سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کسی کے ہاتھ میں کوئی ثبوت آئے اوراس کے لیے کوئی مصیبت کھڑی ہوجائے۔اس نے ملازموں کو فارغ کرکے اپنے کالی شکتیوں کوان ملازموں کے روپ میں حویلی میں چھوڑدیا تھا۔اب اسے کسی بھی بات کی کوئی چنتا نہ تھی۔

ہری چندکوبھی بھوک ستارہی تھی۔پیٹ میں چوہے دوڑتے محسوس ہورہے تھے۔جب دونوں ڈائننگ روم میں پہنچے تو ٹیبل پر گرما گرم کھانا سجاہواتھا۔گرما گرم کھانے سے اٹھنے والی بساند دونوں کی بھوک کوہوادے رہی تھی۔ہری چند بھوکے بھیڑیے کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا۔وہ اس بات سے قطعی واقف نہ تھا کہ اسے کھانے میں کیا کھلایا جارہا ہے اور کیاپلایا جارہا ہے۔بھوک اورنیند پر انسان کا بس نہیں چلتا۔کہیں بھی اور کسی بھی وقت حملہ آور ہوسکتی ہیں اوران میں سے جوبھی حملہ آور ہوانسان کے پرخچے اڑا کے رکھ دیتی ہے۔

ہری چندفافٹ کھانا کھائے جارہاتھا۔اور ساتھ جگ میں رکھا گہرے لال رنگ کا شربت غٹا غٹ پیے جارہا تھا۔جب اس نے پیٹ بھر کرکھانا کھالیا تو اسے محسوس ہواجیسے کچھ عجیب سی بساند اس کے نتھنوں سے ٹکرارہی ہے۔اس کی نظرفوراً سے بھی پیشتر اس جگ پر پڑی جس میں گہرے سیال رنگ کاشربت تھوڑابہت بچاہواتھا۔

کالی چرن یہ کیساشربت ہے۔کیسی عجیب سی بساند اس میں سے آرہی ہے.....؟اس نے کالی چرن کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ہری چندیہ شربت بہت لذت بخش اور طاقت والا ہے۔تھکن اور کمزوری کورفع دفع کرتا ہے۔یہی نہیں ایسالذیز شربت اورایسا لذیذ کھانا تم نے زندگی میں نہیں کھایاہوگا۔ایکچوئلی تمہارا جس طبقے سے تعلق رہاہے وہاں ایسا کچھ کھانے پینے کومیسر ہی کہاں آتا ہے۔یہ کھانے بڑے لوگوں کے ہوتے ہیں۔اب تم غریب نہیں بلکہ ایک امیر کبیر منش ہو۔اورتمہارے شایان شان ایسے ہی امراء کے کھانے ہیں نہ کہ وہی غریبوں والے روکھے سوکھے.....کالی چرن نے اپنے لومڑی دماغ کا استعمال کرتے ہوئے جواب دیاتو ہری چنداس کی بات سے یکسرمتاثر ہوا۔

ہوں.....ہری چندنے خوشی سے ہونٹ بھینچتے ہوئے کالی چرن کی طرف دیکھا۔"کیاواقعی بڑے لوگوں کے کھانے ایسے ہوتے ہیں؟"

ہاں ہاں،ابھی تو ہری چندتم نے بڑے لوگوں کے کھانے کھائے ہی کہاں ہیں.....کالی چرن نے پہلا تیرنشانے پرلگتا دیکھ کرایک اورچھوڑا۔

اب تم جیسے محسن کے ساتھ ہوں تو یکے بعد دیگرے باقی کھانے بھی تناول کرہی لوں گا.....ہری چند نے معنی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

خیز اکھیوں سے کالی چرن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

ہاں ہاں کیوں نہیں.....کالی چرن اس کی بات سن کر مسکراتے ہوئے بولا۔

☆.....☆.....☆

ڈائری سے نگاہیں ہٹانے کو اس کا من نہیں چاہ رہا تھا۔اگر گھر میں تو ہوتا تو کمرے کو اندر سے مقفل کر کے ڈائری کے اندر رونما ہونے والے حقیقی واقعات کو اختتام پذیر ہونے تک دیکھے بنا کمرے سے باہر نہ نکلتا چاہے باہر قیامت ہی کیوں نہ برپا ہو جاتی لیکن اب اس سے یہ تقصیر سرزد ہو چکی تھی کہ وہ اپنے کمرے میں نہیں بلکہ آفس میں تھا۔وہ ڈائری میں رونما ہونے والے واقعات کو دیکھنے میں اس قدر مگن تھا کہ اسے پتہ ہی نہ چلا کہ ملازم نے اسے کتنی آوازیں دی تھیں۔پھر چارو نہ چار ملازم نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر ہلایا۔تو اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

یہ کیا بدتمیزی ہے تمہاری جرأت کیسے ہوئی ایسی حماقت کرنے کی.....؟الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے موافق وہ ملازم پر تقریباً برس پڑا۔

سر آپ کو کتنی ہی آوازیں دی لیکن آپ سن ہی نہیں رہے تھے۔مجھے تجسس اور حیرانگی ہوئی تو مجبوراً آپ کے ساتھ ایسی حرکت کرنا پڑی.....ملازم نظریں جھکا کے بولا

بولو کیا مسئلہ ہے.....؟وہ متواتر پر رعب لہجے میں بولا

سر کوئی صاحب آئے ہیں نقشہ تیار کروانا تھا انہوں نے ویٹ ہال میں بٹھایا ہے.....ملازم نے نظریں اٹھا کر دھیمے سے لہجے میں کہا

او کے اندر بھیج دو اسے اور دو کافی بھی لیتے آنا.....

مقصود احمد نے ڈائری ٹیبل کے دراز میں رکھتے ہوئے کہا۔ملازم اس کی بات سن کر دبے قدموں واپس لوٹ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک کڑیل جوان جس نے بڑی بڑی مونچھیں چہرے پہ سجا رکھی تھیں کمرے میں داخل ہوا۔مونچھوں کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی داڑھی بھی اس کی پرسنیلٹی میں اضافہ کر رہی تھی۔اس نے ٹو پیس سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا۔وہ بڑے شاہانہ انداز میں چلتا ہوا مقصود احمد کے سامنے خالی کرسی پر براجمان ہوا۔کرسی پر براجمان ہونے سے قبل اس نے مقصود احمد سے مصافحہ بھی کیا۔

کیسے ہیں مقصود صاحب آپ.....؟اس نے براجمان ہوتے ساتھ ہی حال احوال دریافت کیا۔

میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ٹھیک ٹھاک ہوں۔آپ سنائیں کیسے ہیں آپ.....؟مقصود احمد نے جواباً پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں بھی ٹھیک ہوں مقصود صاحب۔ایکچوئلی پچھلے دنوں میرے چھوٹے بھائی حافظ محمد بلال اسلم نے آپ سے ایک نقشہ تیار کروایا تھا۔اس کا ویو (View) دیکھا پسند آیا۔میں حافظ محمد بلال اسلم کا بڑا بھائی ملک اللہ بخش اسلم ہوں۔میں بھی ایسا ہی ایک نقشہ تیار کروانا چاہتا ہوں۔میرے اور میرے چھوٹے بھائی کی اراضی ایک ہی جگہ ہے۔شہر کے وسط میں آپ نے جگہ دیکھی ہی ہوگی۔ کچہری موڑ سے تھوڑا آگے جا کر پٹرول پمپ کی بائیک سائیڈ پہ دو کنال کی جگہ ہے۔اس کے لیے ایک اچھا سا نقشہ تیار کر دیں۔دو چار ویو بنا کے دکھانا جو بھی پسند آیا سلیکٹ کر لیں گے۔۔۔۔کرسی پہ براجمان نوجوان نے مختصر تعارف کے بعد ڈائریکٹ موضوع پہ آتے ہوئے کہا۔

وہ سب تو ٹھیک ہے پہلے آپ بتائیں کیا لیں گے۔۔۔۔مقصود احمد نے ملک اللہ بخش اسلم کی بات ختم ہوتے ساتھ ہی سوال کیا

کچھ بھی چلے گا۔۔۔۔ملک اللہ بخش اسلم نے پاؤں پہ پاؤں دھرتے ہوئے کرسی کی پشت سے کمر ٹکاتے ہوئے کہا

میں نے پوچھا اس لیے ہے کہ مجھے کافی کی طلب ہو رہی تھی اور میں نے ملازم کو پہلے ہی دو کافی کا کہہ دیا تھا۔ میں نے سوچا شاید آپ پسند نہ کریں تو کچھ اور منگوا لیتے ہیں۔۔۔۔مقصود احمد نے لیپ ٹاپ سامنے رکھ کر اسے آن کرتے ہوئے کہا

میں سادہ مزاج سا انسان ہوں مقصود صاحب۔ جو روکھی سوکھی مل جائے اسی پر گزارہ کر لیتا ہوں۔۔۔۔ملک اللہ بخش اسلم نے ہاتھ میں پکڑے موبائل فون کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا

کیسا ویو چاہیے آپ کو ملک صاحب۔ایکچوئلی کچھ ویوز تو ہمارے پاس آل ریڈی بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ موسٹلی ہم انہی کے اندر ردوبدل کر لیا کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے کسٹمر کی رائے اور کسٹمر کی پسند کو ضرور ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔۔۔۔مقصود احمد نے لیپ ٹاپ سے ویوز کا فولڈر سلیکٹ کرتے ہوئے کہا اور پھر لیپ ٹاپ کو ملک اللہ بخش اسلم کی طرف موڑ دیا۔

"یہ کچھ ویوز ہیں آپ ایک نگاہ ان پر مار لیں ممکن ہے انہی میں سے کوئی آپ کو پسند آ جائے۔"

ملک اللہ بخش منہ سے کچھ نہ بولا اور لیپ ٹاپ کو اپنی طرف کر کے ایک ایک کر کے تمام ویوز دیکھنے لگا۔ سارے ویوز دیکھنے کے بعد اس نے لیپ ٹاپ واپس مقصود احمد کی طرف موڑ دیا۔

یہ جتنے بھی ویوز آپ نے دکھائے ہیں بہت پیارے ہیں مقصود صاحب۔لیکن میں نے پہلے بتایا ہے کہ میں چنداں سادگی پسند ہوں۔اتنے زیادہ کام والے جن

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں اتنی زیادہ ڈیزائننگ ہو مجھے ایسا بنگلہ نہیں چاہیے۔میں ایسا بنگلہ چاہتا ہوں جس کے اندر ایک تو مجھے اوپن ٹو سکائز کچھ زیادہ ہی میسر آسکیں۔تو دوسرا پائپ کا زیادہ استعمال ہو۔آپ نے شاید دیکھا ہی ہوگا رضا گارڈن میں ایک کوٹھی تیار کی گئی ہے جس میں یہ سب چیزیں میسر ہیں۔میں برادرانہ طور پر آپ سے اپیل کروں گا کہ ایک بار ہم دونوں کیوں نہ اس کوٹھی کو جا کر دیکھ آئیں۔آپ میرے ساتھ چلیئے چلو اسی بہانے کچھ گپ شپ بھی ہو جائے گی اور مجھے کچھ خدمت کا موقع بھی میسر آجائے گا۔۔۔۔۔ملک اللہ بخش نے نہایت ہی ہمدردانہ لہجے میں کہا

ہوں۔کوئی بات نہیں آج ایکچوئلی میں تھوڑا بزی ہوں کیوں نہ کل کا پروگرام بنالیا جائے۔مل کے دیکھ آئیں گے۔۔۔۔۔مقصود احمد نے ملک اللہ بخش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

قبل اس کے کہ دونوں میں سے کوئی گفت وشنید کے اس جاری سلسلے کو جاری وساری رکھتا ملازم کافی لیے اندر داخل ہوا۔ٹرے میں کچھ لوازمات بھی اس نے سجائے ہوئے تھے۔کافی کے کپ دونوں کے آگے رکھ کر اس نے لوازمات بھی ٹیبل پر رکھے اور الٹے قدموں لوٹ گیا۔

ایسے بھی تکلف کی کیا ضرورت تھی مقصود صاحب !میں تو ابھی ابھی ناشتہ کر کے آیا تھا۔۔۔۔۔ملک اللہ بخش نے ایش ٹرے ٹیبل کی ایک سائیڈ سے اٹھا کر اپنے سامنے ایک طرف رکھتے ہوئے کہا اور جیب سے سگریٹ کی ڈبی نکال کر ایک سگریٹ سلگا کر اس کا دھواں ہوا میں چھوڑا۔

''سگریٹ کی وجہ سے آپ کو کوئی دشواری تو نہیں ہو رہی؟''

کش لگانے کے ساتھ ہی ملک اللہ بخش نے فوراً مقصود احمد سے پوچھا تو اس نے کہا:''ڈونٹ وری!میں خود سگریٹ پیتا ہوں۔''

☆.....☆.....☆

لالچ ،شک اور وہم یہ تینوں ایسی موذی بیماریاں ہیں کہ ان کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔یہ تینوں بیماریاں انسان کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہیں بس احساس نہیں ہوتا۔ان تینوں میں سے جس کو ایک بیماری بھی لگ جائے تو اسے آخر میں سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔لیکن یہ حضرت انسان ہے ہی کچھ ایسا کہ جب تک اسے کچھ سبق حاصل نہ ہو یہ باز نہیں آتا چاہے اس بازی میں سب کچھ ہی کیوں نہ جاتا کرے۔انسان کا پیٹ اور زبان دونوں بہت ہی خطرناک ہیں۔کبھی کبھی انسان پیٹ کی خاطر ایسے راہوں پر چلنا شروع کر دیتا ہے کہ جس کے آخر میں اسے ایک عبرت ناک انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو کبھی کبھی زبان سے نکالے لفظوں کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وجہ سے اسے شرمساری سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

کبھی کبھی یہی زبان اس کے لیے زندگی وموت کا موجب بن جاتی ہے۔لیکن ہم لوگ پھر بھی نہیں سدھرتے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ وقت ہم پہ نہیں آیا ہوتا۔دوسروں کو مصیبت میں دیکھ کر ہم یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ اس کے اپنے کرموں کا نتیجہ ہے۔جیسی کرنی ویسی بھرنی لیکن حقیقت اس کے متضاد ہوتی ہے۔کوئی بھی شخص اپنی مرضی سے غلط راستے کا انتخاب نہیں کرتا۔ہر شخص کو غلط راستے پر لانے کے پیچھے بھی کئی وجوہات کارفرماں ہوتی ہیں۔کبھی وہ اپنی مرضی سے ایسے راستوں کا انتخاب کرتا ہے جس کا اسے بھی پتہ ہوتا ہے کہ اس کام کی وجہ سے اس کا انجام کیا ہوگا۔لیکن ایسی باتوں کا پتہ فوراً کہاں چلتا ہے ایسی باتوں کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب پانی سر سے گزر جاتا ہے۔کسی نے غلط نہیں کہا کہ ''اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔''

☆.....☆.....☆

ہری چند کا شمار ممبئی کے امراء کی لسٹ میں سرفہرست تھا۔بڑے بڑے امراء ورؤسا سے اس کے تعلقات پیدا ہو چکے تھے۔کالی چرن کے مشورے پر اس نے شہر کے وسط میں اپنی ذاتی ایک دوکان خرید کر کے اس میں سپیئر پارٹس کا کام شروع کر دیا۔یہ کام بے شک اس کی شان کے مترادف نہ تھا لیکن کالی چرن کے مشورے کے علاوہ وہ کوئی کام کرنا نہیں چاہتا تھا۔اس نے جو دوکان خریدی تھی وہ دو دوکانوں کے برابر تھی۔یہی نہیں اس دوکان کے ساتھ بیس منٹ کی سہولت بھی تھی۔جسے اس نے سٹور روم کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔مہمانوں کی آمد ورفت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس نے فرسٹ فلور خود بنوالیا تھا۔پھر اس نے ساتھ ہی پراپرٹی کا کام شروع کر دیا جس کی وجہ سے فرسٹ فلور کو اس نے اپنے آفس کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔

ہری چند کی شہرت میں دن بدن اضافہ ہونے لگا تھا۔اس کے پاس اتنا پیسہ ہو چکا تھا کہ وہ ممبئی شہر کو خرید لیتا۔وقت گزاری کے لیے اس کا کوئی مشغلہ نہ تھا۔شہر کے ایک مشہور تاجر سے اس کے کچھ تعلقات بڑھے تو دونوں میں دوستانہ تعلقات کی ہوا پیدا ہوگئی۔یہ دوستی ایک دن اسے اس دوست کے گھر تک لے گئی۔اس کا نام پریم ملہوترا تھا۔وہ اپنی بیٹی اور دو بیٹوں اور اپنے پتا جی کے ساتھ رہتا تھا۔اس کا کام بھی بہت تھا۔وہ کپڑے کی تجارت کرتا تھا۔اس کا کاروبار ملک کے کونے کونے تک پھیلا ہوا تھا۔ابھی اس نے اپنے کام کو اتنی وسعت نہ دی تھی کہ انٹرنیشنل لیول تک لے جائے۔

پریم ملہوترا کا باپ راج ملہوترا ممبئی شہر کے ایک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بڑے مندر کا پنڈت تھا۔اس کے پاس علم کافی تھا۔اس کے بارے میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ وہ کالے علم کا ماہر تھا۔ لوگ اس کے پاس اکثر و بیشتر گھر پر بھی فریادیں لے کر آجاتے تھے لیکن جب وہ مندر میں جاتا تھا تو وہاں تو لوگوں کا تانتا بندھ جاتا تھا۔لوگ جوق در جوق اس کے پاس اپنی مرادوں کے حل کے لیے آتے تھے۔لوگ اسے شکتی شالی مانتے تھے اور اس بات میں کوئی شک بھی نہ تھا کہ اس کے پاس ایسی شکتیاں تھیں کہ جن کی بدولت وہ انسان کے من میں ابھرتے خیالات سے نہ صرف آشنائی حاصل کر لیتا تھا بلکہ دوسروں کے بھوش بھی جان لیتا تھا۔

ہری چند جب پریم ملہوترا کے ساتھ اس کے گھر میں گیا تو اس وقت پریم ملہوترا کے پتاجی فرسٹ فلور سے نیچے اتر رہے تھے۔ان کی نگاہ جیسے ہی ہری چند پر پڑی تو وہ وہیں کے وہیں ٹھٹھک کر رک گئے۔نجانے کیوں انہیں اپنے پسر کے ساتھ آنے والا اوغلان (نوجوان) کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔قبل اس کے کہ وہ اس کے بھوش سے آشنائی حاصل کرتے پریم ملہوترا نے ان کو چونکایا۔

پتاجی!یہ ہری چند ہے۔بہت ہی مشہور و معروف انسان ہے۔امراء ورؤسا کی لسٹ میں سرفہرست نام آتا ہے اس کا۔آپ سے ملاقات کی غرض سے آیا ہے۔کچھ عرصہ قبل ہی ممبئی شہر میں شفٹ ہوا ہے تو اتفاق سے سب سے پہلے اس کی مجھ سے ہی علیک سلیک ہوگئی ہے۔۔۔۔۔پریم ملہوترا نے ہری چند کا مختصر تعارف کرواتے ہوئے کہا اور دونوں ٹی وی لاؤنج میں پڑے صوفوں پر براجمان ہوگئے ۔جبکہ راج ملہوترا بھی ان کے سامنے جا کر صوفے پر براجمان ہوگئے۔

خوشی ہوئی بیٹا تمہیں دیکھ کر۔۔۔۔۔راج ملہوترا نے بغور ہری چند کو دیکھتے ہوئے کہا۔

مجھے بھی بہت خوشی ہوئی ہے آپ لوگوں سے مل کر۔پریم آپ کی بہت تعریف کرتا تھا سو چا آپ سے بالمشافہ ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہیے۔اسی لیے پریم کے ساتھ آگیا۔۔۔۔۔ہری چند نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا۔

ہوں۔بہت اچھا کیا۔تم پریم کے دوست ہو تو میرے پریم جیسے ہی ہو جیتے رہو۔(پریم ملہوترا کو مخاطب کرتے ہوئے)اچھا بیٹا میں تھوڑا آرام کر لوں رات بھر کی تھکاوٹ ہے۔ساری رات مندر میں ہی بیت گئی تھی۔ رات لوگوں کا رش ہی بہت تھا۔۔۔۔۔اتنا کہہ کر راج ملہوترا وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرہ خاص میں جا پہنچے۔

کمرے میں پہنچتے ساتھ ہی راج ملہوترا نے اپنی الماری کھولی اور اس میں سے ایک منکوں سے پروئی تسبی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نکال کر کمرے کے وسط میں بھگوان کی مورتی کے پاس براجمان ہوگیا۔اس کی آنکھیں بند تھیں۔وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائے جارہا تھا۔جیسے جیسے تسبی کے دانے نیچے گر رہے تھے کمرے کا ماحول تبدیل ہونا شروع ہوگیا تھا۔کمرے میں یکبارگی گرمی کا احساس شدت پکڑنے لگا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے راج ملہوترا پوری طرح سے پسینے میں شرابور ہو چکا تھا۔

آناًفاناً کمرے میں دھواں بھرنا شروع ہوگیا۔اس دھوئیں نے ایک انسانی روپ اختیار کرنا شروع کر دیا۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس دھوئیں نے ایک انسانی روپ اختیار کرلیا۔یہ انسانی ہیولہ ایک عورت کا تھا۔

کیسے یاد کیا ہمیں راج ملہوترا.....؟ دھوئیں سے روپ اختیار کرنے والی عورت کے لب ہلے تو یوں لگا جیسے اس کی آواز دور کسی کنویں سے آرہی ہو۔

شانتری چڑیل۔مجھے تم سے کچھ جانکاری درکار ہے.....راج ملہوترا نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

حکم کرو راج ملہوترا ایسی بھی کونسی جانکاری تمہیں درکار ہے کہ اس وقت تم نے ہمیں حاضر کرلیا حالانکہ اس سے قبل کبھی بھی تم نے ہمیں دن کے وقت حاضر نہیں کیا.....شانتری چڑیل گویا ہوئی

شانتری چڑیل،میرے پسر کے ساتھ اس کا ایک دوست آیا ہے نجانے کیوں اسے دیکھتے ساتھ ہی میری چھٹی حس بیدار ہوگئی ہے اور میری چھٹی حس نے مجھے خبردار کیا ہے کہ اس نوجوان میں کچھ نہ کچھ ضرور ایسا ہے جس کی وجہ سے میرے من میں خطرے کی گھنٹیاں بجنی شروع ہوگئی ہیں۔بس تم مجھے اس کے بارے میں مکمل جانکاری دو.....راج ملہوترا نے ایک ہی سانس میں ساری بات کہہ ڈالی۔

تھوڑی دیر کے لیے دونوں کے درمیان خاموشی کی فضا طاری رہی۔پھر شانتری چڑیل نے بولنا شروع کیا اور راج ملہوترا سنتا چلا گیا۔اسے اپنی قوت سماعت پر وشواس نہیں ہو رہا تھا کہ اس کے پسر کے ساتھ آنے والا انسان کوئی عام انسان نہیں تھا بلکہ بہت ہی خاص انسان تھا اور اگر اس کی وجہ سے کالی چرن اپنے مقصد میں سپھل ہو جاتا ہے تو کالی چرن نہ صرف اسے شیطان کے چرنوں میں بلی دے دے گا بلکہ دنیا میں تہلکہ مچا دے گا۔اسی لیے جتنی جلدی ہو سکے اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی تو اوپائے نکالنا ہی تھا۔ وگرنہ وہ وقت دور نہیں جب کالی چرن خون کی ہولی کھیلے گا اور خون کی اس ہولی میں نجانے کتنے ہی بے گناہ مارے جائیں گے۔

☆.....☆.....☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اکتیس دوشیزاؤں کو کالی چرن شیطان کے چرنوں میں بھینٹ چڑھا چکا تھا۔کالی چرن جانتا تھا کہ اب اسے اپنے اس مقصد کو عملی جامہ ہر صورت میں پہنانا ہے بصورت دیگر وہ ایک عبرت ناک موت مرے گا۔اسے پہلے سے ہی شیطان دیوتا نے تنبیہہ کی تھی کہ وہ اس کام کو نہ چنے اگر اس کام میں ایک دن کا بھی ناغہ ہو گیا یا کوئی مسئلہ درپیش آ گیا تو سوائے موت کے کوئی اوپائے نہیں ہو گا لیکن کالی چرن ہمیشہ مشکلات سے کھیلتا چلا آ رہا تھا۔اس لیے اس نے یہ سوچ کر کہ آج تک اسے ناکامی سے دوچار نہیں ہونا پڑا اور نہ ہی کبھی وہ ناکامی سے نبرد آزما ہو گا اس نے اس کام کو کرنے کی حامی بھر لی۔اکتیس دنوں میں ہری چند نے اکتیس دوشیزائیں اس کے سامنے لا پھینکی تھیں اور یہ ہری چند اور اس کی کامیابی تھی کہ کسی کو رتی برابر بھنک نہیں پڑی تھی۔

کالی چرن جہاں اس کامیابی سے خوش تھا وہیں اسے ہر وقت پریشانی بھی لاحق رہتی تھی کہ اگر کوئی رکاوٹ آڑے آ گئی تو اس کے لیے قیامت برپا ہو جائے گی۔اس کی برسوں کی محنت پر پانی پھر جائے گا اور شیطان دیوتا کے شڑاپ سے اسے کوئی بھی بچا نہیں پائے گا۔وہ کبھی کبھی اس بات کو سوچ کر خوف سے کانپ اٹھتا تھا کہ اگر اس کا ناکامی سے سامنا ہوا تو اس کے تو پرخچے اڑ جائیں گے۔

ادھر ہری چند کے ذہن کو راج ملہوترا نے واش کرنا شروع کر دیا تھا اور اس بات سے کالی چرن یکسر نا آشنا تھا۔ اگر اسے اس بات کی بھنک بھی پڑ جاتی کہ ہری چند اور اس کا بھید عیاں ہو چکا ہے تو وہ فی الفور اس کا کوئی نہ کوئی اوپائے ضرور نکال لیتا لیکن وہ اپنے سے زیادہ ہری چند پر بھروسہ کرنے لگا تھا وہ یہ سمجھنے لگا تھا کہ ہری چند ایک نہایت ہی ہوشیار اور عقل مند انسان ہے۔اور یہی بات ہمیشہ انسان کو نقصان دیتی ہے۔جب انسان حد سے زیادہ کسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگتا ہے تو وہ ضرور خسارے میں جاتا ہے۔کیونکہ انسان دھوکہ نہیں دیتے انسانوں سے وابستہ امیدیں ضرور دھوکہ دے جاتی ہیں۔اور یہی دھوکہ کالی چرن بھی کھا چکا تھا لیکن ابھی تک وہ اس بات کو سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

دوسری طرف راج ملہوترا شانتری کے ساتھ مل کر اس مسئلے کا اوپائے تلاش کر چکا تھا۔راج ملہوترا جان چکا تھا کہ اگر کالی چرن کو شکست سے دوچار کرنا ہے تو جب تک وہ اس کے سامنے نہ آ جائے اس وقت تک کالی چرن کو ناکوں چنے چبوانا وقت طلب امر ہے۔اس کے لیے دونوں نے ایک ٹھوس پلان تیار کر لیا تھا اور یہ ایسا پلان تھا کہ جس کی وجہ سے کالی چرن اور اس کے ناپاک ارادوں کی ارتی نکالنے میں دیر نہیں لگنی تھی۔اس کے لیے ہری

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چندکوموت کے گھاٹ اتارنالازمی امر تھا۔جب تک ہری چندکوموت کے گھاٹ نہ اتارا جاتا اس مسئلے کا اوپائے تلاش کرنا ناممکن تھا۔کیونکہ اگر ہری چند کی جگہ راج ملہوترا خود بھیس بدل کر ہری چند بن کر اس کے سامنے جاتا تو ہری چنداس کے شریر کی بو سے فوراً سے بھی پیشتر اسے پہچان لیتا اور اس حالت میں کالی چرن سے نبرد آزما ہونا سہل کام نہ تھا۔

اس کے لیے ہری چندکوموت کے گھاٹ اتار کر اس کے جسم پر راج ملہوترا قابض ہو کر شانتری کو نیا شکار بنا کر اس کے پاس لے جانے کا منصوبہ بنانے لگا۔یہ ایک ایسا ٹھوس منصوبہ تھا جس کے بارے میں سوچ کر دونوں کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ جلوہ گر ہو چکی تھی۔

☆-----☆-----☆

ہری چنداس وقت اپنی دوکان میں براجمان حساب کتاب کر رہا تھا۔اس کی دوکان پر اس کے علاوہ تین ملازم کام کرتے تھے۔اچانک اس کو یوں لگا جیسے اس کا دماغ پر بوجھ پڑنے لگ گیا ہو۔اس کی آنکھوں کے سامنے دھندلاہٹ پھیلنے لگی پھر آنکھوں کے سامنے چھائی دھند ختم ہوئی تو اس کے من میں ایک ہی بات قدم جما چکی تھی کہ اسے فی الفور پریم ملہوترا کے گھر جا کر اس کے پتاجی سے ملنا ہے۔اس خیال کے آتے ساتھ ہی اس نے سارا حساب کتاب وہیں پر چھوڑ دیا۔دکان پر کام کرنے والے لڑکے اس کی اچانک اس کیفیت پر انگشت بدنداں رہ گئے اور حیران و ششدر ہو کر اسے دیکھنے لگے۔وہ کسی سے کوئی بات کیے بنا آناً فاناً اپنی گاڑی میں جا بیٹھا اور پھر دوسرے ہی پل اس کی گاڑی فراٹے بھرتی پریم ملہوترا کے گھر کی طرف اڑتی ہوئی جا رہی تھی۔

☆-----☆-----☆

ویلڈن ہری چند تم ایک کامیاب انسان ہو۔تم زندگی کی بھاگ دوڑ میں کبھی بھی پیچھے رہنے والے انسان نہیں ہو۔تمہارا بھوش بہت روشن ہے۔تم جلد ہی اس دنیا پر راج کرو گے-----کالی چرن نے ہری چند کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بے ہوش لیٹی دوشیزہ کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

یہ سب آپ کا احسان ہے کالی چرن-----ہری چند نے ہمیشہ کی طرح پرانا فقرہ دہرایا۔

نہیں ہری چند۔سب کچھ احسان پر منحصر نہیں ہے اس سارے کام میں تمہاری محنت بھی شامل ہے۔میں تم پہ کوئی احسان نہیں کرتا اگر میں تمہیں کچھ دیتا ہوں تو اس کے عوض تم سے اپنا مطلب بھی تو نکال رہا ہوں-----کالی چرن نے لڑکی کو اپنے کندھوں پر لادتے ہوئے کہا

بس کالی چرن آج سے یہ ساری لینے دینے کی باتیں ختم ہو جائیں گی۔نہ رہے گا کوئی احسان اور نہ اس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کے عوض کوئی زر مبادلہ..... ہری چند کے جسم پر قابض راج ملہوترا نے دل ہی دل میں کہا جبکہ اتنی دیر میں کالی چرن اس دوشیزہ کو لے کر تہہ خانے میں چلا گیا۔

اب وہ ہری چند کے سامنے ہی آنے والے شکار کو لے کر تہہ خانے میں چلا جاتا تھا۔ ہری چند نے کبھی بھی اس بارے میں استفسار تک نہ کیا تھا کہ وہ ان دوشیزاؤں کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ کہاں جاتی ہیں یہ دوشیزائیں؟ کالی چرن نے دوشیزہ کا روپ دھارے شانتری کو شیطان کے بت کے سامنے تختہ دار پر لٹا دیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کس کے باندھ دیئے اور ٹب جس میں شہ رگ کٹنے کے بعد خون اکٹھا ہوتا تھا اسے اپنی جگہ پر رکھا۔ تبھی اس کی قوت سماعت سے پاؤں گھسیٹ کر چلنے کی بازگشت سنائی دی تو اس نے آناً فاناً زینے کی طرف دیکھا۔

وہاں ہری چند حیرت کا لبادہ اوڑھے ایستادہ تھا۔ کالی چرن اچانک اس افتاد کو سامنے دیکھ کر ٹھٹکا پھر فوراً ہی اپنے حواس بحال کیے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اس کا بھید ہری چند نے افشاں کر دیا تو اس کے کیے کرتے پر پانی پھر جائے گا۔ اور وہ اپنی برسوں کی محنت پر پانی پھرتا دیکھ نہیں سکتا تھا۔

ارے ہری چند تم آؤ آؤ۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ کسی دن تمہیں اپنے تہہ خانے میں بلاؤں اور تمہیں بہت کچھ بتانے کے لیے میرے پاس باتیں ہیں بس وقت نہیں ملتا تھا آج تم آ ہی گئے ہو تو یہ گتھی بھی سلجھا ہی دیتے ہیں۔ ایکچوئلی میں تمہیں اپنے بارے میں بہت کچھ بتانا چاہتا ہوں..... کالی چرن نے ہاتھ میں پکڑے تیز دھار آلے کو واپس اپنی جگہ پر رکھتے ہوئے کہا تو ہری چند زینہ عبور کرتا ہوا اس کے سامنے آن ایستادہ ہوا۔

اس کی آنکھوں میں ابھی تک حیرت تھی۔ شاید وہ اس اچانک واقعہ کو دیکھ کر بوکھلا گیا تھا۔ کالی چرن نے فوراً اس کا ذہن پڑھنا چاہا لیکن یہ دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کہ ہری چند کا دماغ بالکل کورے کاغذ کی مانند صاف تھا۔ اس کی کیفیت سے اضطرابیت عیاں تھی لیکن اس کے ذہن میں کوئی سوال نہ تھا۔ کالی چرن نے سوالیہ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اسے ہری چند میں تھوڑی بہت تبدیلی کے آثار نمایاں ہوتے دکھائی دیے۔ لیکن اس نے اپنا وہم سمجھ کر سر کو جھٹکا۔

''تم اتنے پریشان کیوں ایستادہ ہو ہری چند؟''

کالی چرن نے ہری چند کے چہرے پر نگاہیں مرکوز کرتے ہوئے پوچھا جواباً ہری چند زیر لب مسکرایا اور بولا:

''میں اس لیے پریشان ہوں کالی چرن کہ آج تم ہری چند کے دماغ کو نہیں پڑھ پائے جانتے ہو کیوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

؟ کیونکہ ہری چند کے شریر میں آج اس کا دماغ ہے ہی نہیں ۔"

کالی چرن حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہری چند کو تکنے لگا اسے اپنی قوت سماعت پر وشواس نہیں ہو پا رہا تھا۔زبان تو ہری چند کی ہی ہل رہی تھی لیکن بول کوئی اور رہا تھا۔کالی چند کی بولتی بند ہو چکی تھی۔کالی چرن منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا اور پھر اس نے ہری چند کی طرف پھونک ماری لیکن یہ دیکھ کر اس کے حواس باختہ ہو گئے کہ ہری چند کے شریر پر قابض اس کے مدمقابل ایستادہ عدو کورتی برابر ایذاء تک نہ پہنچی تھی۔اس نے کئی منتر پڑھ کر پھونکے لیکن وہ اپنے مدمقابل کا بال تک بیکا نہ کر پایا۔اس نے تہہ خانے سے چمپت ہونا چاہا لیکن بے سود۔

کالی چرن گناہ تا دیر قائم و دائم نہیں رہ سکتا۔تم نے دنیا میں ہی اپنے لیے نرک میں جگہ بنالی ہے۔تمہارا کوئی بھی جادو ٹونہ میرا بال تک بیکا نہیں کر پائے گا۔تمہاری برسوں کی محنت پر پانی پھر گیا ہے کالی چرن۔میں نے جس وقت اس نوجوان کو دیکھا تھا اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔اور پھر اسی کھوہ میں لگ گیا اور مجھ پہ سب کچھ طشت از بام ہو گیا کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔تم نے اپنی زندگی میں نجانے کتنے ہی بے گناہوں کو ابدی نیند سلا دیا ہے کالی چرن۔اب تمہارا وقتِ اجل آ گیا ہے کالی چرن-----مدمقابل کے الفاظ اس کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح داخل ہو رہے تھے۔

تم میری شکتیوں سے آشنا نہیں ہو میں تمہیں تہس نہس کر کے رکھ دوں گا-----کالی چرن تقریباً چلاتے ہوئے بولا اور تیز دھار آلے کو اٹھا کر جیسے ہی بے ہوش پڑی لڑکی کو بھینٹ چڑھانے کے لیے بڑھا اگلا منظر دیکھ کر اس کے قدموں تلے زمین سرک گئی۔

ابھی چند ثانیے قبل جس دوشیزہ کو اس نے اچھی طرح سے رسیوں میں جکڑ کے باندھا تھا اب وہاں سوائے رسیوں کے کچھ نہ تھا۔کالی چرن کو چکمہ دیا جا چکا تھا۔اس نے محسوس کیا جیسے تہہ خانے میں ارتعاش پیدا ہونے لگا تھا۔اس کی آنکھیں حیرت و خوف سے پھیل گئیں۔اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی عبرت ناک موت ناچنے لگی۔

افسوس کالی چرن!تم سرابوں کے پیچھے دوڑتے دوڑتے اپنا بھوش تباہ کر بیٹھے ہو۔اب تم اسی تہہ خانے میں مقید ہو چکے ہو۔تم اور تمہاری کالی شکتیاں سب کچھ اسی تہہ خانے میں دفن ہو جائے گا۔تھوڑی ہی دیر میں تم ماضی کی ایک یاد بن جاؤ گے اور تمہارا دنیا سے نام و نشان تک مٹ جائے گا-----اتنا کہہ کر اس کا مدمقابل گدھے کے سر سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سینگوں کے جیسے غائب ہوگیا۔

کالی چرن نے اپنے منتر پڑھنے چاہے لیکن وہ یہ دیکھ کر گنگ رہ گیا کہ اس کی زبان نے ہلنا تک چھوڑ دیا۔اس کا دماغ بھی کام کرنے سے فارغ ہو چکا تھا۔اسے کوئی منتر یاد نہیں آرہا تھا۔اس نے بھاگ کر تہہ خانے سے باہر نکلنا چاہا لیکن ابھی اس نے قدم اٹھایا ہی تھا کہ اگلا منظر دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی۔زینہ گراؤنڈ فلور سے علیحدہ ہوکر تہہ خانے کی زمین پر آگرا دوسرے ہی لمحے کالی چرن کی آخری چیخ تہہ خانے کی دیواروں سے ٹکرا کر تہہ خانے میں ہی کالی چرن کے ساتھ دفن ہو چکی تھی۔کالی چرن کا محل نما بنگلہ زمین بوس ہو چکا تھا۔اور کالی چرن اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا۔

☆.....☆.....☆

راج ملہوترا اور شانتری نے ہری چند کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا تھا بلکہ اس کی آتما کو اس کے شریر سے الگ کر دیا تھا۔اپنے کام کو پورا کرنے کے بعد اس کی آتما کو اس کے شریر میں واپس لوٹا دیا گیا۔اس وقت ہری چندان کے سامنے بے ہوش پڑا تھا۔اگر وہ ہوش میں ہوتا اور سب کچھ نیست و نابود ہوتا دیکھ لیتا تو اس کا دماغ ضرور چل جاتا۔پھر راج ملہوترا نے کوئی منتر وغیرہ پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو اس نے آنکھیں کھولیں اور اپنے سامنے راج ملہوترا اور شانتری کو دیکھ کر وہ حیران و ششدر رہ گیا۔

میں کہاں ہوں.....؟اس نے ہوش میں آتے ساتھ ہی کہا

تم ہمارے پاس ہو ہری چند۔تمہارہ محسن کالی چرن ابدی نیند سو چکا ہے۔پہلے تو ہمارا ارادہ تھا کہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں لیکن اتنی آسان موت کے تم قابل نہیں ہو تمہاری موت ایک عبرت ناک موت ہوگی۔ہم تمہیں ممبئی شہر کے بیچ چوراہے پر ایسی حالت میں پھینکیں گے کہ لوگ تمہاری حالت پر ترس کھائیں گے۔وہیں ہری چند جس کا نام امراء ورڈ سا کی لسٹ میں سرفہرست آتا تھا اب بھکاریوں کی لسٹ میں سرفہرست آئے.....راج ملہوترا نے غصے سے دھارتے ہوئے کہا تو ہری چند نے آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

نہیں بھگوان کے لیے مجھ پر رحم کھاؤ میرا کوئی دوش نہیں ہے میں نردوش ہوں..... ہری چند رحم طلب نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

خاموش ذلیل انسان تو دوشی ہے نردوش تو وہ لوگ تھے جنہیں تیری وجہ سے ابدی نیند سونا پڑا۔کتنی ہی بے گناہ دوشیزاؤں کو تم نے اس خبیث انسان کے ہاتھوں بھینٹ چڑھوایا۔ابھی تک تم خود کو نردوش مانتے ہو.....راج ملہوترا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بدستور غصے سے دھارتے ہوئے بولا

میں مانتا ہوں مجھ سے غلطی ہوگئی تھی بھگوان کے لیے مجھ پر رحم کھاؤ-----ہری چند دھواں دھار روتے ہوئے بولا

تجھ پر رحم ہی تو کھایا ہے وگرنہ کب کا تجھے بھی جہنم واصل کر چکے ہوتے اب اپنے انجام کے لیے تیار ہو جا----- راج ملہوترا غصے سے دھارا اور دوسرے ہی لمحے کمرہ ہری چند کی چیخوں سے گونج اٹھا۔

☆-----☆-----☆

کتنی ہی بے گناہ دوشیزاؤں کو میں نے اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھایا تھا۔ پیسے کی ہوس میں میں یہ بھول ہی گیا تھا کہ وہ ظالم ان دوشیزاؤں کے ساتھ نجانے کیا کرتا ہوگا مجھے تو بس غرض تھی پیسے سے جو مجھے اس کام کے عوض اتنا مل جاتا تھا کہ میں نے سپنوں میں بھی نہ سوچا تھا۔۔میں نے اپنی آخرت کو اپنے ہی ہاتھوں جہنم بنا ڈالا ہے۔ دور افق پر مجھے ایک پرندہ دکھائی دے رہا ہے جو بڑی سرعت سے میری طرف بڑھ رہا ہے۔ یوں لگ رہا ہے کہ جیسے وہ اپنی لمبی اور تیز نوکدار چونچ سے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ مجھے تہس نہس کر کے رکھ دے ۔میرا نام ونشان اس دنیا سے مٹا ڈالے گا۔ کسی کو میری موت کی خبر بھی نہیں ہوگی اور وہ مجھے ہڑپ کر جائے گا۔

اوہ بھگوان اب تو اور بھی بھیانک منظر میری آنکھوں کے سامنے عیاں ہو رہا ہے۔ آسمان کی وسعتوں میں بڑے بڑے گدھ اڑتے ہوئے مجھے دکھائی دے رہے ہیں۔ میری موت کتنی بھیانک موت ہوگی۔ یہ سوچ سوچ کر ہی میں تو سر سے پاؤں تک پسینے میں شرابور ہوئے جا رہا ہوں۔ اور یہ مشرق کی طرف سے چڑھتی لال آندھی کسی انہونی کا واضح بتا رہی ہے۔ کتنی سرعت سے یہ لال آندھی پورے آسمان کو اپنی آغوش میں بھر رہی ہے۔ یہ ہو کیا رہا ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ لال آندھی پورے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے اور اب میں ایک اور بھیانک منظر دیکھ رہا ہوں۔

بھیانک چہرے والے درجنوں انسان نما پرندے جن کے بڑے بڑے پر ہیں ۔اور ان پروں کی پھڑپھڑاہٹ میری قوت سماعت تک سنائی دے رہی ہے۔ ان کے چہرے مسخ شدہ ہیں۔ لیکن ہیں انسانوں کے جیسے ۔باقی جسم پرندوں کی مانند ہیں لیکن اتنے بڑے پرندے تو میری زندگی میں نہ دیکھے تھے۔ یہ کیا ان بھیانک چہروں والے پرندوں کے خدوخال یکبارگی تبدیل ہونے لگ گئے ہیں۔ یہ سب تو وہ ہیں جن کو میں نے اپنے ہاتھوں سے کالی چرن کے سپرد کیا تھا۔ مطلب یہ سب مل کر آج میری تکہ بوٹی کرنے کے موڈ میں ہیں۔ میں کوئی جن

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بھوت، جادوگر یا کوئی ایسا انسان تو ہوں نہیں جس کے قبضے میں کچھ شکتیاں ہوں اور اور وہ ان شکتیوں کے بل بوتے پر اس عفریت سے نجات حاصل کر سکے۔ میں تو ایک عام انسان ہوں بس میرے کام ایسے تھے کہ میں نے کئی چراغوں کو اپنے ہاتھوں سے گل کر دیا تھا۔''

☆.....☆.....☆

مقصود احمد کے ہاتھوں سے ڈائری گرتے گرتے بچی۔ اس کا حلق سوکھ چکا تھا۔ اس نے فوراً سے بھی پیشتر ٹیبل کے ساتھ لگی ڈور بیل پر ہاتھ رکھا تو ملازم تقریباً دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔

یس سر.....ملازم نے اندر داخل ہوتے ساتھ پوچھا۔

ایک گلاس ٹھنڈے پانی کا لاؤ جلدی .....مقصود احمد نے ڈائری کو ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے کہا تو ملازم واپس ہٹا اور پھر پانی کا گلاس بھر کر لایا جسے ایک ہی سانس میں مقصود احمد حلق سے نیچے اتار گیا۔

یہ جو ڈسٹ بن میں ڈائری پڑی ہے اسے اٹھا کر گندے نالے میں پھینک کے آؤ ابھی جاؤ.....مقصود احمد نے ڈائری کی طرف انگشت انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ملازم نے آگے بڑھ کر ڈائری اٹھالی اور باہر نکل گیا۔ مقصود احمد کا بائیک اسٹارٹ کرنے کی بازگشت سنائی دی۔

تیری تکہ بوٹی کریں یا جو بھی جیسا تو نے کیا ہے اس کا ثمر تو تجھے ملنا ہی چاہیے۔ تو ہے ہی اسی قابل تجھے تو ایسی موت ملنی چاہیے کہ تیری روح بھی کانپ اٹھے.....مقصود احمد منہ ہی منہ میں بڑبڑائے جا رہا تھا۔ پھر اس نے موبائل فون اٹھایا اور حنا رحمٰن کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے فوراً کال اٹھالی گئی۔

ہیلو.....دوسری طرف سے حنا رحمٰن کی آواز سنائی دی۔

جانو میں گھر جا رہا ہوں تم ایسا کرو ابھی گھر والوں کو بھیج دو بلکہ ایسا کرو گھر والوں کے ساتھ تم خود بھی آجاؤ.....مقصود احمد نے ٹیبل ویٹ گھماتے ہوئے کہا

تم مقصود احمد ہی ہو ناں.....؟ حنا رحمٰن نے بے یقینی کے عالم میں پوچھا

اینی ڈاؤٹ.....؟ مقصود احمد نے استفسار کیا

ڈاؤٹ ہی ڈاؤٹ ہیں.....حنا رحمٰن گویا ہوئی۔

جواباً مقصود احمد کا قہقہہ فضا میں بلند ہوا۔ پھر دونوں کے درمیان پیار و محبت کی باتیں ہونے لگی۔

باپ: ''تم ہسٹری (تاریخ) میں فیل کیوں ہوئے.....؟''

بیٹا: ''ہاہا کبھی سوال اس وقت کے تھے جب میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔''

حافظ محمد بلال اسلم .....رحمت کالونی، سلانوالی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

راہِ محبت میں..... (پہلی قسط)

ملک این اے کاوش اعوان.....رحمت کالونی سلانوالی، سرگودہا

ہم معذرت خواہ ہیں کہ چنداں مصروفیت کی وجہ سے ''راہِ محبت میں'' کی دوسری قسط شائع نہیں کر سکے۔ انشاءاللہ قریبی شمارے میں اس کہانی کی دوسری اور تیسری دونوں قسطوں کو اکٹھا شامل کیا جائے گا۔ انتظار کے لیے معذرت۔ (ایڈیٹر)

کیسے اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹا یاد نہیں
''راہ محبت میں'' دل کس کس کا ٹوٹا یاد نہیں
ہے یاد مجھے میرے چاروں طرف بہت ہمدرد تھے
میرے
کس نے لوٹا، کیسے لوٹا، کیوں لوٹا یاد نہیں

☆-----☆-----☆

ہمیشہ کی طرح اس بار بھی میلہ لگنے کی دیر تھی کہ لوگوں کا ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ پہلے دن ہی سرکس کے تین شو دکھانے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ جھولے، بجلی پہ چلنے والی کشتیاں اور سیر و تفریح کے لیے نجانے کیسا کیسا سامان لایا گیا تھا۔ ہر طرف بچوں اور بڑوں کا شور و غل سنائی دے رہا تھا۔ علاوہ ازیں چہار سو لاؤڈ سپیکرز کی آواز اس شور و غل کو مزید چار چاند لگائے ہوئے تھی۔

عبداللہ اور اس کے تینوں ساتھی یوسف، آفتاب اور اعجاز بھی میلے میں آئے ہوئے تھے۔ آتے ساتھ ہی پہلے تو چاروں نے گرما گرم پکوڑے کھائے۔ پھر چاروں خواجہ سراؤں کا ڈانس دیکھنے کے لیے ایک سائیکل گراؤنڈ کی طرف چل دیئے۔

خواجہ سراؤں کا ڈانس دیکھنے کا سب سے زیادہ اشتیاق اعجاز کو تھا۔ باقی سب تو سرکس دیکھنے کے متمنی تھے، لیکن وہ پیہم بضد تھا کہ تھوڑی دیر ڈانس دیکھا جائے جب تک سرکس کا شو شروع نہیں ہوتا۔ چار و ناچار سب کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ بس پھر کیا تھا۔ سب کے سمجھانے کے باوجود اعجاز خواجہ سراؤں کے ساتھ اعجاز بھی ناچنے لگا۔

لوگوں کا جم غفیر میلے میں جمع تھا۔ کتنے ہی لوگ اعجاز کی حرکتوں کو دیکھ رہے تھے جبکہ اعجاز ان سب کو پس پشت

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڈالے مسخرے پن میں مصروف تھا۔ دوسری طرف عبداللہ اوراس کے ساتھی اعجاز کومتواتر اس سب سے منع کررہے تھے۔لیکن مجال ہے اس کے کانوں پر جوں تک رینگ جاتی۔اعجاز بار بار کسی نہ کسی خواجہ سرا کوچھیڑ رہا تھا۔تبھی اعجاز کی نگاہ ایک سائیڈ پر ناچتے ایک خواجہ سراہ پر پڑی جو عمر میں اٹھارہ بیس سال کا ہی تھا لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے وہ خواجہ سراہ نہیں بلکہ حسین وجمیل دوشیزہ ہو۔

اعجاز سیدھا اس کے پاس پہنچ گیا اور اسے چھیڑنا شروع کردیا۔ پہلے تو وہ خواجہ سرا برداشت کرتا رہا لیکن جب اعجاز نے اس خواجہ سراہ کو پکڑ کر یکدم اپنی طرف کھینچا اور گلے لگا کر اس کے ہونٹوں کو چومابس پھر کیا تھا۔ پلک جھپکتے میں لوگوں نے ہلہ گلہ مچادیا۔دوسری طرف سارے خواجہ سراہ سیخ پاہو گئے اور سب نے مل کر اعجاز کی ایسی درگت لگائی کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔عبداللہ اوراس کے ساتھیوں نے بڑی ہی مشکل سے اس کی جان بچائی اور اسے لے کر میلے سے باہر کی طرف چل پڑے۔لوگ اعجاز کوتھوتھو کررہے تھے۔شرم کے مارے اعجاز پانی پانی ہو رہا تھا۔

اعجاز کی شرٹ اور بنیان خواجہ سراؤں نے ریزہ ریزہ کرکے رکھ دی تھی۔یہی نہیں اس کے شریر پر خراشیں پڑ گئی تھیں اور چہرہ مار کھا کھا کے نہ صرف لال پیلا ہو چکا تھا بلکہ سوجن بھی پیدا ہو چکی تھی۔

اعجاز کی حالت دیکھنے والے اس پر متواتر فقرے کس رہے تھے۔"ہو""ہا" کے نعرے لگا لگا کر اسے مزید خجل خوار کر رہے تھے۔اعجاز کے پورے جسم پر اور خاص کر چہرے پر سیاہ حلقے مترشح دکھائی دے رہے تھے جو کہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت تھے کہ اس کی اچھی خاصی حجامت ہوئی ہے۔یہی نہیں اس کے دوست بھی اپنی ہنسی قابو میں نہیں کرپا رہے تھے۔گاڑی میں بیٹھنے کی دیر تھی کہ وہ دوستوں پر ٹوٹ پڑا۔

"تم لوگ دوست نہیں میرے دشمن ہو۔"اعجاز نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

اس کے بولنے سے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ابھی کے ابھی وہ دھواں دھار رونا شروع کردے گا۔

"واہ کیا بات کی ہے۔"یوسف نے تنک کر کہا۔"ایک تمہیں ان جلادوں کے چنگل سے بریت دلائی اور الٹا ہم ہی دشمن ٹھہرے۔دشمن تو تم خود ہی ہو اپنے،منع کرنے کے باوجود بھی جناب کو چین نہیں آیا تھا۔"

"بھلا تمہیں ضرورت ہی کیا تھی ہیرو پنتی کی.....؟"

عبداللہ نے گاڑی گیئر میں ڈالتے ہوئے کہا۔

عبداللہ کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر آفتاب جبکہ پچھلی نشستوں پر اعجاز اور یوسف براجمان تھے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''اس وقت تواس نے کسی کی سنی بھی نہیں تھی۔دیکھا کیسے ٹھمکے پہ ٹھمکے لگا رہا تھا۔'' آفتاب نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے لقمہ دیا۔''بھلا تمہیں ضرورت ہی کیا تھی۔ان خواجہ سراؤں سے پنگا لینے کی.....؟''

''میں نے جو بھی کیا اچھا کیا۔'' اعجاز نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

''جیسی کرنی ویسی بھرنی۔'' عبداللہ نے ہنس کر کہا تو سب نے قہقہے بلند کیے جبکہ اعجاز منہ لٹکا کر چپ چاپ بیٹھا رہا وہ جانتا تھا کہ مزید بحث سے وہ اس کا زیادہ مذاق اڑائیں گے۔

☆.....☆.....☆

نادیہ کافی دن سے اپنی ماں سے بضد تھی کہ وہ اس کے ساتھ مارکیٹ چلے اسے کچھ شاپنگ کرنی ہے۔اس کی ماں نے ایک دو بار تو اسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ وہ اسے بتا دے جو لینا ہے وہ خود لیتی آئے گی لیکن اس نے کچھ نہ بتایا اور بضد رہی کہ وہ ساتھ چلے گی۔

نادیہ کو بچپن سے ہی ڈاکٹر بننے کا اشتیاق تھا۔اس کے والدین اس کی ہر ضد کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ نادیہ اور اس کا بھائی آریان دونوں میٹرک کے طالب علم تھے۔جبکہ نادیہ سے بڑا بھائی تبسم بی کام کر رہا تھا۔

نادیہ اور عبداللہ ایک ہی محلے میں رہتے تھے۔نادیہ شروع سے ہی عبداللہ میں کافی انٹرسٹڈ تھی۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ عبداللہ بہت آزاد خیال بندہ ہے۔نادیہ اور عبداللہ کا کال یا میسج بھی اکثر و بیشتر رابطہ رہتا تھا۔نادیہ یہی سمجھتی تھی کہ عبداللہ بھی اس میں کافی انٹرسٹڈ ہے۔دوسری لڑکیوں کی طرح اس کی بھی دلی خواہش تھی کہ عبداللہ از خود اسے پرپوز کرے جبکہ دوسری طرف عبداللہ اسے ایک اچھی دوست سمجھتا تھا۔اس نے کبھی اس کے بارے میں اس نیت سے نہ سوچا تھا جیسا کہ نادیہ سوچتی تھی جبکہ نادیہ ہر وقت اسی کے سپنے بُنتی رہتی تھی۔

اب بھی اس کا ماں کو مجبور کرنے کا اصل مقصد عبداللہ کے لیے گفٹ خریدنا تھا۔وہ عبداللہ کی سالگرہ پر اسے کوئی اچھا سا اور قیمتی گفٹ دینا چاہتی تھی۔نادیہ کا تعلق کھاتے پیتے گھرانے سے تھا۔وہ چاہتی تھی کہ عبداللہ کو کوئی ایسا گفٹ دے جو اس کے سب چاہنے والوں میں سے کسی نے نہ دیا ہو۔تبھی اس کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ عبداللہ کو گولڈ رنگ گفٹ کی جائے۔

وہ جانتی تھی کہ یہ گفٹ کسی بھی صورت وہ ماں کے ہاتھوں نہ منگوا سکتی تھی جس کی وجہ سے اس نے ماں کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا کہ اس کے ساتھ مارکیٹ جائے۔بالآخر ذکیہ بی بی کو اس کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے تھے۔دونوں ماں بیٹی گاڑی میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

مارکیٹ کی طرف چل پڑیں۔ڈرائیونگ سیٹ نادیہ نے سنبھال رکھی تھی جبکہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر اس کی ماں(ذکیہ بی بی) براجمان تھی۔

''ایسی بھی کون سی شاپنگ تم نے کرنی ہے جو مجھے نہیں کہہ سکتی تھی؟''ذکیہ بی بی گاڑی میں بیٹھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

''بس تھوڑی سی جیولری خریدنی ہے اور مزید کچھ پسند آ گیا تو.....''نادیہ کا فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کی ماں نے اسے ٹوکا۔

''ہمیشہ بچنہ نہیں چلتا نادیہ۔''ذکیہ بی بی ناک بسوڑتے ہوئے بولی۔

''اس سب کے لیے تم مجھے بھی کہہ سکتی تھی۔اتنی ضد کر کے خود ساتھ چلنے کی ضرورت کیا تھی؟''

''ماں۔''نادیہ برا مناتے ہوئے بولی۔

''میں اپنی پسند کی جیولری خریدنا چاہتی ہوں۔''

''پہلے تو میری پسند میں تمہیں کبھی اعتراض نہیں ہوا۔'' ذکیہ بی بی حیرت سے بولی۔

''چھوڑو بھی ماں۔''نادیہ یوٹرن لیتے ہوئے بولی۔

''آخر اتنی جیولری کا تم نے کرنا کیا ہے.....؟''ذکیہ بی بی سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''میکے سے سارا کچھ اکٹھا کر کے سسرال لے جاؤں گی تا کہ وہاں جا کے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے پڑیں۔'' نادیہ زیر لب مسکراتے ہوئے بولی۔

''ایسی نوبت کبھی نہیں آئے گی۔''ذکیہ بی بی بولی۔

''تمہیں ایسے سسرال والے ملیں گے جو تمہیں ہاتھ کے آبلے کی مانند رکھیں گے۔تمہیں ہر جائز و ناجائز کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔''

''کاش ایسا ہی ہو۔''نادیہ ہونٹ بھینچ کر بولی۔

دونوں مارکیٹ میں پہنچ چکی تھیں۔مارکیٹ کے سامنے گاڑی پارک کر کے دونوں مارکیٹ میں داخل ہوئی۔ان کا رخ گلشن پلازے کی طرف تھا۔سات منزلہ گلشن پلازے کے اندر ان گنت دکانیں تھیں۔ضروریات زندگی کی ہر شے وہاں میسر تھی۔وہیں نادیہ کے والد کے دوست کی جیولری کی دکان بھی تھی۔دونوں ماں بیٹی چلتی ہوئی اس دکان میں داخل ہو گئیں۔

''السلام علیکم انکل!''نادیہ نے دکان میں داخل ہوتے ہی دکان کے مالک سید فرحت حسین جو کہ اس کے باپ کا دوست تھا۔اسے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔''سید فرحت حسین نے زیر لب مسکراتے ہوئے سلام کا جواب دیا۔

''جیتی رہو بیٹا۔آج تو بڑے دنوں کے بعد دکھائی دی ہو۔کہاں گم ہوتی ہو؟''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''میں تو کتنے دنوں سے آنے کے لیے ماں سے بضد تھی لیکن مجال ہے ان کے کانوں پر جوں تک رینگ جائے۔'' نادیہ نے ماں کی شکایت کرتے ہوئے کہا تو ذکیہ بی بی زیرلب مسکرادی۔

''بہن جی دیکھ لیجئے ہماری بیٹی کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیتی کیا یہ واقعی ٹھیک کہہ رہی ہے.....؟'' فرحت حسین نے شکوہ کناں نگاہوں سے ذکیہ بی بی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

دونوں ماں بیٹی دکان میں ایک طرف رکھی نشستوں پر براجمان ہو چکی تھیں۔

''ایکچوئلی میں ڈیلی روٹین سے مارکیٹ آتی ہوں۔ کئی بار تو اس سے پوچھا کہ مجھے ہی بتادے کیا چاہیے مگر مجال ہے کہ کچھ بتاجائے۔'' ذکیہ بی بی نے بھی جواباً نادیہ کی شکایت کر ڈالی۔

''بہن جی اب یہ بتائیں کہ ٹھنڈا چلے گا یا گرم.....؟'' فرحت حسین شاہ نے پوچھا۔

''بھائی صاحب کسی بھی قسم کے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔'' ذکیہ بی بی بولی۔

''لیکن میں ٹھنڈا پیوں گی۔'' نادیہ نے جھٹ سے کہا تو ذکیہ بی بی نے اسے گھورا جبکہ فرحت حسین شاہ مسکرادیے۔

''تبسم۔'' فرحت حسین شاہ نے دکان پر ساتھ کام کرنے والے لڑکے کو مخاطب کیا۔

''جلدی سے دو ملک شیک بنوا کے لاؤ۔''

''بھائی صاحب رہنے دیں پلیز۔'' ذکیہ بی بی نے دوبارہ بات دہرائی۔

''کوئی بات نہیں بہن جی۔ موسم کافی گرم ہو چکا ہے۔ سورج سوا نیزے پر آگ برسا رہا ہے۔'' فرحت حسین شاہ بولے۔

''بس بھائی صاحب نہ دن کو سکون ہے اور نہ رات کو چین۔'' ذکیہ بی بی بولی۔

''لوڈشیڈنگ کی وجہ سے جینا محال ہوگیا ہے۔ حکمرانوں کے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں۔ نجانے کب اس ملک کے حالات بہتر ہوں گے؟''

''بہن جی یہ حکمران ہم خود ہی لے کے آتے ہیں۔'' فرحت حسین شاہ نے لقمہ دیا۔

''ہم لوگ وقتی طور پر دیکھتے ہیں کہ یہ کتنے اچھے ہیں۔ یہی اس ملک کو بہتر چلا پائیں گے لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا ہے اور ان کی اصلیت سامنے آتی ہے تو ہم گھٹنوں میں سر دے کر روتے ہیں۔''

قبل اس کے کہ ان میں سے کوئی بولتا تبسم ملک شیک لے کر آ گیا اور دونوں ماں بیٹی کے سامنے رکھی چھوٹی سی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ٹیبل پر رکھ دیئے اور خود اپنی نشست پر جا کر براجمان ہوگیا۔نادیہ موقع کا فائدہ اٹھا کر تبسم کے پاس پہنچ گئی۔

''تمہاری عمر کا ایک لڑکا ہے۔اس کے لیے ایک گولڈ رنگ چاہیے۔اچھی سی ہو۔کسی کو بھنک نہ پڑے پیک کرنا اور ساتھ میں میرے لیے ایک اچھی سی رنگ پیک کر دینا۔''نادیہ نے سرگوشی کے عالم میں تبسم کو کہا تو اس نے سر ہلا کر اسے جواب دیا اور نادیہ دونوں انگوٹھیاں دیکھ کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

فرحت حسین شاہ اور اس کی ماں کے مابین ابھی تک ملکی حالات کے بارے میں بحث مباحثہ چل رہا تھا۔نادیہ نے جیسے تیسے جلدی سے ملک ٹیک ختم کیا جبکہ دوسری طرف تبسم نے دونوں انگوٹھیاں ایک ہی ڈبے میں پیک کر کے بل بنا کر کاؤنٹر پر پہنچا دیا۔ذکیہ بی بی نے بل ادا کیا اور اجازت لے کر دکان سے دونوں باہر آ گئیں۔

''اور بھی کچھ خریدنا ہے کیا.....؟''ذکیہ بی بی نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''ہاں کیوں نہیں۔''نادیہ نے جواب دیا اور راہداری میں آگے آگے چلنے لگی جبکہ ذکیہ بی بی چپ چاپ اس کے پیچھے چل پڑی۔

☆.....☆.....☆

میٹرک کا رزلٹ کیا آیا پورے گھر میں خوشیاں عود کر آ گئیں۔عبداللہ نے ہائی فرسٹ ڈویژن سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا۔عبداللہ کے ابو شہریار اسلم ایک سرکاری ادارے میں بطور کلرک خدمات سرانجام دے رہے تھے جبکہ اس کی ماں نمرہ فہیم ہاؤس وائف تھی۔عبداللہ کے والدین نے لو میرج کی تھی۔نمرہ فہیم کے والدین نے بلا چوں چراں رشتے کے لیے ہاں کر دی تھی جس کی وجہ سے ''چٹ منگنی پٹ بیاہ'' کی رسم کے ساتھ ہی نمرہ فہیم شہریار اسلم کی اہلیہ بن کر اس کے گھر آن پہنچی تھی۔

شہریار اسلم کو نمرہ فہیم سے خالق کائنات نے چار پسران سے نوازا تھا جبکہ شدید خواہش کے باوجود وہ دختر جیسی عظیم نعمت سے محروم تھے۔شہریار اسلم کا سب سے بڑا بیٹا علی تھا۔جس نے ایم اے اسلامیات کیا تھا اور اتفاق سے فائنل ایئر کے ایگزامز سے قبل ہی اسے ایک مڈل سکول میں ہیڈ ماسٹر کی سیٹ پر تعینات کر دیا گیا تھا۔علی سے چھوٹا زین تھا۔جو کہ ایم کام کرنے کے بعد بینک میں جاب کر رہا تھا۔زین کی دیرینہ خواہش تھی کہ وہ ایک ایکٹر بنے اور اس سلسلے میں اس نے کتنی ہی پروڈکشنز اور ٹی وی اسٹیشنز کے چکر کاٹے لیکن سوائے منہ کی کھانے کے اسے کچھ نہ ملا۔یوں ایک زین کے اندر کا ایکٹر اس کے سینے میں دفن ہو کر رہ گیا۔جس کا اسے ہمیشہ ہی منکھر رہتا تھا۔

زین سے چھوٹا عاطف تھا۔اسے شروع سے ہی بیرون

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ملک جانے کی خواہش تھی۔ایف ایس کرتے ساتھ ہی اس نے واویلا مچا دیا تھا کہ اگر وہ مزید تعلیم حاصل کرے گا تو فارن کنٹری جا کر دریں اثناوہ مزید نہیں پڑھے گا۔ عاطف بچپن سے ہی کافی میچوئر اور ہارڈ ورکر بھی تھا۔وہ صرف تعلیم کو اہمیت نہیں دیتا تھا بلکہ وہ پروفیشن لائف کو بھی بہت اہمیت دیتا تھا۔وہ اپنے والدین یا بھائیوں پر بوجھ بننا پسند نہیں کرتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ پارٹ ٹائم ٹیوشنز وغیرہ پڑھالیا کرتا تھا۔جس سے اتنا کچھ ہاتھ لگ جاتا تھا کہ اس کا خرچہ با آسانی چل جاتا تھا۔

عاطف کی ضد کے سامنے بالآخر سب کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔چنانچہ عاطف جلد ہی لندن پہنچ گیا۔جہاں تھوڑی تگ و دو کے بعد اسے پارٹ ٹائم ایک پرائیویٹ فرم میں اچھی سی جاب میسر آ گئی تھی۔اس جاب سے نہ صرف وہ اپنے اخراجات بآسانی پورے کرسکتا تھا۔بلکہ بہت کچھ بچا بھی سکتا تھا۔

سب سے چھوٹا عبداللہ تھا۔جو سب کی آنکھوں کا تارا اور لاڈا تھا۔چھوٹا اور لاڈلا ہونے کے ناطے اس کی ہر جائز و ناجائز کے سامنے سر تسلیم خم کیا جاتا تھا۔باوجود اس کے اس لاڈ پیار نے نہ صرف اسے بگڑنے سے بچایا ہوا تھا بلکہ وہ بہت ہی ذہین اور محنتی تھا۔

وہ ہمیشہ کلاس میں اول آتا تھا۔میٹرک کے ایگزامز سے قبل اس کے ابو نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ میٹرک میں اعلیٰ پوزیشن کے ساتھ ساتھ اچھے مارکس لے گا تو اسے بطور تحفہ نئی موٹر سائیکل ملے گی۔بھائیوں نے بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق دعوے کیے جبکہ اس کی والدہ نے اس کے فرسٹ آنے کی صورت میں اسے پارٹی دینے کا وعدہ کیا۔

چنانچہ وعدے کے مطابق اسے سب کچھ مل گیا۔پارٹی بھی عظیم الشان ملی جس میں اس کے ٹیچرز،کلاس فیلوز کے علاوہ کچھ قریبی رشتے داروں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔عبداللہ اس پارٹی سے بے حد خوش ہوا تھا۔یہ پارٹی دراصل اس کے جذبوں کو ابھارنے کے لیے دی گئی تھی۔وعدے کے مطابق اسے سب سے کچھ نہ کچھ ملا تھا۔یہی نہیں عاطف نے لندن سے اس کے لیے لیپ ٹاپ بھیجا تھا۔

☆-----☆-----☆

انیلہ،نازیہ اور عالیہ بریک ہوتے ساتھ ہی کینٹین میں آ گئیں۔تینوں ایف ایس سی پارٹ ون کی سٹوڈنٹس تھیں۔انیلہ اور نازیہ دونوں خالہ زاد بہنیں تھیں جبکہ عالیہ ان کے گھر سے دو گلیاں چھوڑ کے تیسری گلی میں رہتی تھی۔اتفاق سے عالیہ کی دوستی ان کے ساتھ کالج میں آ کر ہوئی تھی۔تینوں ایک پرائیویٹ کالج سے ایف ایس سی کر رہی تھیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بریک ہوتے ساتھ ہی تینوں کینٹین میں ایک سائیڈ پر خالی کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ کینٹین میں ان کے علاوہ بھی ان گنت طلباء وطالبات براجمان پیٹ پوجا کر رہے تھے اور ساتھ میں خوش گپیوں میں بھی مصروف تھے۔ان تینوں کے بیٹھتے ساتھ ہی کینٹین میں کام کرنے والا لڑکا جسے سب اس کے کالے رنگ کی وجہ سے کالو کہہ کر پکارتے تھے، آرڈر لینے آ گیا۔ تین برگر اور کولڈ ڈرنک کا آرڈر انیلہ نے دیا اور کالو دبے قدموں واپس پلٹ گیا۔ کینٹین کے اندر طلباء کے اونچا بولنے اور قہقہے لگانے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"آج خیر تو ہے ناں.....؟" انیلہ نے عالیہ کو چپ دیکھ کر پوچھا۔

"تم کافی چپ چپ ہو۔کیا بات ہے کوئی نئی افتاد نازل ہوگئی ہے کیا؟"

"لگتا ہے پھر اس کانے بوائے فرینڈ کے ساتھ کوئی مسئلہ بن گیا ہے۔" نازیہ نے زیر لب مسکراتے ہوئے پیش گوئی کی تو عالیہ نے اسے کھا جانے والی آنکھوں سے گھورا۔

"تم نہ اپنی زبان کو لگام لگا کر رکھا کرو سمجھی۔" عالیہ نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ میری پرسنل لائف ہے۔میری پرسنل لائف میں تمہیں انٹرفیئر کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے یو انڈر سٹینڈ۔"

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن تمہارے لیے ایک مشورہ ہے۔" نازیہ نے بھنویں اچکا کر کہا لیکن قبل اس کے کہ وہ اس سے زیادہ کچھ بولتی عالیہ نے اسے چپ کروا دیا۔

"اپنے مشورے اپنے پاس ہی رکھو کام آئیں گے تمہارے۔"

عالیہ کا غصہ عروج پر تھا۔

"کیا ہر وقت بچوں کی طرح آپس میں لڑتی رہتی ہو۔" انیلہ نے تنگ آ کر لقمہ دیا۔

"ہر وقت آپس میں بچوں کی طرح تو تو میں میں لگائے رکھتی ہو۔کبھی تو آپس میں اچھے لہجے میں بات کر لیا کرو۔"

قبل اس کے کہ ان میں سے کوئی بولتا کالو ان کے سامنے برگر اور کولڈ ڈرنکس رکھ کر چلا گیا۔انیلہ کن آنکھوں سے پیہم عالیہ کو تکے جا رہی تھی۔ پہلے کی نسبت آج وہ کافی اپ سیٹ اور کھوئی کھوئی سی معلوم ہو رہی تھی۔

"سب خیریت تو ہے ناں.....؟" انیلہ نے عالیہ کو سوالیہ نگاہوں سے متواتر گھورتے ہوئے پوچھا جبکہ نازیہ دلچسپی سے عالیہ کو گھورنے لگی۔

اس کی آنکھوں سے شوخی عود کر آئی تھی لیکن وہ فی الوقت کوئی بات کر کے ماحول خراب نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ عالیہ ارم چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہوجاتی تھی۔

''بس یار کیا بتاؤں.....!'' عالیہ ارم نے متواتر کھوئے ہوئے اور پریشان لہجے میں کہا۔

''وہ محمود ہے ناں اس نے مجھ سے مکمل بائیکاٹ کر کے سینئر کلاس کی سٹوڈنٹ انوشہ سے مراسم بنا لیے ہیں۔یہ سب میری برداشت سے باہر ہے۔میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔''

''یہ کیا بات ہوئی؟'' انیلہ کے بولنے سے قبل ہی انیلہ نے فٹ لقمہ دیا۔''تم بھی تو آئے دن بوائے فرینڈ بدلتی رہتی ہو اگر اس نے تمہیں بدل دیا ہے تو اس میں بھلا پریشانی کی کیا بات ہے۔تم پھر کوئی نیا بوائے فرینڈ تلاش کر لینا۔''

بس نازیہ کا اتنا کہنا تھا کہ عالیہ ارم بھڑک اٹھی۔

''میں تمہیں چالو لڑکی یا کوئی کوٹھے والی معلوم ہوتی ہوں کیا؟'' عالیہ ارم کے لہجے میں سختی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں عود کر آنے والے گوہر ہائے آبدار دونوں سے پنہاں نہ تھے۔

''تم کیا سمجھتی ہو میں یہ سب شوق سے کرتی ہوں یا میرا پیشہ ہے۔میں کوئی غریب لڑکی نہیں ہو کہ امیر لڑکوں کو اپنے جال میں پھنسا کر ان سے پیسہ بٹورنا شروع کر دوں۔''

اتنا کہہ کر عالیہ پیر پٹختی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔اس کی آنکھوں سے آنسو تواتر کے ساتھ بہہ رہے تھے۔انیلہ نے اسے روکنا چاہا لیکن بے سود۔انیلہ نے کھا جانے والی آنکھوں سے نازیہ کو گھورا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر عالیہ کے پیچھے کینٹین سے باہر نکل گئی۔

سب کی نگاہیں نازیہ پر ٹکی ہوئی تھیں۔عالیہ جاتے جاتے بولی ہی اتنی تیز آواز میں تھی کہ سب نے چپ سادھ کر اس کی باتیں سننا شروع کر دی تھیں۔نازیہ کو اپنے الفاظ کا احساس ہوا تو اسے چنداں خجالت محسوس ہوئی۔اس نے اشارہ کر کے کالو کو بلایا اور بل ادا کر کے سب کچھ چھوڑ چھاڑ ان دونوں کے پیچھے وہ بھی کینٹین سے باہر نکل گئی۔اس کے نکلتے ساتھ ہی کینٹین میں ان تینوں کے بارے میں چہ میگوئیاں اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں۔

☆.....☆.....☆

نادیہ کو جب پتہ چلا کہ عبداللہ نے میٹرک میں ہائی فرسٹ ڈویژن حاصل کی ہے تو اسے خاصی خوشی ہوئی۔ایک ساتھ اس کے لیے دو خوشیاں تھیں۔ایک عبداللہ کا اچھی پوزیشن سے میٹرک کا امتحان پاس کرنا اور دوسرا اس کی سالگرہ کا قریب آنا۔نادیہ نے ماں سے دوست کے ہاں جانے کی اجازت لی اور گاڑی میں آن دبکی۔پھر گاڑی گھر سے باہر نکالتے ہوئے اس نے عبداللہ کا نمبر ڈائل کیا۔عبداللہ نے فوراً ہی کال پک کر لی۔

Downloaded from https://paksociety.com

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

Downloaded from https://paksociety.com

''السلام علیکم۔''عبداللہ نے کال ریسیو کرتے ساتھ ہی سلام دیا۔

''وعلیکم السلام۔''نادیہ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

''عبداللہ کہاں ہو تم؟''

''میں مارکیٹ جا رہا ہوں بائیک پر کچھ شاپنگ کرنی تھی۔''عبداللہ نے بتایا۔

''اچھا ایسا کرو میں گلبرگ سے ابھی نکلی ہوں تم فوراً کے ایف سی میں آجاؤ۔''انیلہ نے مین مارکیٹ کے گول چوک کا چکر کاٹتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔''عبداللہ نے جواب دیا۔

تھوڑی ہی دیر میں دونوں کے ایف سی میں براجمان تھے۔نادیہ نے جامنی کلر کا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔جس میں اس کا حسین و جمیل مکھڑا گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح نکھر آیا تھا۔عبداللہ بار بار اسے کن اکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔

''سنا ہے تم نے میٹرک میں ہائی فرسٹ ڈویژن حاصل کی ہے؟''نادیہ نے پوچھا۔

''جی ہاں۔''عبداللہ نے مختصر سا جواب دیا۔

''جانتے ہو آج تمہاری سالگرہ بھی ہے؟''نادیہ نے انکشاف کیا تو عبداللہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔''اس لیے ایک ساتھ دو دو مبارک باد کے مستحق ہو تم۔''

''لیکن مجھے یاد نہیں تھا کہ آج میری سالگرہ ہے۔''عبداللہ نے بتایا

''بہر حال تمہیں مبارک ہو۔''نادیہ نے کہا۔

''بس صرف مبارکباد دینی تھی کیا؟''عبداللہ نے بھنویں سکیڑتے ہوئے مصنوعی ناگواری کا مظاہرہ کیا۔

''نہیں تو۔''نادیہ نے چہک کر کہا اور پرس میں سے پیک کی ہوئی رنگ والی چھوٹی سی ڈبیہ عبداللہ کو تھما دی۔''یہ میری طرف سے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے۔''

عبداللہ نے حیرت سے اسے پکڑتے ہوئے دیکھا اور پھر اس ڈبیہ کے اوپر کی گئی پیکنگ اتار دی۔ڈبیہ کو کھولا تو اسے کافی حیرت ہوئی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ گولڈ رنگ ہے اور کافی بیش قیمت ہے۔

''ارے یہ کیا.....؟''عبداللہ نے آنکھیں پھاڑ کر گولڈ رنگ کو دیکھتے ہوئے نادیہ سے پوچھا۔

''میں تو جسٹ مذاق کر رہا تھا لیکن تم تو حقیقت میں گفٹ لے آئی وہ بھی اتنا مہنگا۔''

نادیہ کو اس کا یہ انداز بھی پیارا لگا تھا۔وہ اس کا یہ انداز دیکھ کر زیر لب مسکرا دی تھی۔

''تو کیا ہوا عبداللہ۔''نادیہ نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔''یہ گفٹ تم سے زیادہ قیمتی تو نہیں ہے۔''

نادیہ کی بات عبداللہ کی سمجھ سے بالاتر تھی لیکن پھر بھی اس نے نہ سمجھنے کے باوجود سوالیہ نگاہوں سے نادیہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کو دیکھا جو دونوں ہاتھوں کی کہنیاں ٹیبل پر ٹکائے ہوئے تھی۔اور اپنی ٹھوڑی دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کی بنی جھولی میں رکھ کر اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔عبداللہ کو نادیہ کا اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا عجیب سا لگا لیکن وہ اسے یوں اس طرح دیکھتے ہوئے شرما سا گیا جبکہ نادیہ ایک بار پھر مسکرا دی۔

☆-----☆-----☆

ملک یوسف کا تعلق یک عزت دار اور کھاتے پیتے گھرانے سے تھا۔اس کا باپ ملک ذیشان مڈل سکول میں ہیڈ ماسٹر تھا۔ایمانداری اس کا شیوا اور رزق حلال کمانا وہ اپنا فریضہ سمجھتا تھا۔اس نے آج تک حرا کو گھر کی دہلیز تک نہ دکھائی تھی۔

ملک یوسف کی والدہ فریحہ نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی لیکن آگے پڑھنے کی اجازت نہ مل سکنے کی بنا پر اسے تعلیم کو خیر آباد کہنا پڑا۔فریحہ ذیشان کو بچپن سے ہی تعلیم حاصل کرنے کی لگن تھی لیکن اس نے جس ماحول میں پرورش پائی تھی وہاں لڑکیوں کی تعلیم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

فریحہ کے سکول جانے پر جب پہلی بار پابندی عائد کی گئی تھی تو اس وقت وہ آٹھویں کلاس کے ایگزامز سے فری ہوئی تھی۔اس نے بڑی کوشش کی کہ اس کے والدین اس کو مزید پڑھنے دیں لیکن پہلے تو انہوں نے ایک ہی رٹ لگائے رکھی کہ یہ ناممکن ہے مگر فریحہ ذیشان نے بھی ہتھیار نہ ڈالے اور آخر اس کی ضد کے سامنے اس کے والدین کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور روتے پڑتے اسے میٹرک کرنے کی اجازت مل گئی۔میٹرک کے بعد بھی اس نے لاکھ سعی کی لیکن پھر تو جیسے چار دیواری کی زنجیریں اس کے پیروں میں جکڑ دی گئی تھیں۔

اس دن وہ بہت روئی تھی۔جب اس کے سکول جانے پر پکی پابندی عائد کر دی گئی تھی۔اس کے ابا نے حکم جاری کر دیا تھا کہ اگر اس گھر میں اب دوبارہ تعلیم کا نام لیا گیا تو فریحہ ذیشان کی ماں کو طلاق دے کر دونوں ماں بیٹی کو گھر سے فارغ کر دے گا۔یہ حکم سنتے ساتھ ہی جیسے فریحہ ذیشان کو سانپ سونگھ گیا تھا۔اس کی بولتی بند ہو گئی اور اس نے حالات کے سامنے ہار مانتے ہوئے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

فریحہ ذیشان اپنے باپ کی ضد سے بخوبی آشنا تھی۔اسی لیے اس نے مزید کوئی بحث و مباحثہ کرنا بہتر نہیں سمجھا تھا۔وہ گھنٹوں بیٹھ کر روئی تھی اور اپنی قسمت پر شکوہ کرتی رہی تھی کہ اس نے اس گھر میں آنکھ ہی کیوں کھولی جہاں ہر طرف پابندیاں ہی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔جہاں عورت صرف مرد کے اشارے کی منتظر ہوتی ہے اور اس کی اپنی کوئی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پہچان نہیں ہوتی کیونکہ اسے اس کی پہچان کوئی بنانے ہی نہیں دیتا۔

یہ آنسو اس پر ڈھائی گئی مصیبت کا ازالہ تو نہیں کر سکے لیکن خیر جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔اس دن فریحہ ذیشان نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی اولاد کو اور خاص کر بیٹیوں کو زیور تعلیم سے ضرور روشناس کروائے چاہے اس کے سامنے کتنی ہی مصیبتیں کیوں نہ کھڑی کر دی گئیں، کتنے ہی جتن کیوں نہ کاٹنے پڑ گئے۔(جاری ہے)

☆.....☆.....☆

پاکستان کے شہر

پاکستان کے شہر یہ سارے زندہ رہیں گے
پھول چمن کے پیارے زندہ رہیں گے
دیکھے تھے اقبالؔ نے سپنے مستقبل کے
قائد نے جو نقش ابھارے زندہ رہیں گے
کبھی نہ ان پر چھائیں بادل تاریکی کے
اپنے سارے چاند ستارے زندہ رہیں گے
راوی، جہلم، سندھ، چناب رہیں گے بہتے
دریاؤں کے سارے دھارے زندہ رہیں گے
خوشحالی کا دور کاوشؔ جی آجائے گا
تیرے میرے خواب یہ سارے زندہ رہیں گے

ملک این اے کاوش اعوان.....سلانوالی

نعت رسول کریم ﷺ

مہکا ہوا ہے ہر طرف گلزار آپ ﷺ سے
انسانیت کا بڑھ گیا ہے معیار آپ ﷺ سے
جھونکا گیا ہے اس کو جہنم کی آگ میں
جو بھی ہوا ہے برسرِ پیکار آپ ﷺ سے
ان کے طفیل فصلِ بہاراں ہے ہر طرف
پھولوں کی پتیوں میں ہے مہکا آپ ﷺ سے
جو آ گیا حضور ﷺ کی محفل میں ایک بار
وہ تشنہ کام ہو گیا سرشار آپ ﷺ سے
محشر میں ہوں گی ان کو شفاعت حضور ﷺ کی
امید رکھ رہے ہیں گنہ گار آپ ﷺ سے
ہر بار مجھ کو اذنِ حضور نصیب ہو
یہ التجا حضور ﷺ ہے ہر بار آپ ﷺ سے
مجھ پر ندیم چشمِ کرم ہے حضور ﷺ کی
پایا ہے میں نے دیدۂ بیدار آپ ﷺ سے

☆.....☆.....☆

ریاض ندیم نیازی
0333-1701617

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دیو

محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر).....پتوکی

0306-9034595

خیرالدین بادشاہ مصر کا ایک ایسا حکمران گزرا ہے۔جس کے دور میں مصر میں کچھ خاص کام نہ ہو سکے۔خیرالدین بادشاہ کو سدا ایک ہی کام کی فکر لاحق رہی کہ اس کے علاوہ کبھی کوئی حکمرانی نہ کر پائے۔نہ ہی اس کے تخت کا کوئی وارث پیدا ہو سکے۔یہی وجہ ہے کہ ایک لمبے عرصے تک حکمرانی کرنے والے اس بادشاہ نے جلد شادی نہ کی تھی۔

مصر میں خاندانی حکمرانی کا دور دورا ہے۔ خیر الدین بادشاہ سلطان سلیمان کی نسل میں سے آنے وا لا ایک بادشاہ تھا۔سلطان سلیمان نے اپنے دور میں نہ صرف اپنے دو بہنوئی اپنے تخت کی خاطر مروا ڈالے تھے۔ بلکہ اپنے دو پسران کو ان کی اولادوں سمیت مروا ڈالا تھا۔تاریخ بتاتی ہے کہ سلطان سلیمان نے کسی گوری سے بیاہ کیا تھا اور اس بدزبان گوری نے سلطان سلیمان کو مکمل طور پر اپنے قابو میں کر لیا تھا ۔اس گوری (ملکہ حُرم) نے سب سے پہلے بادشاہ کی والدہ کی جان لی۔پھر اپنی نند کے میاں ابراہیم بادشاہ اور وقتاً فوقتاً یہ سلسلہ اس نے جاری و ساری رکھا۔لیکن جیسا کہ بتایا جا چکا تھا ہے کہ سلطان سلیمان کو اس نے اپنے کنٹرول میں کیا ہوا تھا۔

سلطان سلیمان کو ہر بات کا پتہ تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کوئی پیش رفت نہ کی تھی بلکہ ہر موڑ پر الٹا اس کا ساتھ دیا تھا۔سلطان سلیمان کے تخت کی اس نے بخوبی حفاظت کی تھی۔ ویسے تو خود سلطان سلیمان بھی ایک بہادر اور عقل و فہم والا انسان تھا۔لیکن تاریخ میں جہاں سلطان سلیمان کا نام آتا ہے وہاں اس کے ساتھ حُرم سلطان کا نام بھی لازمی آتا ہے۔

حرم سے سلطان سلیمان کو چار پسران اور ایک دختر نصیب ہوئی تھی۔سب سے بڑے پسر کو اس کی سوتن نے مروا دیا تھا۔جبکہ حرم سلطان نے سوتن کے اکلوتے بیٹے شہزادے مصطفیٰ کو ایسی زبردست چال میں پھنسایا کہ سلطان سلیمان نے اسے اپنی آنکھوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کے سامنے مروادیا۔شہزادے مصطفیٰ سے چھوٹے دونو ں بھائی بہت محبت کرتے تھے۔شہزادے مصطفیٰ کی موت کے غم نے حرم کے سب سے چھوٹے بیٹے کی جان لے لی۔ جبکہ اس سے بڑے بیٹے شہزادے بیا ضت کوتخت کی خاطراس سے بڑے بھائی شہزادے سلیم نے اس کی اولاد سمیت مرواڈالا۔

شہزادے سلیم نے سلطان سلیمان کی موت کے بعد تخت وتاج کوسنبھالا اورجلد ہی گمراہی کے اندھیرو ں کے اندھیروں میں غرق ہوگیا تھا۔انگریزوں کے شرابوں اور جوؤں اڈوں کوسلطان سلیمان نے اپنے دورحکومت میں مقفل کردیا۔جبکہ سلطان سلیمان کی موت کے ساتھ ہی شہزادے سلیم نے ان اڈوں کو دوبارہ چالوکیا۔

یوں شہزادے سلیم کادورمصر کے لیے زوال کا دورثابت ہوااورجلد ہی شہزادہ سلیم اپنوں کے ہاتھ ابدی نیندسوگیا۔اس کے پسران کے درمیان جنگ چھڑگئی۔ اصول وضوابط کے مطابق بڑے پسر نے حکومت سنبھال لی لیکن جلد ہی چھوٹے پسر نے اس کی جان لی۔اس پسر میں سے سلطان خیرالدین بادشاہ نے جنم لیا۔

اتفاق سے سلطان خیرالدین بادشاہ اپنے باپ کی اکلوتی اولادتھا۔اسے جب اپنے پچھلوں کے قصے کہانیوں کاعلم ہواتواس کاماتھاٹھنکا۔سلطان خیر الدین بادشاہ نے تہیہ کرلیا کہ وہ شادی وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑے گااوراپنی رعایااوروزراء پربھی اپنا کنٹرول رکھے گا۔لیکن جلد ہی اسے اپنے ایک فیصلے کو ختم کرناپڑااوراسے شادی کرناپڑگئی۔

سلطان خیرالدین بادشاہ یک لخت جیسے بدل گیا تھا۔عوام الناس پراس کے مظالم رقم تحریرہونے لگ گئے اور یہی نہیں وزراء پربھی اس نے سختی کرناشروع کردی۔ یوں نہ چاہتے ہوئے بھی باغیوں کی ایک جماعت سراٹھانے لگی جس کے سرغنہ وزراء ہی تھے۔

انہوں نے مل کرسلطان خیرالدین بادشاہ کا تختہ الٹنے کی تدبیریں سوچنی شروع کردیں۔انہی دنوں سلطان خیرالدین بادشاہ کے ہاں شہزادے نصیرالدین نے جنم لیا۔ باغیوں کی اس جماعت میں خوشی کی لہر دوڑگئی لیکن وہ ہمہ وقت دعاء گوتھے کہ شہزادہ نصیرالد ین اپنے باپ کے جیسے نہ بنے۔ بلکہ ملکہ شیفتہ خاتون کے جیسے رحم دل اورانصاف پسند بنے۔

دن پرلگاکے گزرگئے اورشہزادے نصیرالدین نے بلوغت کی چوکھٹ پرقدم رکھا۔شہزادہ نصیرالدین اپنی ماں پرگیاتھا۔ اوریہی وزراء چاہتے تھے۔ باغیو ں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کے اس گروہ نے حدت پکڑنی شروع کی۔لیکن ان سے پہلے ہی باغیوں کے ایک اورٹولے نے سر اٹھا کر اپنی بغاوت کا اعلان کیا مگر افسوس کہ جلد ہی سلطان خیرالدین بادشاہ کے حامیوں نے انہیں مولی گاجر کی طرح کتر ڈالا۔

دوسری طرف شہزادہ نصیرالدین بادشاہ کے ایک وزیر کی دختر پر فدا ہو گیا۔ جب اس بات کی خبر سلطان خیرالدین بادشاہ تک پہنچی تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اور اس نے اس بات کی تصدیق کے لیے شہزادے نصیرالدین سے پوچھ گچھ کی تو اس نے اقرار کرلیا۔ یہاں تک کہ شہزادے نے یہ بھی کہہ دیا کہ وہ نعیما خاتون کو ہی اپنی اہلیہ بنائے گا علاوہ ازیں کسی اور کو وہ قطعاً اپنی زندگی میں کوئی حصہ نہ دے گا۔

سلطان خیرالدین بادشاہ پسر کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر جل بھن کر رہ گیا۔اور اس نے فوراً سے بھی پیشتر اس وزیر کو بلوایا جس کی دختر پر شہزادہ نصیر الدین فدا ہو چکا تھا۔وزیر بادشاہ کے کمرے میں پہنچا تو اس وقت سلطان خیرالدین بادشاہ اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا اسے دیکھتے ہی رک گیا اور بغور اس کے چہرے کو تکنے لگا۔سلطان خیرالدین بادشاہ کے اس طرح دیکھنے پر اس وزیر کو تشویش ہوئی۔

''میرے آقا!''اس نے ادھر ادھر نگاہیں پھیرتے ہوئے کہا۔

''کیا کوئی گستاخی سرزد ہو گئی ہے؟''

سلطان خیرالدین بادشاہ اس کی بات سن کر غصے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

''شبیر پاشا۔''بادشاہ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اسے مخاطب کیا تو اس نے نگاہیں اٹھائیں۔

''کتنی دختر زہیں تمہاری؟''

سلطان خیرالدین بادشاہ کی بات سن کر وزیر شبیر پاشا نے ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو کر سلطان خیرالد ین بادشاہ کو دیکھا۔

''میرے آقا!ایک دختر ہے۔''شبیر پاشا نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔

''ہوں۔''سلطان خیرالدین بادشاہ نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

ایک بار پھر اسے بغور دیکھا اور پھر کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

''اس کی شادی ابھی تک کیوں نہیں کروائی؟''

سلطان خیرالدین بادشاہ نے پوچھا۔

''میرے آقا ابھی وہ کم عمر ہے۔بلوغت کی عمر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کوابھی پہنچی ہے۔فی الحال تو نجانے کتنے سپنے ادھو رے ہیں جن کو پورا کرنا بہت لازمی ہے۔میں نے اپنی دختر کو پسران کے جیسے پال پوس کے بڑا کیا۔کیا کروں پسر ہے نہیں سارے ارمان دختر کے ہی پورے کرنے ہیں۔''وزیر شبیر پاشا نے جواب دیا۔

''ہوں۔''کھڑکی کے پاس کھڑے کھڑے سلطان خیرالدین بادشاہ نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''تم اس کی شادی کی تیاری کرو شبیر پاشا۔ ہر طرح کی ذمہ داری اور ہر چیز دربار سے ملے گی۔اپنی دختر کو سونے جواہرات سے بھردو۔ہم تمہیں یہ نوید سنانا چاہتے ہیں کہ ہم تمہاری دختر کو اپنی ملکہ بنانے کے متمنی ہیں۔''

سلطان خیرالدین بادشاہ کی بات سن کر وزیر شبیر پاشا کی باچھیں کھل گئیں۔ حالانکہ وہ اس بات سے آشنا تھا کہ اس کی دختر اور شہزادہ نصیرالدین ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔لیکن اس نے ان سب باتوں کو بالائے طاق رکھ دیا۔سلطنت کا بادشاہ خود اس سے اس کی دختر کا ہاتھ مانگ رہا تھا۔اس کے تو وارے نیارے ہو جائیں گے۔بھلا اسے اور کیا چاہیے وہ فوراً آگے بڑھا اور سلطان خیرالدین بادشاہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بوسہ دیا۔

''یہ اس بندہ ناچیز پر آپ کا احسان ہے میرے آقا۔''وزیر شبیر پاشا نے خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے کہا۔

''اب دیر مت کرو پاشا فوراً تیاریاں شروع کرو۔ہم چاہتے ہیں کہ کل ہم تمہاری دختر کو اپنی ملکہ بننے کا اعزاز بخشیں۔''سلطان خیرالدین بادشاہ نے شبیر پاشا کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے کہا۔

وزیر شبیر پاشا خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے الٹے قدموں لوٹ گیا۔

یہ بات پوری سلطنت میں آگ کی طرح پھیل گئی کہ سلطان خیرالدین بادشاہ وزیر شبیر پاشا کی دختر کو اپنی اہلیہ اور سلطنت کی ملکہ بنانے والے ہیں۔ جب اس بات کا شہزادے اور ملکہ کو علم ہوا تو دونوں انگشت بدنداں رہ گئے۔

''ایسا کیسے ممکن ہے۔کیسے کر سکتے ہیں بادشاہ یہ سب۔انہیں اپنے پسر کی خوشیاں عزیز نہیں ہیں کیا ؟''ملکہ ناگن کے جیسے پھنکارتے ہوئے بولی۔

اس وقت ملکہ شہزادے کے ساتھ باغیچے میں چہل قدمی کر رہی تھی۔اور ساتھ میں کنیزیں بھی تھیں جب

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اچانک ہی ایک آغا دوڑتا ہوا آیا اور اس نے یہ منحوس خبر سنائی۔

''بابا ٹھیک نہیں کر رہے والدہ۔'' شہزادے نے ماں کی بات کے جواب میں دانت پیستے ہوئے کہا۔

''میں خود ان سے بات کرتی ہوں۔ وہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔'' ملکہ نے شہزادے کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

ملکہ بادشاہ کے کمرۂ خاص کی طرف چل دی جبکہ شہزادہ فوراً اصطبل کی طرف بڑھا اور اپنا گھوڑا نکال کر اس پر سوار ہو کے وزیر شبیر پاشا کے گھر کی طرف چل پڑا۔

☆-----☆-----☆

''میرے آقا!'' سلطان خیرالدین بادشاہ اس وقت اپنے کمرے میں براجمان کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جب آغا کمرے میں داخل ہوا اور اسے مخاطب کیا تو اس نے سوالیہ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''میرے آقا ملکہ تشریف لائی ہیں۔''

آغا کی بات سن کر سلطان خیرالدین بادشاہ نے بھنویں اچکائیں۔ وہ جان چکا تھا کہ جیسے ہی ملکہ کو اس بات کی خبر ہوگی وہ فوراً آ جائے گی۔

''اسے کہو ہم ابھی مصروف ہیں۔'' سلطان خیر الدین بادشاہ نے حکم دیا تو آغا لوٹ گیا۔

آغا نے جب دروازے پر ایستادہ ملکہ کو بادشاہ کا حکم سنایا تو وہ غصے سے جل بھن کر رہ گئی اور اس نے آغا کو ایک طرف دھکیلا اور دروازہ کھولتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اتنی زور سے دروازہ کھلنے کی آواز سن کر بادشاہ اپنی جگہ پر ایستادہ ہو گیا اور ملکہ کو غصے سے پیچ وتاب کھاتے دیکھ کر آنے والے وقت کے لیے مستعد ہو گیا۔

''یہ کیا سن رہی ہوں میں۔ محل کے در و دیوار میں گھومتی گردش کرتی افواہیں دروغ گوئی ثابت ہوں گی میں امید کرتی ہوں۔'' ملکہ نے سلطان خیرالدین بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کیسی افواہیں سنی ہیں آپ نے؟'' سلطان خیرالدین بادشاہ نے ہاتھ پیچھے باندھتے ہوئے کہا۔

''اتنے بھولے مت بنیے۔'' ملکہ غصے سے تقریباً دھاڑی۔

''آپ شاید اس بات کو یکسر فراموش کیے جا رہی ہیں کہ آپ ایک بادشاہ کے دربار میں ایستادہ ہیں۔'' بادشاہ نے ملکہ کو یاد دلاتے ہوئے کہا۔

''اور آپ بھی اس بات کو فراموش کر رہے ہیں کہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آپ کے سامنے اس عظیم سلطنت کی ملکہ ایستادہ ہے۔'' ملکہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''یہ کیسی گستاخی ہے۔تم جانتی ہوکہ کیااس کی سزا کیاہوگی۔تمہیں اپنے الفاظ پرغورکرنے کی ضرور ت ہے۔تمہارے لفظوں سے بغاوت کی بدبوآرہی ہے۔'' سلطان خیرالدین بادشاہ نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''میرے تولفظوں سے بغاوت کی بوآرہی ہے اورآپ تومکمل طور پرباغی ہوچکے ہیں۔'' اب کی بار ملکہ نے نم آلود لہجے میں کہا۔

''تم شایداس دربار کے اصول وضوابط کوپس پشت ڈال رہی ہو۔بادشاہ جس کنیز پرچاہے اپنی چادر پھینک دے۔تم بھی کسی وقت اس محل میں ایک کنیز تھی۔'' بادشاہ نے ملکہ کواس کی اوقات یاددلاتے ہوئے کہا۔

''درست فرمارہے ہیں۔لیکن آپ کی چادرمحل کی چاردیواری سے باہرجاگری ہے۔اورآپ اس بات سے آشناہیں کہ وزیرشبیر پاشا کی دختراورشہزادہ نصیرالدین ایک دوسرے کوچاہتے ہیں۔'' ملکہ نے بادشاہ کویاددہانی کرواتے ہوئے کہا۔

''ہم جانتے ہیں لیکن آپ بھی اس بات کو جان جایئے کہ وہ ایک دوسرے کوچاہتے ہیں۔اورہم اسے کل اپنی اہلیہ بنانے والے ہیں۔اورہم نے اعلان کردیاہے۔یہی نہیں انتظامات شروع ہورہے ہیں۔'' بادشاہ نے ملکہ کے بالکل سامنے کھڑے ہوکر کہا۔

ملکہ نے بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں ۔پہلی باراسے بادشاہ کی آنکھیں خالی دکھائی دیں۔ جن آنکھوں میں کبھی اس کے لیے چاؤتھی۔محبت تھی آج وہ آنکھیں اس کے لیےخالی تھیں۔اس نے پہلے بادشاہوں کے قصے سنے تھے جن میں سب سے زیادہ جواس کے دماغ پرحاوی ہواتھاسلطان سلیمان کاقصہ تھا۔اس نے بھی دوشادیاں کی تھیں۔پہلی اہلیہ سے ایک پسرتھا۔پہلی اہلیہ اس کی خاندانی ملکہ تھی جبکہ دوسری محل کی ایک بدزبان کنیزتھی۔اوراس کنیزنے کس طرح سلطان سلیمان کواپنی محبت کے جال میں پھنسایاتھا۔وہ سب جانتی تھی۔

ملکہ نے حرم سلطان کے کارناموں کوبغورپڑھا تھا۔اوراس بات سے بھی آشناتھی کہ اس نے جوکچھ بھی کیاتھااپنی جگہ ٹھیک ہی کیاتھا۔اس کے ساتھ جو سلوک محل میں روارکھاگیاتھااس کےعوض یہی کچھ کیا جاناچاہیے تھا۔آج بھی ایک ملکہ کے سہاگ کواجا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڑنے کی سعی جارہی تھی اور یہی بات اسے گوارہ نہ تھی۔وہ جانتی تھی کہ باغیوں کا ایک ٹولہ سلطنت کے اندر پھیلتا جارہا ہے۔

ملکہ بادشاہ کے کمرے سے نکلی تو ساتھ چلنے والی کنیز کو حکم دیا کہ وزیر عثمان پاشا کو میرے کمرے میں بھیجو۔پھر خود اپنے کمرے کی طرف چل دی جبکہ کنیز وزیر عثمان پاشا کی تلاش میں محل کی بھول بھلیوں میں کھوگئی۔

☆-----☆-----☆

شہزادہ نصیرالدین جلد ہی وزیر شبیر پاشا کے گھر پہنچ گیا۔وہاں جاکر اس نے جو دیکھا وہ اسے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کرنے کے لیے کافی تھا۔اس کی محبوبہ نے اسے دیکھ کر رخ پھیر لیا تھا۔دوسری طرف وزیر شبیر پاشا دروازے میں آکر ایستادہ ہوگیا تھا۔اس نے شہزادے کا راستہ روک لیا تھا۔

''شہزادے معذرت چاہتا ہوں۔لیکن اب آپ کا اس گھر میں آنا فضول ہے۔کل میری دختر سلطان خیرالدین بادشاہ کی ملکہ بننے جارہی ہے۔آپ کو یہ نوید مل ہی گئی ہوگی۔''وزیر شبیر پاشا نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

''اپنی زبان کو لگام دو شبیر پاشا۔تمہیں یہ بات کہتے ہوئے خجالت محسوس ہونی چاہیے۔تم اچھی طرح سے اس بات سے آشنا ہو کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔''شہزادہ نصیرالدین غصے سے بھر کر بولا۔

''آپ غلطی پر ہیں شہزادے۔دونوں نہیں صرف آپ۔ میری دختر تو آپ کو بالکل نہیں چاہتی۔''وزیر شبیر پاشا نے کہا۔

وزیر شبیر پاشا کی بات سن کر شہزادے کا ماتھا ٹھنکا۔

''تم اپنی دختر سے پوچھو۔''شہزادے نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

شبیر پاشا نے اپنی دختر کی طرف رخ موڑا اور پھیلے ہوئے ہاتھ سکیڑ لیے۔اس کی دختر دروازے میں آکر ایستادہ ہوئی۔

''تم نے سنا کہ تمہارا باپ کیا کہہ رہا ہے؟''شہزادے نصیرالدین نے اسے مخاطب کیا۔

''شہزادے اپنی اوقات میں رہو۔تم اس بات سے بخوبی آشنا ہو کہ کل سے میں سلطنت عالیہ کی ملکہ بننے جارہی ہوں۔مطلب تمہاری سوتیلی ماں۔''وزیر کی دختر نے دانت پیس کر جواب دیا تو شہزادے کا غصے سے برا حال ہوگیا۔

اشتعال کی چڑھتی آندھی زور پکڑ گئی اور دوسرے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہی سے شہزادے نصیرالدین کی شمشیر نے وزیر شبیر پاشا کا سر تن سے جدا کر دیا۔اس کی دختر باپ کی لاش دیکھ کر خوف سے زرد پڑ گئی۔

''اب میں تجھے بتاؤں گا کہ تو کیسے ملکہ بنتی ہے ۔ملکہ بننا تو درکنار تجھے ایسی موت دوں گا کہ تیری رو ح تک کانپ اٹھے گی۔''شہزادے نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا اور گھوڑے پر لے جا کر اپنے آگے بٹھا لیا۔

جلد ہی شہزادے کا گھوڑا سلطنت عالیہ کی حدود سے باہر نکل چکا تھا۔

☆-----☆-----☆

''ملکہ آپ نے یاد فرمایا۔''عثمان پاشا نے پردے کی اوٹ میں ایستادہ ہو کر کہا۔

''عثمان پاشا ہم تمہاری ہر سرگرمی سے باخبر ہیں ۔''ملکہ نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''میں کچھ سمجھا نہیں ملکہ؟''عثمان پاشا نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

''تم باغیوں کے ایک ٹولے کی سربراہی کر رہے ہو جو جلد ہی اس سلطان خیرالدین بادشاہ کی بادشا ہت کا تختہ الٹنے والا ہے۔کیا یہ بات غلط نہیں ہے۔'' ملکہ نے دونوں ہاتھ آپس میں مسلتے ہوئے کہا۔

''آپ نے بجا فرمایا ہے ملکہ۔''عثمان پاشا نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

''کیا اس کی کوئی وضاحت ہے تمہارے پاس؟ ''ملکہ نے پوچھا۔

''ملکہ عوام الناس آقا کے مظالم سے تنگ آ چکے ہیں۔یہی نہیں وزراء پر بھی آقا نے مظالم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے۔آپ کے علم میں ہو گا کہ پر سوں شفاقت پاشا کو نا کردہ گناہ کی پاداش میں پھانسی دلوا دی گئی تھی۔

اس سے قبل آقا نے دربار خاص سے منسلک ایک نہایت ہی بااعتماد وزیر جلال الدین نسوی کا سر قلم کروا دیا۔آخر کب تک ظلم کی اس بھٹی میں ہم لوگ جلتے رہیں گے۔''عثمان پاشا نے وضاحت سے بتایا ۔تو ملکہ کو حیرت ہوئی۔

''کیا جلال الدین نسوی کا سر قلم کروا دیا گیا ہے؟ ''ملکہ نے حیرت سے پوچھا۔

''اس بات کو دو ہفتے بیتنے والے ہیں۔''عثمان پاشا نے بتایا۔

''لیکن ایسا کیوں کر کیا گیا؟''ملکہ نے دوبارہ پوچھا۔

''ان کے مخالفوں نے ان پر الزام عائد کیا تھا کہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وہ باغیوں کے حامی ہیں اوران کی سرپرستی کررہے ہیں۔'' عثمان پاشانے بتایا۔

''اف میرے خدا۔'' ملکہ سرپکڑکررہ گئی۔

''اب آپ ہی بتایئے کب تک ہم لوگ ان مظالم پردم سادھے خاموش رہیں۔'' عثمان پاشانے بےبسی عیاں کرتے ہوئے کہا۔

''تو آگے کالائحہ عمل کیا ہے تمہارا؟'' ملکہ نے ٹودی پوائنٹ بات کی۔

''معذرت چاہتے ہیں ملکہ لیکن ہرکس وناکس شہزادے کواپنابادشاہ بنانے کے متمنی ہیں۔'' عثمان پاشابولاتواس کی بات سن کرملکہ زیرلب مسکرادی۔

''اورتمہارا کیاارادہ ہے؟'' ملکہ کے اس سوال پرعثمان آغاچونکا۔

''میرا بھی وہی ارادہ ہے ملکہ۔'' عثمان پاشانے کہا۔

ملکہ عثمان پاشا کی بات سن کرخوشی سے پھولے نہ سمائی۔رعایااس کے پسر کے حق میں تھی۔وزراء بھی اس کے پسرکواپناسلطان تسلیم کرچکے تھے۔اوراسے جلدازجلدتخت پربراجمان کرنے کے متمنی تھے۔یہی بات ملکہ کے لیےقابل تسکین تھی۔

''عثمان پاشااگربات حقیقت میں یہی ہےتو آج سے میں تمہارے ساتھ ہوں۔جوشخص اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے اس پرسوتن طاری کرے یااپنے پسر کی پسندکوپیروں تلےروندتے ہوئے اس سے خود شادی رچانے کامتمنی ہوجائےتوایسے شخص کے ساتھ نبھا بہت مشکل پڑجاتا ہے۔'' ملکہ نے کہا۔

عثمان پاشا ملکہ کی بات کامطلب سمجھ چکاتھا۔اس نے ملکہ کی بات سےاتفاق کیا۔

''ملکہ آپ خاطرجمع رکھیں ہرکس وناکس آپ کے اورشہزادے نصیرالدین محترم کے ساتھ ہے۔'' عثمان پاشانے ملکہ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

قبل اس کے کہ ملکہ گویاہوتی دروازے پر مستعدایستادہ آغافوراًاندرداخل ہوا۔جسے پریشان حالت میں اندرداخل ہوتے دیکھ کردونوں کی حیرت ہویداہوئی۔

''طلعت آغاکیابات ہے؟'' ملکہ نے اسے اندرداخل ہوتے دیکھ کرپوچھا۔

''ملکہ مداخلت کی معذرت چاہتاہوں۔غضب ہوگیا۔شہزادے نصیرالدین محترم نے وزیرخاص شبیر پاشامحترم کانہ صرف سرقلم کردیابلکہ ان کی دختر کولے کرنجانے کہاں گم ہوں گئے ہیں۔بادشاہ محترم نے انہیں پکڑوانے کے لیے سپہ سالارپوری سلطنت میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پھیلا دیے ہیں لیکن نجانے شہزادے محترم کہاں روپوش ہو گئے ہیں۔ زمین نگل گئی ہے یا آسمان کھا گیا ہے ۔بادشاہ محترم غصے سے بھڑک اٹھے ہیں۔ اور فوراً آپ کو یاد فرمایا ہے۔''

طلعت آغا نے ٹو دی پوائنٹ بات کرتے ہوئے کہا۔اس کی بات سن کر ملکہ سمیت عثمان پاشا بھی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا۔انہیں شہزادے کے اس ردعمل کا قطعاً احساس نہ تھا۔ نہ ہی انہیں شہزادے سے اس سب کی توقع تھی۔حالات اتنی جلدی اتنی کشیدگی اختیار کر جائیں گے انہوں نے تو سوچا بھی نہ تھا۔

''تم جاؤ طلعت آغا میں بھی آتی ہوں۔'' ملکہ نے دائیں ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''طلعت آغا کے جانے کی دیر تھی کہ ملکہ عثمان پاشا کی طرف متوجہ ہوئی۔''عثمان پاشا شاید ہمارا وقت آ گیا ہے۔شہزادے کی جان اب تمہارے ہاتھوں میں ہے۔اس سے قبل کہ بادشاہ کے حامی اس تک پہنچ جائیں تمہیں فوراً شہزادے کی مدد کے لیے پہنچنا چاہیے۔ایسا نہ ہو بادشاہ کے حامی شہزادے کو کسی قسم کا نقصان پہنچائیں۔فوراً جاؤ عثمان پاشا۔''

ملکہ نے حکم صادر کرنے والے لہجے میں کہا تو عثمان پاشا سر تسلیم خم کرتا تقریباً بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔ ملکہ کے پیروں تلے زمین کھسک گئی تھی۔اس منحوس خبر کو سن کے تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کرے تو کیا کرے۔پھر نجانے کیا سوچتے ہوئے وہ سلطان خیرالدین بادشاہ کی طرف چل دی۔

☆-----☆-----☆

شہزادے کا گھوڑا جلد ہی اپنی سلطنت کو پیچھے چھوڑتا ہوا ایک کھلے میدان سے ہوتا ہوا ایک بستی میں داخل ہو گیا۔شبیر پاشا کی دختر چپ چاپ دم سادھے اس کے ساتھ گھوڑے پر براجمان تھی۔وہاں سے نکلنے سے اب تک اس نے کوئی ردعمل اختیار نہ کیا تھا۔نجانے اس کے ذہن میں کیا کھچڑی پک رہی تھی ۔حالانکہ راستے میں ایک دو جگہ سلطان خیرالدین باد شاہ کے حامیوں کو اس نے دیکھا تھا۔

چاہتی تو واویلا کر کے انہیں متوجہ کر کے شہزادے کی گرفت سے بریت حاصل کر سکتی تھی۔لیکن اس نے اس وقت تک کوئی ردعمل اختیار نہ کیا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اپنے باپ کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گھبرا گئی ہو۔ جو بھی تھا اس وقت تک وہ چپ تھی۔

شہزادے کا گھوڑا بستی میں داخل ہوا تو شہزادے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نے اس کی رفتار آہستہ کردی۔ شہزادہ نصیرالدین چہارسونگاہیں دوڑاتا ہوا جارہا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت ہویدا ہوئی کہ بستی کے ہر گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن وہاں کوئی بھی باسی دکھائی نہ دے رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس بستی میں انسانوں کا بسیرہ ہی نہ ہو۔

شہزادے کو حیرت کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی لاحق تھی کہ کہیں بادشاہ کے حامی یہاں تک نہ آن پہنچیں۔ شہزادے نصیرالدین نے جیسے ہی ایک گلی کو کراس کر کے دوسری گلی کی طرف اپنا گھوڑا موڑنا چاہا عین اسی وقت اس کے سامنے ایک بزرگ آ گیا اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے رکنے کو کہا۔

شہزادہ اس کا اشارہ دیکھ کر نہ صرف رک گیا بلکہ گھوڑے سے اتر آیا۔ اتر کر اس نے ایک بار شبیر پاشا کی دختر کو دیکھا لیکن یہ دیکھ کر اس کو اطمینان ہوا کہ وہ پرسکون براجمان تھی۔ اور یہ بھی عیاں تھا کہ وہ اس کے خلاف کوئی ردعمل نہیں کرے گی۔

''تم لوگ جو کوئی بھی ہو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔'' بزرگ نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔

''ہم بہت تھک چکے ہیں۔ لمبے سفر کی تھکان نے چور چور کر دیا ہے۔ اس لیے بھوک کے ساتھ ساتھ تھوڑا آرام کرنے کے متمنی ہیں۔'' شہزادے نے جواب دیا۔

''لیکن تم لوگ اس بستی میں قیام مت کرو یہاں سے آگے نکل جاؤ۔'' بزرگ بولا۔

''کیا آپ اس کی کوئی وجہ بتا سکتے ہیں؟'' شہزادے نے پوچھا۔

''ہاں اس بستی پر ایک دیو کا قہر ٹوٹا ہے۔ وہ گھر دیکھ رہے ہو۔'' بزرگ نے سامنے ایک گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

پوری بستی کے اندر وہی ایک گھر تھا جسے سیمنٹ اور اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ جبکہ باقی سارے گھر گارے مٹی کے بنے ہوئے تھے۔

''اس گھر میں ایک بڑے سے پنجرے میں اسے ابھی مقید کر کے آ رہا ہوں۔ یاد رکھنا اگر وہ اب کی بار دوبارہ آزاد ہو گیا تو تہلکہ برپا کر دے گا۔ اس لیے بہرصورت اس کا مقید رہنا ضروری ہے۔''

''تو آپ نے اسے ختم کیوں نہیں کیا؟'' شہزادے نے اس کی بات سننے کے بعد پوچھا۔

''میرا جتنا علم تھا اس کے مطابق یہی کچھ کر سکا اب جا رہا ہوں اپنے استاد محترم کے پاس ان کی خدمات حاصل کروں گا تب تک اس طرف کوئی نہ جائے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

۔''بزرگ نے مضطرب لہجے میں کہا۔

''آپ خاطر جمع رکھیں۔میں سلطنت مصر کا شہزادہ ہوں۔آپ کے آنے تک ہم اسے نہ رہا کریں گے نہ رہا ہونے دیں گے۔ہم آپ کے آنے تک اسی گھر میں مقیم رہیں گے۔اگر اس نے کچھ اونچ نیچ کی تو (میان میں دبی شمشیر پر ہاتھ مارتے ہوئے)اس کا سرتن سے جدا کر کے پھینک دوں گا۔''شہزادے نے بات پوری کرنے کے بعد شہزادی کی طرف دیکھا۔

شہزادی نے اس کی کسی بات کا کوئی نوٹس نہ لیا تھا بس چپ چاپ دم سادھے گھوڑے پر براجمان تھی۔

''آپ کا سہاگت ہو شہزادے محترم !کیا واقعی میں آپ پہ اعتماد کر کے جا سکتا ہوں۔مجھے خوشی ہو گی اگر واقعی ایسا ہوا تو؟''بزرگ نے بے یقینی سے پوچھا۔

''آپ چنتا مت کیجئے۔بے فکر ہو کے جایئے لیکن سعی کیجئے گا جلدی لوٹنے کی ہمیں بھی آگے نکلنا ہے مگر آپ کے آنے تک یہاں آپ کا انتظار کریں گے۔''شہزادے نے بزرگ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

بزرگ نے اس کی بات سن کر خوشی سے سر تسلیم خم کیا اور جلد ہی دونوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

سلطان خیرالدین بادشاہ اس وقت اپنے کمرۂ خاص میں ایک آرام دہ کرسی پر براجمان آنکھیں موندھے کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا۔پریشانی کی سلوٹیں اس کی پیشانی پر عیاں تھیں۔غم و غصے سے وہ پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

جب ملکہ اندر داخل ہوئی تو اس نے بائیں آنکھ تھوڑی سی کھولی اسے دیکھا اور فوراً موندھ لی۔

''تو آخر تم نے اپنا انتقام لے لیا۔''ملکہ کے اندر داخل ہوتے ساتھ ہی سلطان خیرالدین بادشاہ نے کہا۔

''بادشاہ محترم!آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔''ملکہ نے اپنی صفائی پیش کی۔

''وہ تو میں جان گیا کہ آپ نے کچھ نہیں کیا لیکن جو کچھ اپنے پسر محترم سے کروایا ہے اس کے بارے میں کیا وضاحت ہے آپ کے پاس؟''پہلی بار سلطان خیرالدین بادشاہ نے دونوں آنکھیں پھاڑ کر ملکہ کو دیکھ کر پوچھا۔

''نہ تو میں نے خود کچھ کیا ہے اور نہ ہی اپنے پسر کو کچھ ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔''ملکہ نے دانت

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پیتے ہوئے کہا۔

اس کی بات سن کر سلطان خیرالدین بادشاہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا اور اس کی ٹھوڑی اپنے دائیں ہاتھ سے زور سے پکڑی۔ ''یاد رکھنا تمہارے اس پسر کی موت کا فرمان جاری کیا جا چکا ہے۔ وہ جتنا بھی بھاگ لے۔ جلد ہی پکڑا جائے گا۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے اس کے کیے کی ایسی سزا دوں گا کہ اس کی روح نرگ میں بھی میرے نام سے کانپتی رہے گی۔''

سلطان خیرالدین بادشاہ نے اپنی بات مکمل ہونے کے بعد ملکہ کو پیچھے کی طرف دھکا دیا اور ایک بار پھر آ کر اپنی نشست پر براجمان ہو گیا۔ ملکہ گرتے گرتے بچی۔

''مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ آپ نے کیا فرمان جاری کیا ہے۔ لیکن آپ کو اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ نہ صرف وہ آپ کا لخت جگر ہے بلکہ اس سلطنت کا اگلا حکمران ہے وہ۔'' ملکہ نے بالآخر تمام تر ہمت یکجا کر کے کہا۔

سلطان خیرالدین بادشاہ نے اس کی بات سن کر بھنویں اچکائیں اور اسے بغور دیکھا۔ پھر زیر لب مسکرایا۔

''حکمران اور وہ۔ میرے جیتے جی تو اس سلطنت کی حکمرانی کسی کو نصیب نہیں ہو گی اور میری موت اتنی جلدی لکھی نہیں ہے۔ اس لیے تم بھی اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ جیسے ہی تمہارا پسر ملے گا اسے فوراً ممی بنا کے زندہ تابوت میں لٹا کر بچھو چھوڑ دوں گا اس پر اور تابوت کو بند کروا کے سمندر کی تہوں میں پھینک دوں گا۔ یہی نہیں اس کے ساتھ ایک اور تابوت بھی سمندر کی تہوں میں گرے گا اور وہ تمہارا ہو گا۔'' سلطان خیرالدین بادشاہ نے الفاظ چباتے ہوئے ادا کیے۔

اس کی کسی بات کا ملکہ نے کوئی نوٹس نہ لیا بلکہ مزید کچھ کہے سنے بغیر سلطان خیرالدین بادشاہ کے کمرے سے باہر نکل آئی۔ باہر نکل کر اس نے ایک سکون کا سانس لیا۔ دونوں محافظوں نے ملکہ کی طرف دیکھا لیکن سرعت سے نگاہیں جھکا لیں۔ ملکہ نے راہداری کے دونوں اطراف دیکھا۔ پھر جس طرف سے آئی تھی اس طرف جانے کی بجائے مخالف سمت چل پڑی۔

☆-----☆-----☆

دونوں نے اس مکان کے اندر قدم کیا رکھا گویا دونوں کے قلب سینے سے اچھل کر ان کے قدموں میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آگرے ہوں۔دیونجانے کتنابھیانک ہوگا۔کتنا بڑاہوگا۔پنجرے کا کیاہے ممکن ہے پنجرہ توڑ کے باہر آجائے اوران کی تکہ بوٹی کرکے رکھ دے۔

شہزادے کاگھوڑابھی ہنہنانے لگالیکن شہزادے نے اسے تھپکی دے کراورگردن کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پرسکون رہنے کی تلقین کی۔جلد ہی گھوڑے کودروازے کے پاس ہی لگے بیری کے درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

دونوں اندر کی طرف داخل ہوئے۔شہزادے نے میان سے تلوارنکال کرہاتھ میں تھام لی تھی جبکہ شہزادے خودہی شہزادے کے پیچھے ہولی تھی۔

اندرپہنچ کردونوں نے پہلے جائزہ لیا۔یہ چھوٹا ساگھرتقریباًپانچ مرلے پرمشتمل تھا۔اندربیک پہ دوکمرے ،پھردائیں طرف والے کمرے کے ساتھ شاید کچن تھی۔لیکن کچن کے ساتھ اوپرزینہ چڑھ رہا تھا ۔اورزینے کے نیچے خالی جگہ میں باتھ روم بنایا گیا تھا ۔آخرمیں ایک ڈرائنگ روم تھا۔ٹی وی لاؤنج کے لیے بھی جگہ اچھی خاصی تھی اوراس کے علاوہ باہرصحن کے لیے بھی جگہ نکالی گئی تھی۔پورے گھرکے اوپرلنٹر ڈالاگیا تھا۔

دونوں کی نگاہ اچانک کچن کے ساتھ والے کمرے پرپڑی جس کومقفل کیاگیا تھا۔بزرگ نے جاتے جاتے چابیوں کا گچھاان کے سپردکردیا تھا۔شہزادے نے اطمینان کرنے کے بعدشہزادی کی طرف دیکھا۔

''اس کمرے کی طرف جانے کی حماقت بھی مت کرناوگرنہ اس بستی کے لوگوں کی طرح ہم دونوں کانام ونشان تک مٹ جائے گا۔''شہزادے نے شہزادی کوسمجھاتے ہوئے کہا۔

شہزادی نے اس کی کسی بات کاجواب دینے کی بجائے ٹی وی لاؤنج میں رکھے صوفے پرتقریباًڈھے سی گئی۔اس کی آنکھوں میں خون ہچکولے مارہا تھا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اس کے باپ کاسرقلم ہوا تھا۔جوشخص اس کے ساتھ موجودتھاوہی اس کے باپ کا قاتل تھا۔اس نے دل میں تہیہ کرلیا تھا کہ اسے ایسی موت مارے گی کہ یادرکھے گا۔

شہزادے نے جب دیکھا کہ شہزادی اس کی بات کاکوئی جواب نہیں دینا چاہتی تواس نے بھی مزید بحث ومباحثہ اچھانہ سمجھابلکہ پہلے کمرے کے اندرجا کرسامان کاجائزہ لینے لگا۔

کمرے کےاندرایک ڈبل بیڈلگاہواتھا۔یہی نہیں اعلیٰ قسم کافرنیچربھی موجودتھااوراس کے علاوہ نہایت ہی قیمتی قالین اندربچھاہواتھا۔قالین پورے گھرمیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ایک ہی جیسا موٹی دبیز تہہ والی بچھا ہوا تھا۔ دیواروں پر بڑے بڑے پردے لہرا رہے تھے۔ شہزادے نے باہر نکل کر کچن کا جائزہ لیا تو خوش ہو گیا کیونکہ کچن میں جتنا راشن موجود تھا وہ ان دو کے لیے دو چار مہینے کے لیے کافی تھا۔ ڈرائنگ روم کافی صاف تھا۔ ایک بڑا سا ٹیبل اور آمنے سامنے کرسیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔

یہ گھر اس بستی کے کسی وڈیرے کا گھر تھا۔ جو پوری بستی میں شاید سب سے زیادہ روپے پیسے والا تھا۔ ٹی وی لاؤنج میں کوئی ٹی وی وغیرہ تو نہیں تھا کیونکہ اس وقت تک ایسی کوئی چیز دریافت نہ ہوئی تھی۔ ہاں البتہ دیواروں پر ایسی تصاویر آویزاں تھیں جو کسی تاریخ کو دہرا رہی تھیں۔

شہزادہ آگے بڑھا اور ایک ایک تصویر کو بغور دیکھنے لگا۔ ان تمام تصاویر میں ایک چیز مشترک تھی اور وہ تھا ایک شخص۔ جو ہر تصویر میں دکھائی دیا تھا۔ شاید یہی شخص اس گھر کا مالک بھی تھا۔ ان تصاویر سے کوئی جنگی خاکہ دکھایا گیا تھا۔ کہیں محل کے اندرونی معاملات دکھائے گئے تھے۔ یہی نہیں ایک جگہ بادشاہ کا دربار بھی دکھایا گیا تھا۔ جس کے اندر بادشاہ اپنے تخت پر براجمان دکھایا گیا تھا اور اس کے سامنے لوگوں کا جم غفیر دکھائی گیا تھا۔

اس جم غفیر میں ایک انسان کو آگے دھکیلا جا رہا تھا۔ جبکہ وہ شخص پیچھے ہٹنے کی سعی کر رہا تھا۔ اس سے اگلی ایک تصویر میں اس شخص کو ممی بنایا جا رہا تھا۔ ساتھ ہی ایک تابوت بھی دکھائی دے رہا تھا۔ شاید اس کے اندر اسے بند کرنے کا حکم صادر ہوا تھا۔

اس سے اگلی تصویر میں ممی کو تابوت میں لٹا کر ایک بڑے سے مرتبان سے ایک آدمی اس ممی پر بچھوؤں کی بارش کرتا دکھائی دیا تھا۔ یہ ایسی سزا تھی جو پچھلے زمانوں میں اس وقت دی جاتی تھی جب کوئی شخص ڈائریکٹ بادشاہ سے بغاوت کا اعلان کرتا تھا۔ یا بادشاہ کی نسل میں سے کسی کے ساتھ غداری کرتا تھا۔

آخری تصویر میں اس تابوت سے ایک اونچے پہاڑ سے نیچے گرانے کا منظر دکھایا گیا تھا۔ پہاڑ سے نیچے بہتے سمندر کو بھی دکھایا گیا تھا۔ ایک طرف ڈوبتے سورج کی جھلک بھی دکھائی گئی تھی۔

شہزادہ ان تصاویر کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ یہ تصاویر بنوانے اور اس گھر میں لگوانے کا کوئی مقصد تو نہیں تھا۔ اور اگر کوئی مقصد تھا تو یہ کہ اس شخص کا ضرور بر ضرور اس گھر سے کوئی نہ کوئی تعلق رہا ہو گا۔ اس کے پجھلوں نے موقع پر موجود کسی شخص یا مصور کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔ ممکن ہے گھر کا ہی کوئی ممبر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

موقع پر موجود ہوا وراسی نے سب کچھ بتایا ہو۔ جو بھی تھا ان باتوں کا شہزادے کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

''شہزادی۔'' شہزادے نے صوفے پر نیم دراز شہزادی کو مخاطب کیا تو اس نے نگاہیں اٹھائیں۔

''میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جارہا ہوں تا کہ گھوڑے کے لیے کچھ چارے وغیرہ کا بندوبست کر کے لاؤں تب تک آپ اندر جا کر (کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آرام فرمایئے۔ اور اس بات کی بھی احتیاط کیجئے گا کہ اس کمرے سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے۔''

شہزادی متواتر ہی چپ ہی رہی بس شہزادے کی بات سن کر ہاں میں سر ہلا دیا۔ شہزادہ چپ چاپ بغیر کوئی مزید بات کیے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔ جاتے جاتے بیرونی دروازے کو باہر سے ہی قفل کے گیا۔ باہر والے دروازے کی ایک الگ چابی شہزادے نے نکال کے پاس رکھ لی تھی جبکہ باقی ساری چابیاں ڈیوڑھی کے دروازے کے ساتھ لٹک رہی تھیں۔

شہزادی نے جب اطمینان کر لیا کہ شہزادہ جا چکا ہے تو اس نے سرعت سے صدر دروازے کو اندر سے مقفل کیا اور جلد ہی چابیاں تھام کر اس دروازے کے پاس جا کر ایستادہ ہو گئی جس میں دیو مقید تھا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ لیکن جینے کی خواہش اس کے اندر سے دم توڑ چکی تھی۔ دوسرے ہی سے تالا کھل گیا۔

شہزادی نے ہاتھ میں تھامے ہوئے تالے کو ایک نگاہ دیکھا پھر سرعت سے کمرے کی کنڈی کھولی۔ اب اگلا مرحلہ تھوڑا مشکل تھا۔ ایک دیو جو اس کمرے میں ایک پنجرے کے اندر مقفل تھا۔ اسے آزاد کرنا تھا۔ اس نے دائیں پاؤں کی ٹھوکر دروازے کو لگائی تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

لیکن اندر کا منظر دیکھ کر شہزادی انگشت بدنداں رہ گئی۔ پنجرے کے اندر کوئی دیو نہ تھا بلکہ نہایت ہی خوش شکل نوجوان مقید تھا۔ دروازہ کھلنے پر نوجوان نے دروازے کو دیکھا تھا۔ لیکن شاید اس کے علم میں یہی تھا کہ دروازہ کھولنے والا وہی بزرگ ہوگا۔ مگر ایک نوجوان اور حسین و جمیل دوشیزہ کو سامنے دیکھ کر وہ نوجوان ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو گیا۔

''کیا تم دیو ہو؟'' شہزادی نے اس سے پوچھا۔

''تم کون ہو؟'' اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اس نے الٹا سوال کیا تو شہزادی نے اسے شروع سے اب تک کی ساری بات کہہ سنائی اور یہ بھی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کہا کہ اگر وہ چاہے تو اس کی جان بھی لے لے۔ وہ اسے رہا کرنے آئی ہے۔ لیکن وہ اصل میں اپنے دشمن کو ابدی نیند سلانا چاہتی ہے۔ دیو ہمہ تن گوش ہو کر اس کی بات سنتا رہا۔

جلد ہی شہزادی نے اس کے پنجرے کا دروازہ کھول دیا۔ دیو نے باہر نکلنے کی بجائے شہزادی کو اندر کھینچ لیا۔ پہلے تو شہزادی سہم گئی لیکن جلد ہی دونوں ایک دوسرے میں گھل مل گئے اور ایک سلسلۂ برائی جنم لینے لگا۔

شہزادے کی عدم موجودگی میں شہزادی دیو کے پاس آجاتی اور دیر تک اس کے ساتھ رنگ رلیوں میں مصروف رہتی۔ شہزادے کے ساتھ اس نے ایسا برتاؤ رکھا ہوا تھا کہ شہزادہ یہ سمجھنے لگا تھا کہ شہزادی نے اسے دل سے معاف کر دیا ہے۔ بس وہ بزرگ کے آنے پر یہاں سے چلے جائیں گے۔ لیکن شہزادہ اس بات سے ناآشنا تھا کہ اس کے پس پشت کیا کھیتی بوئی جا رہی ہے۔

ایک دن شہزادی دیو کے پنجرے میں گئی تو دیو مضطرب تھا۔ شہزادی کو تجسس ہوا۔

''کیا بات ہے تم اتنے مضطرب کیوں ہو؟'' شہزادی نے پوچھا۔

''شہزادی میری طاقت اس بڈھے نے ختم کر دی ہے۔ میری طاقت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ میں چند دنوں کا مہمان ہوں۔'' دیو نے جواب دیا۔

''تو اس کا کوئی اوپائے نہیں ہے کیا؟'' شہزادی نے پوچھا۔

''اوپائے ہے لیکن تھوڑا مشکل۔'' دیو نے بتایا

''بتاؤ تو۔'' شہزادی نے استفسار کیا۔

''اس بستی کے آخر میں شہر خموشاں ہے۔ اس کے اندر ایک درخت ہے۔ اس درخت کا نام اوگلی ہے۔ اگر اس کے پتے مل جائیں تو میری طاقت واپس لوٹ آئے گی۔ اور میں شکتی شالی ہو جاؤں گا۔ پھر اس خبیث کو کچا کھا کے ہم دونوں واپس اپنی دنیا میں لوٹ جائیں گے۔'' دیو نے خبیث کے لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''بس اتنا سا کام؟'' شہزادی نے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر کہا۔ جواباً دیو نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

''تو سمجھو ہو گیا۔''

شہزادی نے اس کی طرف دیکھ کر خوشی سے زیر لب مسکرا کر کہا۔

''نہیں شہزادی وہ پرانا اور گھنا قبرستان ہے۔ میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رات تو درکناردن کے وقت بھی کوئی نہیں بھٹکتا اورآپ جیسی نازک اندام لڑکی کااس کے اندر جانے کاتصور بھی نہیں کیاجاسکتا۔آپ بلاوجہ خودکوکسی مصیبت میں نہ ڈال دیجئے گا۔''دیو نے اضطرابیت بھرے لہجے میں کہا۔

''توجناب آپ کوکس نے کہامیں جاؤں گی وہاں۔وہ ہے نہ اپناجوڈوکاغلام۔وہی کرے گاہمارا کام اورہم کریں گے اس کا کام تمام۔''شہزادی نے اب کی بار ہنستے ہوئے کہاتواس کی بات سن کردیو بھی قہقہہ لگاکرہنس دیا۔

☆-----☆-----☆

شہزادی نے شہزادے کوکہا کہ اس کی طبیعت کافی خراب ہے۔اس لیےاوگلی کادرخت جوقبرستانوں میں ہوتاہے اگراس کے پتے مل جائیں تووہ ٹھیک ہوجائے گی۔شہزادہ پہلی تواس کی بات سن کر تھوڑاپریشان ہوالیکن جلدہی اس نے کہاکہ وہ ابھی پتہ کرکےآتاہے۔

گھوڑے کے لیے وہ چارے کابندوبست جہاں سے کرتاتھااس سے آگے ساراقبرستان ہی تھا۔ شہزادی نے اسے اوگلی کے درخت کے پتوں کی شناخت بتائی۔شہزادہ اسی وقت اوگلی کے درخت کے پتے لینے کے لیے قبرستان کی طرف چل دیااورشہزادی دیو کے کمرے میں جاکراس کے پنجرے میں گھس گئی اوراسے یہ نویدسنائی کہ اس نے شہزادے کوپتے لینے کے لیے بھیج دیاہے۔دیواس کی بات سن کربہت خوش ہوا۔

دوسری طرف شہزادہ جیسے ہی قبرستان کے پاس پہنچاتواسے قبرستان کے دروازے پرایک دوشیزہ دکھائی دی۔جس نے اس کاراستہ روک لیا۔اورقبرستا ن میں گھسنے کی وجہ پوچھی۔شہزادے نے جب اسے اپناتعارف کروایااوریہاں آنے کی وجہ بتائی تووہ اس دوشیزہ نے حیرت سےشہزادے کودیکھا۔

''اوگلی کے درخت کے پتے اورآپ کی ہونے والی اہلیہ کوچاہئیں معذرت چاہتی ہوں شہزادے لیکن کیاکوئی وجہ بتاسکتے ہیں؟''اس دوشیزہ نے شہزادے سے پوچھا۔

''ہاں اس کی طبیعت خراب ہے۔اس کاکہنا ہے کہ اگراوگلی کے درخت کے پتے مل جائیں تووہ صحت یاب ہوجائے گی۔''شہزادے نے مختصرجواب دیا۔

''اوگلی کے درخت کے پتے تو آپ کومل جائیں گے لیکن ایک شرط پرشہزادے۔''دوشیزہ نے شہزادے کوتکتے ہوئے کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کیسی شرط؟''شہزادے نے پوچھا۔

''میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔اور جیسے آپ کو میں کہوں گی پلیز آپ ویسا ہی کیجئے گا۔''دوشیزہ نے کہا۔

''تمہارے کہنے کا مطلب کیا ہے؟''شہزادے نے پوچھا۔

''شہزادے آپ کو پس پردہ دھوکہ دیا جارہا ہے۔آپ کو یقین ہے کہ آپ کی ہونے والی اہلیہ آدم زاد ہی ہے؟''اس دوشیزہ نے شہزادے کو بغور تکتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں ہاں لیکن کیوں؟''شہزادے نے پوچھا۔

''شہزادے اوگلی کے پتے آدم زاد نہیں بلکہ جن زاد استعمال کرتے ہیں۔اور یہ پتے اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں۔ جب کسی جن یا دیو کو کوئی اپنا بندی بنالے تو اپنی شکتیاں واپس لینے کے لیے۔'' دوشیزہ کی بات سن کر شہزادہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن رہ گیا۔

اس کے دماغ میں فوراً ساتھ والے کمرے میں مقید دیو کا خیال آیا۔اس کا مطلب ہے شہزادی اس دیو کا ساتھ دے رہی ہے۔

شہزادے نے اس دوشیزہ کو ساری بات بتائی جسے سن کر وہ پہلے تو کافی پریشان ہوگئی لیکن جلد ہی نارمل ہوگئی۔

''شہزادے آپ یہیں رکیں میں ابھی آئی۔'' دوشیزہ کہتے ہوئے قبرستان کے اندر بھاگتی ہوئی گھس گئی۔

جلد ہی وہ لوٹی تو اس کے ہاتھ میں چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں تھیں۔جن پر بالکل ویسے ہی پتے لگے ہوئے تھے جیسے شہزادی نے بتائے تھے۔

''شہزادے یہ پتے ان پتوں کے مشابہ ہیں۔ اس دیو کی کوئی شکتی اس کے پاس نہیں ہے اس لیے کسی طور بھی وہ اس بات کو سمجھ نہیں پائے گا کہ یہ پتے اصلی ہیں یا نقلی۔ان پتوں کے کھاتے ساتھ ہی دیو اپنی موت آپ مرجائے گا اور آپ لوگوں کو اس مصیبت سے نجات مل جائے گی۔''دوشیزہ نے شاخیں شہزادے کو دکھاتے ہوئے کہا۔

''لیکن شہزادی اس کا ساتھ کیوں دے رہی ہے؟''شہزادہ سوچ میں پڑ گیا اور منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔اس کی بڑبڑاہٹ دوشیزہ نے سن لی تھی۔

''وہ آپ سے انتقام لینا چاہتی ہے شہزادے۔ اپنے باپ کی موت کا انتقام۔''دوشیزہ بولی تو شہزادہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوگیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اس نے اس دوشیزہ کو پچھلے کسی واقعے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ پھر اسے کیسے معلوم پڑ گیا کہ اس نے شہزادی کے باپ کا خون کیا ہے۔

''شہزادے فی الحال یہ وقت سوچنے کا نہیں کچھ کرنے کا ہے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میں بھی آپ کے ساتھ آؤں گی۔''

دوشیزہ کی بات سن کر شہزادے نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور دوشیزہ اس کے پیچھے چڑھ کر بیٹھ گئی۔ شاخیں ابھی تک اسی نے تھامی ہوئی تھیں۔

جس گھر میں شہزادے اور شہزادی نے قیام کیا ہوا تھا اس کے بیرونی دروازے کے پاس گھوڑا روکا گیا۔ شہزادہ اور وہ لڑکی اتر آئے۔

''شہزادے آپ گھوڑے کو اندر مت لے جایئے بلکہ شہزادی پر یہ ظاہر کیجئے گا کہ آپ گھوڑے کے لیے مزید چارہ لینے جا رہے ہیں۔ اور تھوڑی دیر لگ جائے گی آپ تاکہ وہ بے فکر ہو کے اپنا کام کر سکے۔'' دوشیزہ نے شہزادے کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

شہزادہ بیرونی دروازہ کھول کر گھوڑے کی لگامیں اسے تھما کے خود اندر چلا گیا۔ گھوڑے کی چاپوں کی بازگشت سن کر شہزادی دروازے میں آ کر ایستادہ ہو گئی تھی۔ اور پھر جب اس نے شہزادے کے ہاتھ میں شاخیں دیکھیں تو خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ بھاگتی ہوئی آئی اور شہزادے کے گلے لگ گئی۔

''آپ بہت اچھے ہیں شہزادے۔'' شہزادی نے اس سے لپٹتے ہوئے کہا۔

''شہزادی آپ یہ شاخیں پکڑیں۔ میں نے قبرستان کے ساتھ ہی کچھ سبزہ دیکھا ہے۔ میرا ارادہ ہے تھوڑی دیر کے لیے گھوڑے کو وہاں لے جا کر تازہ چارہ کھلاؤں۔'' شہزادے نے شہزادی کو خود سے جدا کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' شہزادی نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

''اپنا خیال رکھنا اور اندر سے دروازہ مقفل کر لینا مجھے دیر بھی ہو سکتی ہے۔'' شہزادے نے اس کے گال کو سہلاتے ہوئے کہا اور شہزادی سرعت سے اندر داخل ہو گئی اور دروازے کو اسی وقت مقفل کر لیا۔

''گھوڑے کے ساتھ ساتھ خود بھی چارہ کھا کر آنا شہزادے کیونکہ آج کے بعد چارہ کھانا نصیب نہیں ہو گا آپ کو۔'' شہزادی نے دروازہ بند کر کے دروازے کے پاس ایستادہ ہو کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

فوراً دیو کے کمرے کی طرف لپکی۔

اس نے سرعت سے دیو کا کمرہ کھولا اور اس کے پنجرے میں داخل ہوگئی۔ دیو شہزادی کے ہاتھوں میں شاخیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے چمک اٹھی تھیں۔ شاید اسے بے یقینی تھی۔

''ارے واہ تمہارے اس غلام نے تو وہ کر دیا جس کی اس سے امید بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔'' دیو نے شہزادی کے ہاتھ سے شاخیں پکڑ کر انہیں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف دوڑتا ہے۔ اس کی موت آئی ہے تو یہ مجھے تمہارے پاس یہاں لے آیا ہے۔ اب ہم لوگ اسے ابدی نیند سلا کر اس کے باپ کو جا کر ابدی نیند سلائیں گے۔ اس کے بعد سلطنت مصر کی حکمرانی ہماری ہوگی۔ ہمارے دن رات رنگین ہوں گے۔'' شہزادی نے دیو کے گلے میں بانہیں حمائل کرتے ہوئے کہا۔

پھر دیو نے اسے خود سے جدا کیا اور شاخوں سے پتے توڑ توڑ کر کھانے لگا۔ شہزادی اسے بغور دیکھے جا رہی تھی۔ دیو اتنی سرعت سے پتے کھا رہا تھا کہ اس نے پلک جھپکتے میں ایک شاخ خالی کر دی اور جیسے ہی دوسری شاخ کی طرف ہاتھ بڑھایا اس کے پیٹ میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوگیا۔

''شہزادی۔'' دیو نے غصے سے کانپتے ہوئے شہزادی کو پکارا تو شہزادی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

''دھوکہ''

دیو نے مختصر جواب دیا۔ جو شہزادی کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

''کیا ہوا تمہیں۔ یہ تمہاری رنگ پیلی کیوں پڑ رہی ہے؟'' شہزادی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ابھی شہزادی کے الفاظ منہ میں تھے کہ دیو کے جسم سے دھواں نکلنا شروع ہوگیا شہزادی نے پنجرے سے نکل کر بھاگنا چاہا لیکن دیو نے اسے پکڑ لیا۔

''کیوں کیا تم نے ایسا۔ کیوں دیا مجھے دھوکہ ؟'' دیو نے غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

''میں نے کوئی دھوکہ نہیں دیا تمہیں۔'' شہزادی نے لرزتے ہوئے جواب دیا۔

دیو کے جسم سے نکلنے والے دھوئیں میں تیزی آ گئی تھی۔ شہزادی دھوئیں کی وجہ سے کھانسے جا رہی تھی۔ وہ دیو کی گرفت سے خود کو بچانے کے لیے ہاتھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پاؤں مار رہی تھی۔

''شہزادے۔شہزادے خدارا مجھے بچالو شہزادے۔'' جب شہزادی نے دیکھا کہ دیو اس کو چھوڑنے والا نہیں ہے تو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی شہزادے کو پکارا۔

''اب یہاں کوئی نہیں آئے گا۔میرے ساتھ تمہیں بھی جل کر بھسم ہونا ہوگا۔'' دیو غصے سے بولا اور اس نے شہزادی کو بانہوں میں بھر لیا۔

عین اسے لمحے دھوئیں نے آگ کی شکل اختیار کر لی۔دیو کے ساتھ ساتھ شہزادی کی سماعت شکن چیخیں بھی گونج رہی تھیں۔شہزادی خود کو دیو کی گرفت سے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔کئی بار تو اس کے چہرے پر اپنے ناخن بھی مارے لیکن سب کچھ بے سود ثابت ہو رہا تھا۔اور پھر ایک دم آگ بھڑک اٹھی۔اور پلک جھپکتے میں دونوں کے شریر بری طرح سے آگ کی لپیٹ میں آ گئے۔

شہزادہ اور دوشیزہ دونوں باہر ایستادہ تھے۔کہ ان کی سماعت سے شہزادی کے چیخنے اور دیو کے غرانے کی بازگشت ٹکرائی۔شہزادی اسے مدد کے لیے پکار رہی تھی۔شہزادہ اس کی مدد کے لیے جانا چاہتا تھا لیکن اس دوشیزہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور انکار میں سر ہلایا۔

جلد ہی دونوں کی چیخیں ختم ہو گئیں۔اور پورے گھر کو انہوں نے دھوئیں کی لپیٹ میں دیکھا۔

''میں تمہارا مشکور ہوں دوشیزہ! لیکن کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ تم کون ہو؟'' شہزادے نے دوشیزہ کا ہاتھ تھام کر پوچھا۔

''شہزادے میں ایک پری زاد ہوں آپ کو قبرستان کی طرف آتا دیکھا۔اس وقت میں وہیں اوپر ایک درخت پر براجمان تھی۔سرعت سے نیچے اتر آئی اور جب آپ نے ساری بات بتائی تو سمجھ گئی کہ آپ کو مورکھ بنایا جا رہا ہے۔'' دوشیزہ نے بتایا۔

شہزادہ اس کی بات سن کر حیران و ششدر رہ گیا۔'' کیا تم واقعی پری زاد ہو؟''

شہزادے نے بے یقینی سے اسے تکتے ہوئے پوچھا۔تو اس نے جواب میں سر ہلا کر شہزادے کی بات کا جواب دیا۔

ابھی انہیں گفتگو کرتے تھوڑے ہی دیر ہوئی ہوگی کہ ان دونوں کا شاہی فوج نے گھیرے میں لے لیا۔

''شہزادے۔'' اچانک شہزادے کو اپنے عقب سے آواز آئی اس نے مڑ کر دیکھا تو خوشی سے جھوم اٹھا۔

☆.....☆.....☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سلطان خیرالدین بادشاہ کے محل کو باغیوں نے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا۔شاہی فوج نے ان کا راستہ روکنا چاہا لیکن باغیوں کے ہجوم کربلا کے سامنے شاہی فوج نہ ٹک پائی اور جلد باغی محل کے اندر گھس آئے۔

سلطان خیرالدین بادشاہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اسے کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔اس نے فوراً تلوار اٹھائی اور ابھی باہر نکلنے ہی والا تھا کہ باغیوں نے اسے اس کے کمرے میں ہی دبوچ لیا۔ اس سے شمشیر چھین لی گئی اور اسے پکڑ کر باہر کھلے میدان میں لایا گیا۔

ملکہ جو اس وقت شاہی حمام سے ہو کر واپس آ رہی تھیں۔محل کے اندر کھلبلی مچی دیکھ کر دنگ رہ گئیں ۔ جلد ہی انہیں خبر مل گئی کہ باغیوں نے محل کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے اور سلطان خیرالدین بادشاہ کو بھی پکڑ کر لے گئے ہیں۔ملکہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ۔ابھی وہ اپنی جگہ پر ایستادہ تھے کہ باغیوں کا ایک ٹولہ ان کے پاس آن پہنچا۔

ملکہ نے تھوک نگلتے ہوئے ان کی طرف دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہ بول پائی۔یوں لگ رہا تھا جیسے ان کی زبان گنگ ہوگئی ہو۔ملکہ نے بارہا بولنے کی سعی کی لیکن بے سود۔

''ملکہ محترمہ۔'' باغیوں میں سے ایک نے ملکہ کو مخاطب کیا اور سر تسلیم خم کیا تو اس کے ساتھ اس کے ساتھیوں نے بھی سر تسلیم خم کیا۔

شاید یہ باغیوں کے اس ٹولے یا پھر سب باغیوں کا بڑا سرغنہ لیڈر تھا۔اس کے ہاتھ میں بادشاہ سلامت کا تاج اور میان سمیت شمشیر تھی۔

''یہ سب کیا ہے ؟'' بالآخر ملکہ نے تمام تر ہمت کو یکجا کر کے پوچھا۔

''ملکہ محترمہ!عوام الناس اور دربار کے اندر سلطان خیرالدین بادشاہ کے ظلم کے خلاف یہ کاروائی ایک مجبوری بن گئی تھی۔سلطان خیرالدین بادشاہ کا ظلم انتہا کو چھو چکا تھا۔اگر آپ کو کسی بات سے اعتراض ہے بھی تو اب اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

سلطان خیرالدین بادشاہ محترم ہمارے قبضے میں ہیں۔اور جلد ہی انہیں ان کے کرموں کی سزا مل جائے گی۔آپ کو اس سلطنت کے وزیراعظم کی نشست کے لیے چنا گیا ہے جبکہ وزیر خاص عثمان پاشا شہزادے نصیرالدین محترم کی تلاش میں نکل چکے ہیں۔ان کے ساتھ ان کا لشکر عظیم بھی ہے جو ہر طرح کے مصائب ومشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔جلد ہی شہزادے محترم ہمارے درمیان ہوں گے اور ہم انہیں تاج اور شاہی لباس پہنا کر تخت پر بٹھادیں گے۔

تب تک آپ سے التماس ہے کہ حرم اور محل کے دوسرے انتظامات کا جائزہ لیں۔اب سب کچھ آپ کے کنٹرول میں ہے۔محل کے اندر کسی قسم کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو فوراً اطلاع کیجئے۔''

تاج تھامے اس باغی نے جب وضاحت سے سب کچھ بتایا تو ملکہ خوشی سے پھولے نہ سمائی۔اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کا پسر عظیم اس سلطنت کا بادشاہ بن چکا ہے۔سلطان خیرالدین بادشاہ کے شر سے عوام الناس سمیت ان دونوں کو بھی نجات مل چکی ہے۔ملکہ کے لبوں پر اسی سمے دعا جاری ہوگئی۔

''اے خالق و مالک!میرے لخت جگر کی حفاظت فرمانا۔''

اچانک محل کے اندر اور باہر مجتمع باغیوں نے نعرے بازی شروع کردی تو ملکہ سمیت وہاں موجود سب باغی بھی بالکونی کی طرف دوڑے۔بالکونی میں پہنچ کر باہر کا منظر دیکھ کر سب کے لبوں پر مسکراہٹ جلوہ گر ہوگئی۔

☆.....☆.....☆

''عثمان پاشا۔''شہزادے نے عثمان پاشا کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

عثمان پاشا گھوڑے سے اتر کر آئے اور شہزادے نصیرالدین کے گلے لگ گئے۔دونوں علیحدہ ہوئے تو عثمان پاشا نے پری زاد کے بارے میں پوچھا تو شہزادے نے شروع سے اب تک کی ساری روداد کہہ سنائی بس ایک بات چھپالی اور وہ یہ کہ ان کے سامنے موجود دوشیزہ پری زاد ہے۔

عثمان پاشا نے شہزادے کو سلطنت کے معاملات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ اب تک باغی محل اور سلطان خیرالدین بادشاہ کو دبوچ چکے ہوں گے۔

شہزادے نصیرالدین نے آخری بار اس دھواں بھرے مکان کی طرف دیکھا جس میں اس کا پیار جھلس کر اپنی موت آپ مر گیا تھا۔پھر وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور اس نے اپنے آگے پری زاد کو بٹھالیا۔جلد ہی یہ قافلہ سلطنت مصر میں پہنچ گیا۔

محل کے پاس پہنچنے کی دیر کہ شہزادہ اگلا منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔محل کے اندر اور باہر باغی بھرے ہوئے تھے۔شاہی فوج ایک طرف ایستادہ تھی۔ظالم اور جابر سلطان خیرالدین بادشاہ کو باغیوں نے دبوچ رکھا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سلطان خیرالدین بادشاہ نے اپنے پسر اور سلطنت کے نئے حکمران سلطان نصیرالدین بادشاہ کی طرف ترحم آمیز نگاہوں سے دیکھا لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ شہزادے کے حکم پر سب باغیوں کو محل سے باہر نکلنا پڑا۔ سلطان خیرالدین بادشاہ کو زندان میں ڈال دیا گیا۔

سلطنت کے سارے انتظامات خود سلطان نصیر الدین بادشاہ نے سنبھال لیے۔ دوسری طرف ملکہ اور سلطان نصیرالدین بادشاہ کی مشاورت سے وزیر خاص عثمان پاشا کو سلطنت عالیہ کا وزیراعظم مقرر کر دیا گیا جبکہ ملکہ نے حرم کے انتظامات خود سنبھال لیے۔ ملکہ کے لیے تو سب سے خوشی کا مقام یہ تھا کہ اس نے والدہ سلطان کا لقب حاصل کر لیا تھا جو وقت کے نامور سلطان، سلطان سلیمان کی اہلیہ خاص حرم سلطان بھی نہ پا سکی تھی۔ حرم سلطان جس کا مصر کی تاریخ میں ایک نام ہے۔ جہاں سلطان سلیمان کا نام آتا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی حُرم سلطان کا نام بھی آتا ہے۔

سلطان سلیمان کی پہلی اہلیہ ماہِ دورا سلطان کو تو شاذونادر ہی جانا جاتا ہے۔ اپنی حیات میں تو حرم سلطان کے لیے والدہ سلطان بننا ایک سپنا ہی رہا تھا ۔لیکن اس کی موت کے بعد اس کے پسر شہزادے سلیم نے سلطنت کے انتظامات سنبھال لیے تھے۔

لیکن یہاں سب کچھ آناً فاناً ہی بدل گیا تھا۔ شہزادے نصیرالدین نے جیسے ہی تخت و تاج سنبھالا تھا ملکہ کو والدہ سلطان کا لقب مل گیا تھا۔

☆-----☆-----☆

کہتے ہیں کہ دوسرے مصر بادشاہوں کی طرح سلطان نصیرالدین بادشاہ نے بھی عین اسی طرح جیسے سلطان سلیمان نے اپنے پسر شہزادہ مصطفیٰ اور اپنے دو بہنوئی پھانسی لگوائے تھے۔ بالکل اسی طرح سلطان نصیرالدین بادشاہ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے باپ کو جلادوں سے گلے میں پھندا ڈلوا کر مروا دیا تھا ۔سلطان خیرالدین بادشاہ کے حامیوں کا قلع قمع کر دیا گیا تھا۔

یوں مصر کی تاریخ میں ایک نام سلطان نصیرالدین بادشاہ کا بھی لکھا گیا جس کا دور حکومت فتوحات کی کئی ابواب سے پر ہے۔ شہزادہ نصیرالدین بادشاہ کی شکل وصورت سلطان سلیمان بادشاہ سے بہت ملتی جلتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سلطنت کے بعض پرانے لوگ اسے ثانی سلطان سلیمان کے نام سے بھی پکارا کرتے تھے۔

☆-----☆-----☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

قبر کا خوف

فلک زاہد.....لاہور

ذاکر خان شروع سے ہی اوپن مائند ثابت ہوا تھا۔اس نے زندگی میں شاید ہی کبھی رب کعبہ کے حضور سجدہ گیری کی ہو۔ باوجود اس کے اس خالقِ کائنات نے اسے گلشہ بی بی جیسی عظیم خاتون کو اس کی منکوحہ بنایا۔گلشہ بی بی کا تعلق ایک دین دار فیملی سے تھا۔گلشہ بی بی کے والد نے درس نظامی مکمل کیا تھا۔دین سے رغبت کی بدولت انہوں نے اپنی ساری اولاد کو دینی تعلیم دلوائی۔خود گلشہ بی بی نے بھی درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔

گلشہ بی بی کی خواہش تھی کہ ذاکر خان بھی اپنی مصروفیات میں سے اپنے رب کے لیے وقت نکالے۔زیادہ نہیں تو کم از کم پانچ وقت کی نماز کی پابندی کرے لیکن ذاکر خان کے تو جیسے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی تھی۔ذاکر خان کو خالق کائنات نے گلشہ بی بی سے دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔سب سے بڑی بیٹی عفت اور اس سے چھوٹی عصمت تھی۔جبکہ ان سب سے چھوٹا ذیشان ذاکر تھا۔

ذاکر خان بیٹیوں کی نسبت بیٹے پر زیادہ توجہ دیتا تھا۔گلشہ بی بی کی خواہش تھی کہ ذیشان بھی دینی تعلیم حاصل کرے لیکن مجال ہے ذاکر خان اس کی کوئی بات مانتا۔لیکن یہ بھی شکر تھا کہ ذاکر خان نے گلشہ بی بی کو بیٹیوں کو دینی تعلیم دلوانے کی اجازت دے دی۔وقت پر لگا کے گزرتا چلا گیا اور ذیشان کو سکول میں داخل کروانے کا وقت آ گیا۔

ذاکر خان نے بیٹے کو ایک پرائیویٹ انگلش میڈیم سکول میں داخل کروایا اور وہیں اسے ہاسٹل میں سیٹل کروا دیا۔اس بات پر گلشہ بی بی نے تھوڑا اعتراض کیا لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کے خاوند کی ہٹ دھرمی کے آگے اس کی کوئی نہیں چلنے والی۔چار و نا چار اس نے چپ سادھ لی۔عفت اور عصمت دونوں نے دینی اور دنیاوی تعلیم سیکھنی شروع کر دی تھی۔دونوں نے اکٹھے ہی حفظ کیا۔

دوسری طرف ذیشان نے پرائمری ایجوکیشن مکمل کی تو ذاکر خان نے اسے شہر کے ایک مشہور سکول میں داخلہ لے دیا۔مڈل تک پہنچتے پہنچتے ذیشان نے انگریزی بولنی شروع کر دی تھی۔ذاکر خان اس بات سے بہت خوش تھا۔لیکن گلشہ بی بی بہت افسردہ رہتی تھی کیونکہ ذاکر خان نے بیٹے کو جس سکول میں ایڈمیشن لے کر دیا تھا۔وہاں دینی تعلیم کا نام و نشان

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تک نہ تھا۔اس سکول میں مکمل مغربی طورطریقے سکھائے جاتے تھے۔

اگر کبھی فیملی میں یا کہیں بھی کوئی فوتگی یا کوئی مسئلہ درپیش آجاتا تو ذاکر خان بیٹے کو نہ لے جاتا۔اس نے گلشہ بی بی کو بھی سختی سے منع کر دیا کہ ذیشان کو کسی بھی فوتگی یا ایسی جگہ نہ لے جایا جائے جہاں غم کی ہوا سایہ فگن ہو۔

ایک وقت وہ بھی آیا جب گلشہ بی بی کی والدہ ذیشان کی نانی جان اللہ کو پیاری ہوگئیں لیکن ذاکر خان نے بیٹے کو سکول سے چھٹی نہ کروائی۔نہ ہی اس تک یہ خبر پہنچنے دی کہ اس کی نانی جان دنیا فانی سے کوچ کر گئی ہیں۔گلشہ بی بی کو اپنے خاوند کے اس ردعمل پر بہت افسوس ہوا لیکن وہ سوائے رونے دھونے کے کیا کر سکتی تھی۔وہ اپنے خاوند پر بس افسوس ہی کر سکتی تھی جس نے اس کے بیٹے کو نانی کا آخری دیدار تک نہ کرنے دیا تھا۔

وقت گزرتا رہا اور ذیشان نے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کرلیا۔دوسری طرف عفت اور عصمت دونوں نے بالترتیب فرسٹ ایئر اور سیکنڈ ایئر نہ صرف اچھے نمبروں سے پاس کی بلکہ درس نظامی کے عالمہ کے امتحانات میں بھی ان کی پوزیشن اچھی رہی۔

ذاکر خان کے پاس پیسے کی ریل پیل تھی۔دونوں بیٹیوں نے اپنی ماں سے استدعا کی کہ انہیں مدرسے میں معلم کی جاب کی اجازت لے کر دیں۔جب گلشہ بی بی نے ذاکر خان سے اس بارے میں بات کی تو اس نے حیرت سے اپنی اہلیہ کو گھورا۔

''یہ تم اپنی بیٹیوں کو کیا سکھا رہی ہو؟'' ذاکر خان نے بغور گلشہ بی بی کو دیکھتے ہوئے پوچھے۔

''انہیں اندر قید رکھنے کی بجائے باہر گھومنے پھرنے کی اجازت دو۔تاکہ وہ ماحول کے ساتھ مطابقت اختیار کریں۔انہیں باہر کے ماحول سے آشنائی ہو۔آخر کو انہیں ایک دن اپنے پیا گھر جانا ہے۔تم ہو کہ انہیں قید خانے میں مقید کیے ہوئے ہو۔''

ذاکر خان کی بات پر گلشہ خاتون نے خاوند کو حیرت بھری آنکھوں سے دیکھا اور بولی:''ایسی باتیں نہ کیا کریں۔یہ قید نہیں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ اپنی بیٹیوں کو چار دیواری کے اندر عزت سے رکھیں۔تاکہ کل کو انہیں شرمساری نہ اٹھانی پڑی۔آپ ان کے والد ہیں۔یہ حق دراصل آپ کا بنتا ہے لیکن آپ ہیں کہ الٹا ایسی باتیں کیے جا رہے ہیں۔''

''فار گاڈ سیک یار۔'' ذاکر خان سر جھٹک کر رہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

گیا۔

''قید میں رہ رہ کے یہ اپنی پرچھائیوں سے بھی خوف کھانے لگیں گی۔ دیکھو میرے بیٹے کو کتنی آزادی دی ہوئی ہے اسے۔ اس کا جو من چاہے وہی کرتا ہے۔ ہمارے پاس کس چیز کی کمی ہے۔ چار دن کی تو زندگانی ہے۔ انہیں بھی انجوائے کرنے دو اور خود بھی یہ پردے اتارو اور انجوائے کیا کرو۔''

گلشہ بی بی نے خاوند کی بات سن کر آنکھیں موند لیں اور ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ پھر خاوند کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔

''کبھی سوچنا بھی مت کہ میں اپنی بچیوں کو اپنے ہاتھوں سے دوزخ میں ڈالوں گی۔''

''اچھا یار بتاؤ کیا کام ہے؟'' ذاکر خان نے تنگ آ کر پوچھا۔

''عفت اور عصمت کی خواہش ہے کہ وہ مدرسے میں پڑھانا چاہتی ہیں۔ اس کے لیے آپ سے اجازت لینا چاہتی تھی۔'' گلشہ بی بی نے پہلی بار خاوند کو بھرپور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

گلشہ بی بی کی بات سن کر ذاکر خان نے عجیب نظروں سے اسے گھورا۔ اس کے گھورنے کے اس انداز پر گلشہ بی بی کو قطعاً حیرت نہ ہوئی کیونکہ وہ پہلے سے ہی جانتی تھی کہ ذاکر خان اس کی بات کا کیا جواب دے گا۔

''انکار مت کرنا کیونکہ انہوں نے کچھ غلط نہیں کہا۔ انہوں نے دینی تعلیم حاصل کی ہے۔ اور وہ اس علم کو دوسروں تک پہنچانا چاہتی ہیں۔''

''بس یہی کمی رہ گئی تھی کیا؟'' ذاکر خان نے تقریباً چڑھ کر کہا۔

''تم نے اپنی بیٹیوں کو اپنے ہی رنگ میں رنگ دیا ہے۔ مجھے تو ان کا مستقبل تاریک ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ جب کسی کو پتہ چلے گا کہ ہماری بیٹیاں عالمہ ہیں اور باپردہ ہیں تو پتہ نہیں کوئی ان سے شادی کے لیے رضامند بھی ہوگا یا نہیں۔ جانتی ہو آج کا معاشرہ ایسا ہے کہ عورت کے پردے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وقت کے ساتھ تبدیل ہونا انسانی فطرت ہے لیکن تم نے تو وہی پرانے رسم ورواج برقرار رکھے ہوئے ہیں۔''

''آپ اس بات کی چنتا مت کیجئے۔'' گلشہ بی بی نے جواب دیا۔

''میری بیٹیاں اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر تگ ودو کر رہی ہیں۔ وہی خالق مسبب الاسباب ہے۔ ان کے لیے کوئی سبب بھی بنا دے گا۔ آپ اپنے بیٹے کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چنتا کیجئے اوراس کے لیے کسی مغربی عورت کا رشتہ تلاش کیجئے جوآپ کے اورآپ کے ماحول کے حساب سے پرفیکٹ ہو۔''

گلشہ بی بی کی بات پرذاکرخان نے اسے کھا جانے والی آنکھوں سے گھورالیکن جلد ہی اس نے اپنی کیفیت پرقابو پالیا۔

''ایک دن تم خودکہوگی کہ میرا ہرفیصلہ اچھا تھا۔ اورتم نے اپنی دونوں بیٹیوں کی زندگی تباہ کردی ہے۔''ذاکرخان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''جاؤاور بتادومیری بیٹیوں کوکہ میں اتناظالم نہیں ہوں کہ ان کی کسی بات کوٹھکرادوں۔اگران کی خواہش معلّمہ بننے کی ہےتومیرے لیے باعث فخربات ہے۔''

گلشہ خاتون مزید کچھ کہے سنے بناوہاں سےواپس لوٹ آئی۔جب کہ ذاکرخان دیرتک اپنی اہلیہ کی باتوں پرغورکرتارہا۔

☆-----☆-----☆

ذیشان نے ایف ایس سی میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی توذاکرخان نے اسے یورپ کنٹری ایم بی بی ایس کرنے کے لیے تیارکرناشروع کردیا۔گلشہ بی بی نے ذاکرخان سے کہاکہ اپنے ملک کے اندربھی یہ سب کچھ ہوسکتا ہےلیکن وہی بات کہ ماحول کے مطابق اپنے بچےکوپروان چڑھانا ان کی دلی خواہش ہے۔

ذیشان اپنی ماں کی نسبت اپنے باپ سے زیادہ پیارکرتا تھا۔شایداس لیےکہ وہ اس کے ہرچاؤچونچلے کے سامنے سرتسلیم خم کرتا تھا۔وقت کے ساتھ ساتھ ذیشان کی طبیعت میں بگاڑپیداہوناشروع ہوگیا تھا۔جب اسے اپنے باپ کی بات کاپتہ چلاکہ وہ اسے یورپ کنٹری بھیجنے کے متمنی ہیں تووہ ہواؤں میں اڑنے لگااورپھرجلد ہی ذاکرخان نے اپنے بیٹےکوڈاکٹر بننے کے لیے یورپ کنٹری بھیج دیا۔جہاں ذیشان نے جاتے ساتھ ہی وہاں کےطورطریقے اپنالیے۔اس کی حرکات وسکنات دیکھ کرکوئی بھی اندازہ نہیں لگاسکتاتھاکہ وہ ایک مسلمان گھرانے میں جنم لینے والامسلمان ہے۔

وقت پرلگاکےگزرتا چلاگیااورذیشان نے ایم بی بی ایس مکمل کرنے کے بعدمیڈیکل سپیشلٹ کمپلیٹ کیااورجلد ہی وطن واپس آگیا۔یہ وقت اتنی تیزی سےگزرگیاکہ پتہ ہی نہ چلا۔اس عرصے کےدوران عفت اورعصمت دونوں کے اچھےگھروں میں رشتے ہوگئے۔دونوں اپنے اپنے گھروں میں جابسیں۔گلشہ بی بی خدائے بزرگ وبرترکاشکربجا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لاتے نہ تھکتی کہ جس نے اتنے اچھے سبب بنا دیئے کہ اس کی دونوں بیٹیاں اپنے سسرال میں خوش تھیں۔ وگرنہ ذاکر خان کے طعنے ساری زندگی اس کی جان نہ چھوڑتے۔

ذیشان نے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں جاب شروع کر دی تھی۔ابھی اسے جاب شروع کیے دو ماہ سے زیادہ عرصہ نہ بیتا ہوگا کہ ایک دن ذاکر خان کو دل کا دورہ پڑا۔جو جان لیوا ثابت ہوا اور ذاکر خان آن کی آن میں لقمۂ اجل ہو گئے۔ذیشان کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو وہ فوراً گھر پہنچا۔اس کی دونوں بہنیں بھی اس سے قبل گھر پہنچ چکی تھی۔خوشیوں بھرا گھرانہ ماتم کدہ بن چکا تھا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔زندگی میں پہلی بار اس کا دکھ سے پالا پڑا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ دھواں دھار روئے یا پھر چپ رہے۔جب وہ اپنی ماں اور بہنوں کی طرف دیکھتا تو اس کا دل موم کی طرح پگھل کر رہ جاتا۔ بالآخر وہ اپنی کیفیت پر قابو پانے میں ناکام ہوا اور اس نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔

جس باپ نے اسے بے پناہ محبت دی تھی۔آج وہ اسے تنہا چھوڑ گیا تھا۔بہت بڑی ذمہ داری اس کے سر پر ڈال گیا تھا۔اس باپ نے تو کبھی اسے غم کی ہوا تک نہ لگنے دی تھی لیکن آج وہ خود اسے ایک بہت بڑا گھاؤ دے گیا تھا۔کتنی ہی دیر تک ذیشان بلک بلک کر باپ کے سرہانے بیٹھ کر روتا رہا۔باپ کا سر گود میں رکھ کر وہ اسے پکارتا رہا لیکن آج ذاکر خان اس کی کسی بات کا جواب دینے کے قابل نہ رہا تھا۔

جلد ہی ذاکر خان کا جنازہ تیار ہوا اور اسے سپرد خاک کرنے کی تیاری شروع ہوئی۔جس وقت ذاکر خان کو منوں مٹی تلے دفنایا جا رہا تھا۔اس وقت ذیشان کی حالت دیدنی تھی۔آنسو تھے کہ رکنے کا نام تک نہیں لے رہے تھے۔سب لوگ ایک ایک کر کے واپس ہو لیے سوائے اس کے ماموں اور ذیشان کے۔دیر تک وہ اپنے باپ کی قبر کے پاس بیٹھ کر روتا رہا۔گلے شکوے کرتا رہا لیکن آج منوں مٹی تلے مدفن ذاکر خان اس کی کسی بھی بات کا جواب دینے کے قابل نہ رہا تھا۔

ذیشان کا ماموں اسے گھر لے آیا۔جہاں اس کی ماں اور دونوں بہنیں اس سے چپک کر کتنی ہی دیر تک روتی رہیں۔رات کی پرچھائیاں ہر شے کو اپنی دسترس میں دبوچ چکی تھیں۔لیکن ذیشان اور اس کی فیملی کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور جا چکی تھی۔کل تک جس گھر میں ذاکر خان کی موجودگی سے گھر بھرا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بھرا لگتا تھا۔آج وہی گھر شہرِ خموشاں کی طرح کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔

''ماں۔''ذیشان نے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے گلشہ بی بی کو مخاطب کیا تو گلشہ بی بی سمیت اس کی دونوں بہنیں بھی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''کیا بات ہے میرے بچے؟''گلشہ خاتون نے اپنی کیفیت پر کنٹرول پاتے ہوئے کہا۔

''میرے ابو آج کالی کوٹھڑی میں تنہا ہیں۔'' ذیشان فقرہ مکمل کرتے کرتے رو پڑا۔

''نجانے ان پر کیا بیت رہی ہوگی.....انہیں کتنا خوف محسوس ہو رہا ہوگا.....ابو نے ساری زندگی ہمارے لیے کیا کچھ نہیں کیا لیکن دیکھیئے تو.....آج ہم سب نے انہیں.....انہیں تنہا چھوڑ دیا ہے.....وہاں .....ویرانے کی نذر کر آئے ہیں.....وہ ابو جو ہمیں کبھی غم کی ہوا.....تک نہیں لگنے دیتے تھے.....آج تن تنہا منوں مٹی تلے دفن ہو گئے ہیں۔''

ذیشان کی بات سن کر گلشہ بی بی کا کلیجہ چھلنی ہو گیا۔اس نے اپنے پسر کو سینے سے چپکا لیا۔

''یہ قانون قدرت ہے میرے بچے۔''گلشہ بی بی خلا میں غیر مرئی نقطے پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔

''یہ دن ہم سب کو دیکھنا ہے.....عقل مند وہی ہے جو خود کو پہلے ہی اس دن کے لیے تیار کر لے.....دیکھ لو کل تک وہ ہمارے اپنے تھے.....آج وہ تن تنہا قبر میں اپنے اعمال کا حساب دے رہے ہیں۔''

ماں کی بات سن کر ذیشان نے بغور ماں کی طرف دیکھا۔

''ماں اگر میں مر گیا تو کیا.....؟''ابھی ذیشان نے اتنا ہی کہا کہ اس کی ماں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''خدا نہ کرے۔''گلشہ بی بی تڑپ کر رہ گئیں۔

''بھائی آپ کو کچھ بھی نہ ہو۔ہم سب کی عمر آپ کو لگ جائے۔''عفت بھائی کی بات سن کر روتے ہوئے بولی۔

''نہیں بتاؤ نہ پلیز۔''ذیشان ضد کرتے ہوئے بولا۔

''کیا ہر شخص کو مرنے کے بعد اسی طرح گڑھا کھود کے دبا دیا جاتا ہے؟''

''ہاں۔''اب کی بات عصمت نے جواب دیا۔

''لیکن کیوں؟''ذیشان بولا۔

''بھائی یہ قانون قدرت ہے۔''عصمت گویا ہوئی۔

''جسے آپ گڑھا کہہ رہے ہیں۔وہ ہم سب کا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آخری مقام ہے۔ہم دنیا میں جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ اس کا ہمیں حساب دینا ہے-----موت برحق ہے اور ایک دن ہر ذی روح نے مرنا ہے-----اپنے خالق کے حضور پیش ہونا ہے-----اپنے اعمال کا حساب دینا ہے کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتا چلا آیا ہے۔نیکو کار جنت میں اور بدکار دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔"

ذیشان بہن کی باتیں سن کر حیرت میں مبتلا ہو گیا۔آج تک ان باتوں کے بارے میں نہ اسے کبھی اس کے ابو نے بتایا تھا نہ ہی سکول و یونیورسٹی میں کسی نے بتایا۔بلکہ اسے تو ہمیشہ دنیا میں رہنے کے طور طریقے سکھائے جاتے رہے۔ذیشان بہن کی باتیں بغور سنتا رہا۔آج پہلی بار گلشہ بی بی نے بھی دل کی بھڑاس نکالی۔یوں تینوں ماں بیٹیوں نے مل کر ذیشان کو اس کی شخصیت کی پہچان کروائی اور اسے بتایا کہ اس کے دنیا میں آنے کا اصل مقصد کیا ہے۔ ذیشان شرم سے پانی پانی ہوئے جا رہا تھا۔اس نے تا حیات مغربی تعلیم سیکھی لیکن آج ماں اور بہنوں کے سامنے اسے اپنا آپ بہت چھوٹا محسوس ہو رہا تھا۔اسے پہلی بار پتہ چلا کہ اس نے جو کچھ بھی سیکھا ہے۔اس کے سامنے اس کی بہنیں اور والدہ اس سے بدرجہا بہتر ہیں۔

کتنی ہی دیر تک وہ اپنی قسمت پر اشک ریزی کرتا رہا۔بالآخر اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ بھی اپنی بہنوں کی طرح قرآن پاک پڑھے گا اور دینی تعلیم حاصل کرے گا۔

☆-----☆-----☆

آج وہی ذیشان ذاکر تین بچوں کا باپ ہے۔ شہر کا مشہور و معروف ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن اور عالم دین بھی ہے۔مزے کی بات یہ ہے کہ اس کے نہ صرف تینوں بچے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔بلکہ اس کی اہلیہ بھی عالم دین ہے۔ذیشان ذاکر آئے دن اپنے والد صاحب کی روح کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کرواتا ہے۔

ذیشان ذاکر نے اپنی زندگی کا مقصد جان لیا ہے۔اس کی والدہ آج اس سے بہت خوش ہے۔اس کی بہنیں آج بھی مدارس کے اندر پڑھا رہی ہیں۔یہی نہیں ان کی اولادیں بھی دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سیکھ رہی ہیں۔

یہی ہماری زندگی کا وطیرہ ہے۔ہم جتنی بھی اڑان بھر لیں۔ترقی کے جتنے بھی زینے عبور کر لیں۔ آخر ایک دن ہمیں زمین پر گر کر اسی زمین کے اندر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

روپوش ہو جانا ہے۔ایک دن ہمارا نام اس دنیا سے مٹ جانا ہے۔ہم آنے والی نسلوں کے لیے بس نام سے پہچانے جائیں گے۔وہ بھی جلد ہی ان کے ذہنوں سے نکل جائیں گے۔موت کے بعد ہمارے اپنے ہی ہمیں اپنے کندھوں پر لاد کر ایک اندھیر کوٹھڑی کی نظر کر آئیں گے۔دنیا کے محل اور آرام دہ بستر سب یہیں رہ جائیں گے۔وہاں زمین ہمارا بچھونا ہوگی۔ہمارے اعمال ہماری قبر کو یا تو جنت کے باغات میں سے باغ بنا دیں گے یا پھر جہنم کے گہرے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بنا دیں گے۔آنے والی زندگی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہوگی۔جب تک دم ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔وقت آخر توبہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا اور پھر ہم اپنے اعمال کا حساب بھگتنا پڑے گا۔دعائے رب ذوالجلال ہے کہ جو اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ان کی بخشش فرمائے اور ہم سب کو صراطِ مستقیم دکھائے۔(آمین)

دو طاقتور چیزیں

☆.....خاموشی اور مسکراہٹ دو طاقتور چیزیں ہی۔مسکراہٹ بہت سے مسائل حل کرنے میں مدد دیتی ہے۔خاموشی بہت سے مسائل سے بچنے میں مدد دیتی ہے۔

(رضیہ سلطانہ، مانوالہ)

مسکراہٹیں

☆.....ایک صاحب (اپنے دوست سے): ”تم کہہ رہے تھے کہ بلی کو کہیں جنگل میں چھوڑ آؤ گے، یہ تو یہیں نظر آ رہی ہے۔“

دوست نے جواب دیا۔”ہاں میں اسے چھوڑ آیا تھا مگر میں ہی راستہ بھول گیا تھا اور گھر واپس آنے کے لیے اس کا پیچھا کرنا پڑا۔“

☆.....☆.....☆

☆.....ایک دوسرے دوست سے: ”ایسا کیا کریں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔“

دوسرا دوست: ”جوتے سے مار دو۔“

☆.....☆.....☆

☆.....ٹیچر: تمہارے ابو کیا کام کرتے ہیں؟“

پپو: کے ایف سی کے مالک ہیں۔

ٹیچر: اچھی بات ہے۔

لیکن کے ایف سی کا مطلب کیا ہے؟

پپو: کا کا فروٹ چاٹ۔

☆.....☆.....☆

(حافظ محمد جمیل.....آزاد کشمیر)

(محمد اشتیاق.....لاہور)

(شہریار اسلم.....سلانوالی)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

یادوں کے بھنور

ریاض ندیم نیازی

قیمت: 400روپے

ریاض ندیم نیازی..... ہمہ جہت تخلیق کار

ریاض ندیم نیازی ایک متحرک اور ہمہ جہت تخلیق کار ہے۔اس کی تخلیقی قلم رو میں غزل،نظم،نعت اور قطعہ نگاری شامل ہے لیکن بہ طور خاص نعت اور غزل میں ریاض ندیم نیازی نے ایک مقام پیدا کیا ہے۔جہاں تک اس کی نعت نگاری کا تعلق ہے۔اس کی نعت عشق رسول ﷺ سے لبریز ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ نعت بڑی احتیاط کا کام ہے۔اس احتیاط کو ندیم نیازی نے ملحوظ خاطر رکھا ہے اور نعت نگاری کی دنیا میں ایک الگ پہچان بنائی ہے۔جہاں تک ریاض ندیم نیازی کی غزل کا تعلق ہے۔غزل روایت سے جڑی ہوئی ہے لیکن اس طرح نہیں ہوئی جیسے روایت پرست غزل گوؤں کی غزل کو ہم آہنگ کیا ہے اور ایک تازہ کاری کا ثبوت دیا ہے۔

ریاض ندیم نیازی کا سفر جاری ہے۔میں سمجھتا ہوں جس تن دہی سے وہ اپنا تخلیقی کام کر رہے ہیں وہ دن دور نہیں جب وہ پاکستان کے صف اول کے شعرا میں نظر آئیں گے۔

عباس تابش،لاہور

نوٹ: اگر آپ لکھاری یا شاعر ہیں اور آپ کی کوئی کتاب یا ایک ساتھ کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں تو آپ ہمیں بطور ثبوت ہر کتاب کی ایک ایک کاپی ارسال فرمائیں۔ہم آپ کی کتاب کو اپنے ڈائجسٹ کی زینت بنائیں گے۔شاہین ڈائجسٹ آن لائن انٹرنیشنل ڈائجسٹ ہے اور پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا ڈائجسٹ ہے۔ہمیں پڑھنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہو چکی ہے اور انشاءاللہ اس میں اضافہ بھی ہوگا۔آپ کی شہرت کو اجاگر کرنے کے لیے شاہین ڈائجسٹ سے بہتر اور کوئی ڈائجسٹ نہیں۔شاہین ڈائجسٹ میں کتاب کی ایڈورٹائزنگ کی کوئی قیمت نہیں ہے بلکہ بالکل مفت ایڈورٹائزنگ کی جاتی ہے لیکن بطور ثبوت آپ کے محبت نامے کی کاپی لازمی ہے جو کہ آپ کو شاہین ڈائجسٹ کے ایڈریس پر ارسال کرنا ہوگی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

﴿سوانحی خاکہ﴾

نام: ریاض ندیم نیازی — والد کا نام: شاہ نور خان نیازی

جائے پیدائش: سبی (بلوچستان) — تعلیم: ایم اے صحافت (بلوچستان یونیورسٹی)

ذریعہ معاش: سرکاری ملازمت — تالیفات: نعتوں، غزلوں اور اشعار پر مشتمل 50 انتخابات بچوں کے لیے دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

تصنیفات: خوشبو تری ﷺ جوئے کرم (نعتیہ مجموعہ۔ محسن نقوی ایوارڈ) ہوئے جو حاضر در نبی پر (نعتیہ مجموعہ)، تمہیں اپنا بنانا ہے (شعری مجموعہ)، یادوں کے بھنور (غزلوں کا مجموعہ)، بحرِ تجلیات (نعتیہ مجموعہ)، جو آقا ﷺ کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں (قومی و صوبائی سیرت ایوارڈ یافتہ)، چمن زار حمد و نعت (نعتیہ مجموعہ)، فاطمہ کا چاند (سلام و مناقب)، ''فصیح نعتیں''، ''سید فصیح الدین سہروردی کی پڑھی ہوئی نعتیں''، ''میرے نبی پیارے نبی ﷺ'' ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کی پڑھی ہوئی نعتوں کا انتخاب

﴿دینی و سماجی مصروفیات﴾

سیکرٹری جنرل: انجمن عندلیبان ریاض رسول ﷺ (پاکستان) سبی

مرکزی و ضلعی سیکرٹری نشر و اشاعت: دستگیر ٹرسٹ پاکستان و حضرت غلام دستگیر اکادمی (پاکستان)

جنرل سیکرٹری: حلقہ پاسبان حرف (پاکستان)

سیکرٹری شعبہ نشر و اشاعت: دستک ادبی سنگت سبی و تھنکرز فورم سبی

چیئرمین شعبہ حمد و نعت: سنگت ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) سبی

اعزازی نمائندہ: جنگ کوئٹہ، جیو نیوز

اعزازی رکن: نعت کالج کمیٹی کراچی / کوئٹہ رائٹرز فورم کوئٹہ، ادب سرائے ساہیوال

رابطہ: ندیم نیازی لائبریری مسجد روڈ سبی، پاک اسٹیشنری و اسپورٹس جوہر روڈ سبی

رابطہ نمبرز: 0300-3701617 / 0333-3701617

0344-3701617 / 0315-3701617

فون فیکس: 0321-8320100 / 0833500122

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

انتساب

بہت دنوں سے میں سوچ میں تھا کہ تجھ پہ کوئی کتاب لکھوں
تری محبت کے نام پھر اس کتاب کا انتساب لکھوں

یہی تمنا ہے میرے دل کی، تیری وفا کا نصاب لکھوں
تری عطا کو سحاب لکھوں تری ادا کو گلاب لکھوں

نہ یہ فسانہ، نہ یہ کہانی جو تیری تعریف ہو مکمل
کہ ہو جو تحریر تیری مدحت ترو بے حدوحساب لکھوں

غلط نہ ہوگا بیان میرا وفا کے اس امتحان میں شاید
جسے تو ناکام کہہ رہا ہے اسے اگر کامیاب لکھوں

ترے شباب اور جمال کو کیا لکھوں یہ مجھ کو سمجھ نہ آئے
چمن کا مہکا گلاب لکھوں کہ میں تجھے ماہتاب لکھوں

مری شکایت پہ اس کا انداز معذرت وہ نہیں رہا ہے
ندیمؔ دل چاہتا ہے اب کے اسے محبت کا باب لکھوں

☆-----☆-----☆

حمدِ باری تعالیٰ

الٰہی حمد تری صبح و شام کرتے ہیں
متاعِ قلب ونظر تیرے نام کرتے ہیں

ثنائے رب عُلیٰ یوں مُدام کرتے ہیں
بیان نعتِ رسولِ انام ﷺ کرتے ہیں
ترے حبیب ﷺ پہ بھیجیں نہ کیوں درود و سلام
کہ ہم تو روز یہی اہتمام کرتے ہیں

نمازِ احمدِ مُرسل ہمارے سامنے سے
انہی کی طرح سجود و قیام کرتے ہیں

خدا کے بعد نہیں تجھ سا دوسرا کوئی
خدا کے بعد ترا احترام کرتے ہیں

انہی کو قرب میسر ہو اے خدا تیرا
جو عمر زک میں تیرے تمام کرتے ہیں

اس آرزو پہ کہ مسکن یہیں بنے گا ندیمؔ
ہم ان کے شہر کرم میں قیام کرتے ہیں

☆-----☆-----☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سلام

بنیادِ صبر و عشق ہیں تعمیر ہیں حسینؑ
خوابِ رسولِ پاک ﷺ کی تعبیر ہیں حسینؑ

نقش و نگارِ لوح ہیں تقدیر ہیں حسینؑ
انصاف ہیں، شعور ہیں، تدبیر ہیں حسینؑ

اعزاز و افتخار شہادت ہے ان کا نام
لوحِ جبین پہ وقت کی تحریر ہیں حسینؑ

آئی جو ان کی یاد تو ہر درد مٹ گیا
ہر اک مرض کے واسطے اکسیر ہیں حسینؑ

رہ کر حرم سے دور حرم کو دیا ثبات
ہر بتکدے میں نعرۂ تکبیر ہیں حسینؑ

ہر عہد کربلا میں زمانے کے واسطے
صبر و رضا کی جاگتی تصویر ہیں حسینؑ

ساتھ اپنے لے کے جائیں گے مجھ کو بھی اے ندیمؔ
خُلدِ بریں کے صاحبِ جاگیر ہیں حسینؑ

دل میں باقی نہ رہی میرے تمنا کوئی
آنکھ سے ایک بھی آنسو نہیں ٹپکا کوئی

بے سبب آنکھ میں آنسو نہیں آیا کرتے
آپ سے ہوگا یقیناً مرا رشتہ کوئی

بعد میں ساتھ نبھانے کی قسم کھا لینا
دیکھ لو جلتا ہوا پہلے پتنگا کوئی

میں بھلا موردِ الزام کسے ٹھہراؤں
ہے تعاقب میں مرے اپنا ہی سایا کوئی

ایک دریا سا اُمڈ آتا ہے آنکھوں میں اے ندیمؔ
دیکھ لیتا ہوں جو روتے ہوئے بچہ کوئی

☆-----☆-----☆

سر تسلیم خم کر ڈالا فوراً
پڑھا ہے جب ترا فرمان میں نے
تجھے مجھ سے شکایت کس لیے ہے
بھلایا کب ترا احسان میں نے
ندیمِ پا شکستہ کو سفر میں
نہیں دیکھا کبھی ہلکان میں نے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

عمر بھر کوئی نہیں ساتھ نبھانے والا پیتے تھے روز روز مئے لالہ فام کو
آنے بھی تو بن جاتا ہے جانے والا اب حسرتوں سے دیکھتے ہیں خالی جام کو

اس کی دلدار نگاہوں نے یہ پوچھا مجھ سے واعظ کہاں، یہ میکدۂ رنگ و بو کہاں؟
ہے کوئی شخص مجھے چھوڑ کے جانے والا حیران ہوں آج دیکھ کے طرزِ خِرام کو

فطرتاًاس کی طبیعت میں جفا کی خوتھی برسوں نظر نہ آتے تھے جو پارسا ہمیں
میں ہی تھا عہدِ محبت کو نبھانے والا اب میکدہ میں روز وہ ملتے ہیں شام کو

زندگی میں بھی ہے قانون مکافات عمل اپنی زمین پہ چاند ستارے ہیں بے شمار
خود بھی گر جاتا ہے لوگوں کو گرانے والا اب کون دیکھے جلوۂ بالائے بام کو

میرا اعلان وفا ہے میرے دل کی آواز ساقی نے جب خلوص سے بھر کے دیا ندیمؔ
ہاں! نہیں ہے میرا کردار زمانے والا واپس کیا نہ جا سک پھر ہم سے جام کو

☆-----☆-----☆

جانے والے تو گئے لے گئے خوشیاں بھی ندیمؔ بگڑی ہوئی قسمت نے یہ دن بھی دکھائے ہیں
دل میں باقی ہے فقط درد نہ جانے والا غیروں کا تو کیا کہنا، اپنے بھی پرائے ہیں
☆-----☆-----☆ سمجھے تھے جنہیں رہبر، نکلے ہیں وہی رہزن
دل میں باقی نہ رہی میرے تمنا کوئی منزل کے جو رستے تھے الٹے ہی بتائے ہیں
آنکھ سے ایک بھی آنسو نہیں ٹپکا کوئی اب ہل نہیں سکتے ہیں، کیا شکوہ زبانوں میں
☆-----☆-----☆ اشکوں کی روانی نے افسانے سنائے ہیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں تیری بزم میں جاتا ہوں پر پی کر نہیں جاتا اک اک کرکے وقت نے سب کچھ بدل دیا
مری آنکھوں سے گہری شام کا منظر نہیں جاتا دل بھی نہیں رہا، نہ حکوت وہی رہی

محبت عام ہوکر رہ گئی ہے اس زمانے میں ہر چند اس سے ترکِ تعلق رہا مگر
یہ ایسی ٹکٹکی ہے جس میں کوئی سر نہیں جاتا اس دل میں اس کے واسطے چاہت وہی رہی

مجھے چاروں طرف سے وسوسوں نے گھیر رکھا ہے دنیا کی عزتوں کے جنازے تو اٹھ گئے
یہاں تو ڈر کے مارے کوئی اپنے گھر نہیں جاتا سادات کی جہاں میں عزت وہی رہی

خدا جانے خدا ایسا نگر کس دن دکھائے گا سب کچھ گیا ہے زمانے میں پھر بھی آج
مقام ایسا جہاں پر کوئی ننگے سر نہیں جاتا محتاج پر سخی کی عنایت وہی رہی

ندیمؔ با ہنر کو دیکھ کر اہلِ نظر بولے یوں تو قدم قدم پہ رہے ہمسفر ندیمؔ
سخن کے آسماں پر اس طرح بے پر نہیں جاتا یہ اور بات دل کی اذیت وہی رہی

☆-----☆-----☆ ☆-----☆-----☆

قدموں میں ماں کے جو تھی وہ جنت وہی رہی سب غریب کہتے ہیں بچیاں نہیں ہوتیں
ہم کو روایتوں سے عقیدت وہی رہی بچیوں کی اب لیکن شادیاں نہیں ہوتیں

احباب ہی میں ہوگئی تقسیم سب زکوٰۃ! دل کے آئینے کی جب کرچیاں نہیں ہوتیں
جو مستحق تھے ان کی ضرورت وہی رہی مجھ پہ آپ کی نظریں مہرباں نہیں ہوتیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

الجھنوں سے گھبرانا زندگی نہیں ہوتیں
بوجھ ہم سمجھتے ہیں، بیٹیاں نہیں ہوتیں

اس قدر مصائب میں جذب ہوگیا ہوں میں
مشکلیں مرے دل پر اب گراں نہیں ہوتیں

جن کے پر پہ ہوتا ہے سائباں دعاؤں کا
ایسی بیٹیاں ہر گز بے اماں نہیں ہوتیں

خامشی کے پردے میں درد دل چھپاتی ہیں
ورنہ باغ کی کلیاں بے زباں نہیں ہوتیں

جو ندیم چلتے ہیں نام لے کے مولا کا
کوششیں کبھی ان کی رائیگاں نہیں ہوتیں

☆-----☆-----☆

ہم اپنے زخم کا خود اندمال کرتے ہین
ہم اپنے ساتھ مسیحا نہیں رکھا کرتے
درخت رحمت و تسکین کی علامت ہیں
مگر وہ پیڑ جو سایا نہیں رکھا کرتے۔

جس وطن میں بہت وسائل ہیں
اس کو میں نے غریب دیکھا ہے۔

وہ بے نیاز محبت ہے کیا کہوں اس سے
لکیر اپنے مرے درمیان کھینچتا ہے
جو سر پھرا ہے وہ آوارہ پھر رہا ہے ندیم
وہ جو عزیز ہے سارا جہاں کھینچتا ہے۔

☆-----☆-----☆

اہم اعلان!

اگر آپ لکھاری، کالم نگار، شاعر یا اردو ادب سے کسی لحاظ سے بھی واسطہ ہیں اور آپ کی کوئی کتاب شائع ہو چکی ہے۔ اس کی ایڈورٹائزنگ کروانے کے لیے ہم سے رجوع فرمائیں۔ ہمارا ڈائجسٹ پوری دنیا میں پڑھا جاتا ہے اور اس سے بہتر آپ کو کوئی اور موقع نہیں مل سکتا۔ اپنی کتاب کی ایڈورٹائزنگ کے لیے آپ کو اپنی شائع شدہ کتاب کی ایک کاپی ہمیں ارسال کرنا ہوگی۔ کتابوں کی ایڈورٹائزنگ کروانے کی کوئی فیس نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ اپنی کسی بھی کتاب، اخبار، میگزین، رسالے یا کسی بھی قسم کی کمپوزنگ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم ہر ممکن آپ کے معیار پر پورا اترنے کی کوشش کریں گے۔ شکریہ۔

محمد ندیم عباس میوانی (ایڈیٹر)

ایڈریس:

ملک این اے کاوش، محلہ رحمت کالونی، کچہری روڈ تحصیل سلانوالی ضلع سرگودہا، پنجاب پاکستان

0300 / 0302-2305767

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

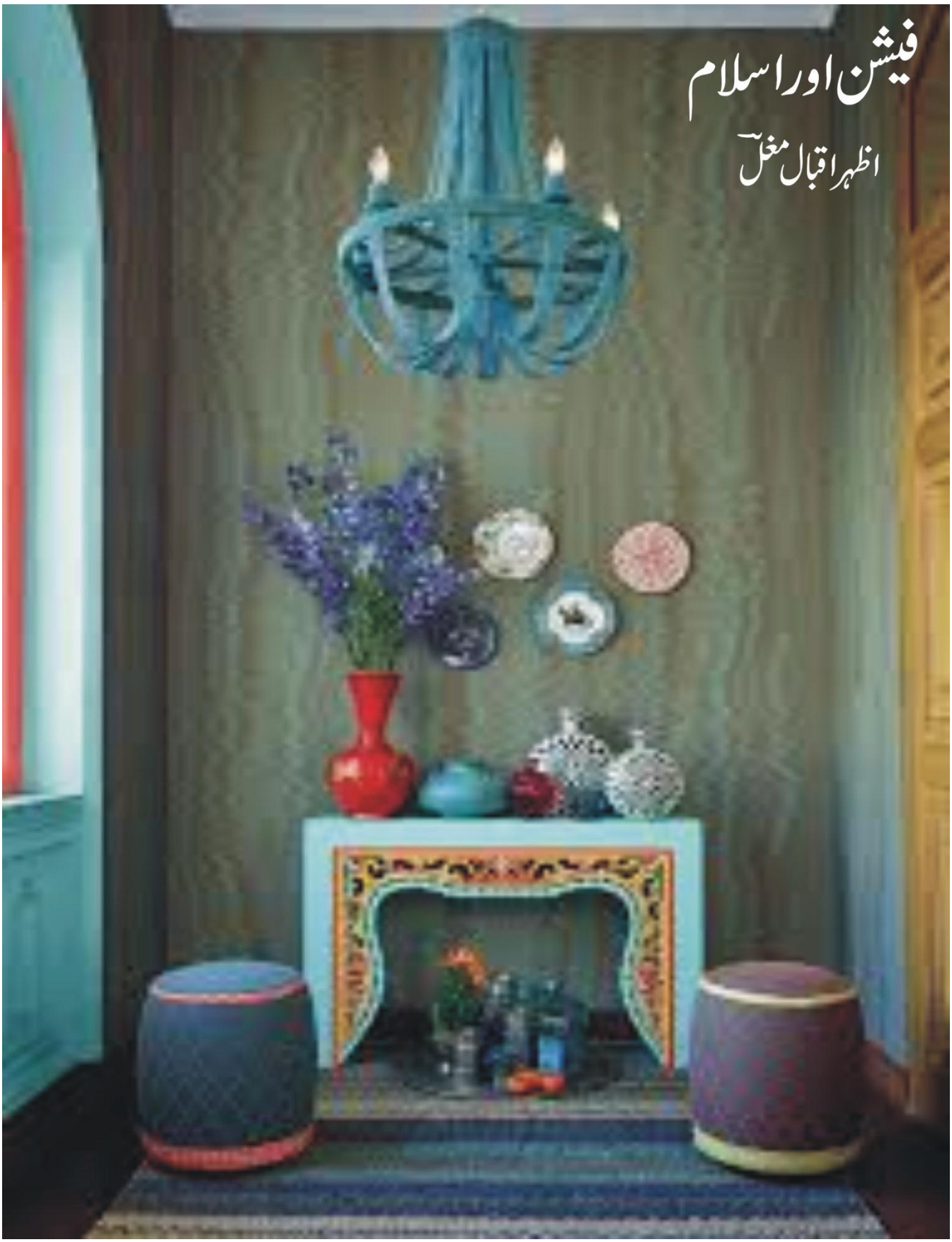

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

فیشن اور اسلام

اظہر اقبال مغل

جب سے دُنیا وجود میں آئی ہے،اس میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔انسان نے ہر شعبہ میں ترقی کی ہے۔ترقی کرنا ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔لیکن جب انسان کوئی بھی نئی چیز تخلیق کرتا ہے تو اس کے فوائد اور نقصان کو مدنظر رکھ کر کرتا ہے۔انسان نے ہمیشہ اپنے فائدے کیلئے ہی کچھ نہ نہ تخلیق کیا ہے جس سے اس کو فائدہ پہنچ سکے۔ جہاں انسان دوسرے شعبوں ترقی کی منازل طے کی ہیں وہاں انسان نے فیشن میں بھی اپنا لوہا منوایا ہے۔ ہر دور میں فیشن میں تبدیلی رونما ہوئی ایک دور تھا لوگ بہت ہی سادہ تھے کپڑے کے استعمال سے واقف نہ تھے بناؤ سنگھار کا پتہ نہیں تھا پھر جس طرح آبادی میں اضافہ ہوتا گیا مختلف قبیلوں کا لباس ان کی پہچان بن گیا،اس قبیلے کی عورتوں کا بناؤ سنگھار ان کا اوڑھنا بچھونا اس قبیلے کی پہچان بنا۔جیسے پاکستان میں ایک پٹھان کا واضح پتہ چل جاتا ہے،ایک سندھی کی پہچان اس کے لباس سے ہو جاتی ہے اسی طرح پاکستان میں رہنے والے باشندے کی پہچان اس کے لباس سے ہو جاتی ہے،اسی طرح عرب ممالک کا ان کے لباس سے پتہ چلتا ہے کہ اس شخص کا تعلق کس قوم کس خطہ سے ہے۔کسی بھی ملک کا لباس اس شخص کی پہچان بنتا ہے۔اس لیئے لباس ہماری زندگی میں بہت اہم ہے۔لباس ہی ہمیں معاشرہ میں عزت و وقار دلانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔لباس اور بناؤ سنگھار ہماری زندگی میں بہت اہم ہے اچھا لباس پہننا اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھنا اس میں کوئی ممانعت نہیں۔کیونکہ اچھا لگنا صاف ستھرا رہنا بناؤ سنگھار کرنا ہر ایک کا حق ہے۔ایک مہذب معاشرہ میں جینے کے لیئے یہ سب کرنا ایک ضروری عمل ہے۔لیکن ہر ملک کی ایک اپنی ثقافت ہے وہ اپنی اس ثقافت کے مطابق ہی بناؤ سنگھار کرتا ہے،وہ اس لیئے کہ اسے اپنی ثقافت سے پیار ہوتا ہے اس لیئے وہ اپنی ثقافت سانچے میں خود کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔جس قوم کی اپنی کوئی پہچان نہیں ہوتی اسے دوسری قوموں کے لباس اور ثقافت کی ضرورت درپیش آتی ہے اور اس قوم کی کوئی پہچان

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں ہوتی۔آج پاکستان کی حالت بھی کچھ اس سے مختلف نہیں ہے۔آج پاکستانی معاشرہ اس قدر بگڑ چکا ہے کہ پاکستان نے اپنی پہچان ہی کھودی ہے۔اپنے لباس کو چھوڑ کر مغربی طرز کا لباس پہننا شروع کر دیا ہے۔جیسے بادل ہو اؤں محتاج ہوتا ہے جس طرح ہوا جاتی ہے بادل کو بھی ساتھ ہی لے جاتی ہے۔اسی طرح آج کی نوجوان نسل کا حال ہے۔ آج کی نوجوان نسل بنا سوچے سمجھے کسی بھی فیشن کو اپنا لیتی ہے۔جو کہ ایک غلط بات ہے کیوں کہ اصل چیز انسان کی سوچ ہی ہے اس کوئی بھی کام کرنے سے پہلے انسان کو سوچنا چاہیے کہ جو کام میں کرنے جا رہا ہوں وہ ٹھیک ہے یا غلط لیکن آج کل اس کے برعکس ہو رہا ہے ،نوجوان لڑکے لڑکیاں بغیر سوچے سمجھے کسی بھی فیشن کو اپنا لیتے ہیں ۔ایسا کیوں ہے جب ہمارے پاس اپنا لباس اپنی ثقافت ،اور سب سے بڑھ کر ہمارا اپنا دین موجود ہے جو کہ عام زندگی میں ہماری بہت زیادہ رہنمائی کرتا ہے۔ہمیں عام زندگی گزارنے کے جو سنہرے اصول اسلام نے بتائے ہیں،کوئی مذہب نہیں بتاتا۔تو آج ہماری نوجوان نسل کو کیا ہوگیا ہے،کہ وہ اپنی ثقافت اپنا لباس یہاں تک کے اپنے دین کے بھی مخالف چلنا شروع ہو گئے ہیں۔آج کالجز میں لڑکے لڑکیاں اس قدر بہودہ لباس پہن رہی ہیں کہ جس سے اسلام نے سختی سے منع فرمایا ہے۔آج ہماری نوجوان اس طرح کے فیشن کر رہی ہے جو کہ اسلام کی زد ہے ۔مذہب اسلام نے انسان کو زندگی گزارنے کھانے پینے سونے جاگنے سے لیکر اُٹھنے بیٹھنے اور پہننے تک کے بارے میں بتایا ہے،تو آج ہماری نوجوان نسل بُری طرح منتشر کیوں ہو رہی ہے۔آج پاکستانی معاشرہ دنیا کی عظیم ہستی حضرت محمد ﷺ کی نقل کرنے کے بجائے مغرب کی نقل کیوں کرتے ہیں۔اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ والدین کا اس میں بہت زیادہ قصور ہے۔اگر کوئی بچہ کسی یہودی یا کسی غیر مذہب کی شکل بناتا ہے جس سے کہ اسلام نے سختی سے منع فرمایا ہے،تو ماں باپ کا فرض بنتا ہے کہ اپنی اولاد کو بتائیں کہ ہمارے مذہب میں کیا جائز ہے اور ناجائز ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جو جس کی مشابہت اختیار کرے گا روز قیامت اس کو اسی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا ۔آج ہمارے نوجوان ڈراھی کا مذاق بناتے ہیں عجیب طریقوں سے ڈراھی بنواتے ہیں جو کہ اسلام کی روح سے حرام ہے۔لیکن بہت سارے نوجوانوں کو اس کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کر رہے ہیں۔اس لیئے ہمارے علماء کرام کا بھی فرض بنتا ہے جہاں ہر بات پر فتوی دیتے ہیں ، وہاں فیشن کے بارے میں بھی کوئی بحث کریں نوجوان نسل کو اس بے راہ روی کا شکار ہونے سے بچائیں، کیوں کہ قرآن پاک ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو کہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

زندگی کے ہر پہلو پر بحث کرتی ہے۔نماز روزہ کے بارے میں تو سب ہی جانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر فیشن کے بارے میں بھی علماء آگاہ کر دیں تو یقیناً بہت سارے نوجواں لڑکے لڑکیاں اس طرح کے فیشن سے بچ سکتے ہیں جو کہ اسلام میں حرام ہے۔اس کے بعد حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ جو فیشن اسلام میں حرام ہے اسے پھلنے پھولنے سے روکا جائے کیوں کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اس لیئے اس میں غیر اسلامی کاموں کے لیئے کوئی جگہ نہیں بنتی ۔آج یونیورسٹیز میں جو بہودہ لباس کا استعما ہو رہا ہے اگر ایک یونیفارم بنا دی جائے تو ہمارے کالجز اور یونیورسٹیز اس سے بچ سکتے ہیں۔اس کیلیئے ہماری نوجوان نسل میں ایک شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔شعور تب ہی بیدار ہو گا جب ماں باپ اُستاد ان بچوں اور جوانوں کو اچھے برے میں تمیز کرنا سکھائیں گے۔اور حکومت اس پر عمل کرانے میں اہم رول ادا کرے تا کہ ہماری نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہونے سے بچ سکے۔

☆.....☆.....☆

لڑتی ہے میرے سامنے اکثر میری ماما
پھر ماں سے جھگڑتے بھی ہیں پاپا میرے آگے
باہر نہیں جاتا کسی تفریح کی خاطر
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اقوال زریں

☆.....جس پر نصیحت اثر نہ کرے اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

☆.....تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں۔سلام کرنا، دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا، مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔

☆.....خاموشی غصہ کا بہترین علاج ہے۔

☆.....عافیت کے نو حصے لوگوں سے الگ رہنے میں اور ایک حصہ ملنے میں ہے۔

☆.....عقل مند اپنے آپ کو پست کر کے بلند حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت حاصل کرتا ہے۔

☆.....ادب بہترین کمالات اور خیرات افضل ترین عبادت ہے۔

☆.....غذا سے سم کو اور قناعت سے روح کو راحت پہنچتی ہے۔

☆.....موت کو یاد رکھنا نفس کی بیماری کی دوا ہے۔

☆.....کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری کرنا ہے۔

☆.....کلام میں نرمی اختیار کرو کیونکہ الفاظ کی نسبت لہجے کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔

انتخاب:شہیر سلیمان.....شورکوٹ

☆.....☆.....☆

جو صبر و شکر کی دولت سے ہوں تہی دامن
وہ زندگی کا قرینہ نہیں رکھا کرتے

☆.....ریاض ندیم نیازی.....☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دلہن

تحریر: ناصر حسین

میرا لیپ ٹاپ کہاں ہے...؟

افراہیم نے اپنی نئی نویلی دلہن سے پوچھا جو دو دن پہلے زبردستی اس کے سر پہ ت?وپ دی گئی تھی.

جی...وہ..وہ..کیا ہوتا ہے اس نے حیرانی سے الٹا سوال کر دیا.وہ اس کی حیرت پہ مزید حیران ہوا.

لیپ ٹاپ....مطلب وہ جس پہ بیٹھ کر میں رات کو اپنے آفس کا کام کرتا ہوں.اس نے دانت پیس کر کہا.

اچ?ا...وہ...وہ..تو ہم نے اوپر سامان والے کمرے میں ڈال دیا...معصومیت سے کہا گیا.

کیا...میرا لیپ ٹاپ تم نے سٹور روم میں ڈال دیا. ..کیوں..حیرت کے ساتھ ساتھ اسے غصہ ب?ی ت?ا

وہ جی ہم کو لگا..وہ آپ کے کام کی نہیں ہے ایسے فالتو میں یہاں پڑی ہوئی ہے اس لیے ہم اسے اوپر ڈال آئے.اس نے ڈرتے ڈرتے کہا جب کہ افراہیم کا بی پی اوپر جا چکا ت?ا.اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ت?اوہ اس لڑکی کا کیا کرے.

جا داب ?ی جا کر میرا لیپ ٹاپ لے آو.اس نے غصے کو کنٹرول کر کے آرام سے کہا....جبکہ وہ ایسے غائب ہو گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ..اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کر اپنا غصہ باہر نکالنے کی کوشش کی اور بے بسی سے سر ت?ام کر بیڈ پر بیٹھ گیا.

یہ بانی نامی آفت دو دن پہلے ہی اس کی زندگی میں آئی ت?ی جسے دادی پوری دنیا ڈ?ونڈ کر نہ جانے کہاں سے پکڑ کر لائیں ت?یں.اتنی بڑی دنیا میں اتنے بڑے پاکستان میں دادی کو اپنے ہونہار پڑ?ے لک?ے ہینڈسم پوتے کے لیے یہی ایک لڑکی ملی ت?ی..جس نے اپنی زندگی میں لیپ ٹاپ کا نام تک نہیں سنا..جو انگریزی تو دور ک?بی اردو سکول بھی نہیں گئی.

.پتا نہیں دادی کو اس بلا میں ایسا کیا نظر آ گیا جو انہوں نے اس جاہل لڑکی کو اس کے سر پر ت?وپ دیا..اسے گونگی مٹی کی ماد?وٹائپ دیسی گاوں کی لڑکیوں سے اسے ہمیشہ سے چڑ ت?ی.. .اس نے اپنی زندگی میں کئی خوبصورت خواب دیک?ے ت?ے اگر اس نے کسی پرستان کی پری کے خواب نہیں ب?ی دیک?ے تو اس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نے اس دیہاتی لڑکی کے بارے میں ب?ی تو ک?بی خواب میں بھی نہیں سوچا..اس نے تو اپنی شادی کے بارے میں ب ?ی اب ?ی اچ ?ے سے سوچنا ب?ی شروع نہیں کیا ت?ا اور اگر سوچتا بھی تب ب?ی یہ لڑکی اس کی سوچ میں ک?بی نہ ہوتی.وہ ایک ایسی ماڈرن اور پڑ?ی لک?ی بیوی کی توقع کر رہا ت?ا جسے کسی کے سامنے متعارف کراتے ہوئے گردن نہ ج?ک جائے بلکہ انسان کے اندر فخر پیدا ہو جائے..اور یہ لڑکی اس کے ہر خواب کو چکنا چور کرتی اس کے گ?رپہ پورے حق سے قبضہ جمانے آ گئی.اور قبضہ جمانے کا حق کس نے دیا اس کی اپنی سگی دادی نے.

یہ عجیب وغریب لڑکی اس کے سر پر ت?وپ کر اس کی دادی محترمہ عمرے کے لیے نکل گئیں بقول ان کے اس کی شادی ہی ان کی راہ کی رکاوٹ ت?ی جواب دور ہو گئی ان کی رکاوٹ تو دور ہو گئی مگر انہوں نے اپنے راستے کا پت?راٹ ?اکر سیدھا اس کے سر پر دے مارا.

میں اپنے پوتے اپنے افراہیم کے لیے چاند سے خوبصورت پری جیسی دلہن لاوں گی..اس کی دادی ہمیشہ یہی کہا کرتی ت?ی اور وہ ہمیشہ دادی کی اس بات پہ مسکرا دیتا ت?لیکن زندگی میں پہلی بار اسے دادی کی یہ بات یاد کر کے صرف غصہ آ رہا ت?ا.دادی نے ساری زندگی اپنے یتیم پوتے کی پرورش کر کے اپنے سب?ی قرضے ایک ساتھ وصول کر ڈالے .جو محبت کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتی ت?یں کہ اتنی محبت تو میں اپنے کسی نواسے یا کسی اور پوتے پوتیوں سے نہیں کرتی جتنی محبت اپنے افراہیم سے کرتی ہوں..دادی کی اگر یہ محبت ت?ی تو اللہ جانے ان کی نفرت کی کیا حد ہو گی.پتا نہیں انہوں نے یہ کیسی محبت نب?ائی اپنے لاڈلے پوتے کے ساتھ..ہاں اس نے خود انہیں یہ اختیار دیا ت?ا کہ وہ اپنی پسند کی بہو تلاش کر کے لائیں اور یہ اختیار بھی اس نے ان کے رونے اور واویلا مچانے پہ ہی دیا ت?ا.اس نے کتنے ب?روسے کے ساتھ اپنی زندگی کا ساتھی چننے کا حق انہیں دیا ت?اور انہوں نے دنیا جہاں کی ان پڑھ جاہل لڑکی اس کے سر پر مسلط کر دی...یہ انہوں نے سہی نہیں کیا ت?ا اگر وہ ماڈرن بہو نہیں ب?ی چاہتی ت?یں تو انہیں کوئی بھی لڑکی انتخاب کرنے کا حق بھی نہیں تھا.پتا نہیں کس گاوں سے وہ اس کے لیے یہ لڑکی پکڑ کر لائی ت?ی اور اس پہ حکم صادر کر کے بولیں...یہ لڑکی اب تمہاری بیوی ہے اور اسی کے ساتھ تمہیں اپنی پوری زندگی گزارنی ہے.

تمہاری ہونے والی دلہن تو دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہے..ایسی بہو تو تمہیں دنیا کے کسی بھی کونے میں نہیں ملے گی.وہ جس علاقے میں رہتی ہے وہاں کی سب سے اچھی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لڑکی ہے...یہ کچھ مخصوص جملے شادی سے پہلے دادی اس سے کہا کرتی ت؟ی مگر اس وقت دادی کی ان باتوں کا مطلب وہ نہیں سمجھ سکا اگر سمجھ جاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ وہ اچھی ہے خوبصورت ہے تو صرف دادی کے اپنے حساب سے اور ستر سالہ پرانی دادی اور آج کے دور میں زمین آسمان کا فرق ہے.

وہ ایک کرسی لیے اندر داخل ہوئی وہ حیرت سے اٹھ کر ک؟ڑا ہو گیا.

میرا لیپ ٹاپ کہاں ہے..اس نے بھرپور حیرانی سے پوچھا.

یہی تو ہے جی..اس کی زوجہ محترمہ نے نگاہیں نیچے ج؟ کا کربا ادب طریقے سے جواب دیا.

یہ...یہ.تو کرسی ہے..اس کا ایک بار پھر خون ک؟ولنے لگا.

آپ ہی تو بولے ت؟ے جس پہ بیٹھ کر ہم کام کرتے ہیں.اس کی یہ معصومیت اس کے چودہ طبق روشن کر گئی.اس نے غصے سے آنکھیں بند کیں.

مس بانی صاحبہ یہ اس پہ میں ایسے بیٹھ جاتا ہوں.وہ دانت پیس کر کرسی پر بیٹھ گیا وہ موٹی موٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی ت؟ی.

اور اس پہ بیٹھ کر جو چیز میں سامنے اد؟ر رک؟ تا ہوں اور جس پہ ایسے ایسے انگلیاں چلاتا ہوں میں اس کی بات کر رہا ہوں.اس نے مکمل طور پر اسے لیپ ٹاپ کا نقشہ کھینچ کر بتایا شاید اس طرح اس کی موٹی عقل میں کوئی بات جاتی.

وہ مشین؟ وہ اونچی آواز میں بولی.اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی شکر ہے کسی طرح تو سمجھی وہ کرسی سے ک؟ڑا ہو گیا.

ہاں جی وہ...مشین..وہ اسی کے انداز میں بولا..

وہ تو جی ہم نے سک؟انے کے لیے اوپر رکھ دیا ہے.

اس نے اتنی آسانی سے اپنا جملہ مکمل کیا جیسے موسم کا حال سنا رہی ہو محترمہ

جبکہ اس کا حال ایسا ت؟ا جیسے اسے کسی نے اندھے کنویں میں ڈال دیا ہو....

سک؟انے.....کے لیے.....لیکن کیوں؟؟؟؟.اس بار وہ زور سے چلایا.اس کے چلانے پہ وہ بہت گ؟ برا گئی

وہ جی...بہت میلا ہو گیا ت؟ا.تو ہم نے سوچا اسے د؟و دیں...جیسے وہ کوئی رومال د؟ونے کی بات کر رہی ہو.

کیا...؟تم نے لیپ ٹاپ د ؟و دیا ...؟.تم...تمارا ..پاگل....یہ

اور اس کا بلڈ پریشر دو سو کراس کر چکا ت؟ا.غصے سے اس کا منہ لال ہو چکا ت؟ا وہ سمجھ نہیں پا رہا ت؟ا اس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ب ?ولی ب ?الی لڑکی کا کیا کرے جو دو دن پہلے دادی جی اسے تحفے میں سونپ کر گئیں ت ?یں. ایک بار اس کا دل چاہا کھینچ کر اس کے منہ پہ تماچا مارے .لیکن خود پہ قابو رک ?تے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گیا.

وہ دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو صاف کرتے کرتے بیڈ پہ بیٹھ گئی...یہ اس کا شوہرت ?ا جس کے ساتھ دو دن پہلے اس کی شادی ہوئی تھی. اس کے بہت محبت کرنے والے ماموں نے اپنی یتیم بھانجی کو ایک پڑ ?ے لک ?ے بڑے گ ?رانے میں ب ?یج دیا مگر ماموں اس کا رشتہ کرتے وقت یہ ب ?ول گئے کہ بڑے ڈگریوں والے یہ بڑے لوگ اپنے لیے کسی بڑی جیون ساتھی کا خواب دیک ?تے ت ?ے اس جیسی ان پڑھ گوار کے نہیں.

شادی سے پہلے اس کی ساری سہیلیاں کہا کرتی تھیں. .ہائے بانی تیرا شوہر تو بڑا گبرو جوان ہے ایک دم فلمی ہیرو جیسا..مگر ان بیچاریوں کو کیا پتا کہ فلمی ہیرو جیسا دک ?نے والا وہ گبرو جوان اپنے لیے کسی فلمی ہیروئین کی ہی توقع کیے بیٹ ?ا ت ?ا...اس کے خوابوں میں اس کی زندگی میں بانی جیسی جاہل لڑکی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا. .وہ تو زبردستی گ ?س آئی اس کی زندگی میں.شادی ایک لڑکی کی زندگی کا سب سے خوبصورت خواب ہوتا ہے..اس نے اپنی آنکھوں میں اپنے ہونے والے شوہر کے ساتھ نئی زندگی کے کئی خواب سجائے ت ?ے..لیکن اس گ ?رمیں آ کر اسے پتا چلا خواب اور حقیقت میں بہت فرق ہوتا ہے.جب اس نے پہلی بار افراہیم کی تصویر دیک ?ی تو اسے بہت رشک آیا اپنے آپ پہ.لیکن اس کی ساری سوچوں پہ پانی اس وقت پ ?رگیا جب اس پہ انکشاف ہوا کہ اس کا شوہر اسے ناپسند کرتا ہے.یہ بات کسی بھی لڑکی کے لیے تکلیف دہ ہے کہ اس کا شوہر اس سے نفرت کرتا ہے.نفرت یا محبت جو بھی ت ?ا اب یہی اس کا شوہر اس کا جیون ساتھی ت ?ا اسی کے ساتھ اس نے اپنی ساری زندگی گزارنی ت ?ی.یہ رشتہ چاہے جن حالات میں جس وجہ سے بھی ہوا ہو مگر اسے یہ رشتہ نب ?ا ت ?ا..یکطرفہ رشتہ جوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے مگر وہ ایک عورت ت ?ی جو بیاہ کر اس گ ?رمیں لائی گئی ت ?ی بچپن میں اس کی ماں نے اسے سک ?ایا ت ?الڑکی کا اصل گ ?ر اس کا سسرال ہوتا ہے وہ ایک بار جس گ ?رمیں جائے پ ?ر اس گ ?رسے اس کا جنازہ ہی نکلنا چاہیے..اور یہی بات اس کے ذہن میں اپنے بچپن سے ہی بیٹھ گئی وہ پوری کوشش کرے گی اپنے گ ?رکو بچانے کی اس نازک ڈور کو قائم رک ?نے کی.وہ نفرت سے محبت کا سفر ضرور طے کرے گی.اس نے اپنے آنسو صاف کر کے ایک مضبوط ارادہ کر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لیا

ہ رات کا ک؟انا ک؟انے کے بعد اپنے آفس کی ایک فائل دیکھ رہا تھا۔اس کی پوری توجہ فائل پر ت؟ی لیکن اچانک قدموں کی چاپ سے اس کی توجہ فائل سے ہٹ گئی۔سامنے اس کی وہی حد سے زیادہ سمجھدار ذہین زوجہ محترمہ ک؟ڑی ت؟ی۔اسے محترمہ کی صبح والی واردات یاد آئی۔اس نے ایک نظر غصے سے اسے دیک؟اپ؟ر اپنی توجہ فائل پہ مرکوز کر دی۔وہ اسے نہیں دیک؟نا چاہتا ت؟ا....ہاں البتہ اس لڑکی کی نگاہیں خود پہ ضرور محسوس کر رہات؟ا۔اس میں ایک ناگواری کی لہر پیدا ہو گئی...لیکن ناگواری کو اپنے چہرے پہ نا لا کر اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ اس لڑکی سے پوچ؟ا

کچھ چاہیے کیا...؟

جی وہ میں سونے آئی ہوں۔اسے ج؟نکالگا وہ کسی بھی قیمت پہ اس لڑکی کے ساتھ اپنا بیڈ اپنا روم شئر نہیں کر سکتا ت؟اکل کی بات اور ت؟ی کل دادی کے سامنے وہ کچھ نہیں بول سکا لیکن آج اسے کوئی مجبوری نہیں ت؟ی اس لیے وہ پوری رات تو کیا ایک لمحے کے لیے بھی اس لڑکی کو اپنے پاس اپنے کمرے میں نہیں برداشت کر سکتا ت؟ا۔

تم یہاں نہیں سو گی...گ؟ر میں اتنے سارے کمرے ہیں کسی اور کمرے میں جا کر سو جاو..وہ نظریں چراتے ہوئے بولا...یہ بات کہنے میں اسے خود بھی عجیب لگ رہی ت؟ی کہ اپنی نئی نویلی دلہن کو سونے کے لیے دوسرے کمرے میں ب؟ھیج دے لیکن سچ تو یہی ت؟ا نہ تو اس نے اس رشتے کو قبول کیا ت؟ا اور نہ ہی ک؟بی کرے گا..وہ لڑکی ت؟وڑی دیر اسے خاموش نظروں سے دیک؟تی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

وہ کمرے سے باہر نکل کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اپنے مغرور اور گبرو شوہر کے سامنے بہ مشکل اس نے اپنے آنسو روک رک؟ے ت؟ے لیکن اس کمرے میں آتے ہی اس کے آنسو کا بند ٹوٹ چکا ت؟ا۔اسے بہت شکوے ت؟ے اپنے ماموں سے کیوں کیا انہوں نے اس کا رشتہ اتنے بڑے گ؟ر میں..اگر وہ اپنے ہی گاوں میں کسی غریب مزدور کے ساتھ شادی کرتی تو کیا خوش نہیں رہتی وہ ..اسے دو وقت کی روٹی کے ساتھ ساتھ وہ محبت وہ عزت بھی ضرور دیتا جو اس کا حق ت؟ا لیکن یہاں اس شخص کے سامنے اسے اپنی عزت نفس خودداری غیرت سب کچھ کچلنا ہو گا..اسے اپنے ماموں کے ساتھ ساتھ دور کہیں آسمان پہ موجود اس ہستی سے بھی بہت شکوے ت؟ے جنہوں نے اس کے ماں باپ کا سایہ اس کے بچپن میں ہی اس سے چ؟ین لیا پھر اس نے ساری زندگی مامی کی ڈانٹ ان کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نفرت میں گزاری اور اب بھی زندگی اس پہ مہربان نہیں ت؟ی یہ امتحانات کی کڑیاں تو ختم ہی نہیں ہو رہیں ت؟یں.

اب اس کے لیے سب سے بڑا مسئلہ سونے کا ت؟ی وہ زندگی میں ک؟بی اکیلی نہیں سوئی ماموں کے گ؟ر پہ بھی اس کی کزنز اس کے ساتھ سوتی ت؟یں..اکیلے سونے میں تو اسے ویسے بھی ڈر لگتا تھا اور یہ گ؟ر بھی اس کے لیے نیات؟ا تو اس کے ڈر میں مزید اضافہ ہو چکا ت؟ا. .اس کا وہ پڑ؟ا لک؟ا شوہر جس نے اسے کمرے سے باہر نکال دیا ت؟ا اس نے کیا ایک بار بھی سوچا کہ اس کی بیوی کو اکیلے کمرے میں سوتے ہوئے کتنی گ؟راہٹ ہو سکتی ہے.کیا اس نے سوچا وہ اکیلی کیسے سوئے گی

کچھ بھی ہو جائے میں بھی اب اس کے پاس نہیں جاؤں گی..چاہے مجھے کتنا ہی ڈر کیوں نہ لگے اکیلے سوتے ہوئے

..لیکن میں اس کا دروازہ نہیں ک؟ٹکھاؤں گی...اس نے مستحکم فیصلہ کر لیا ت؟ا افراہیم کے پاس نہ جانے کا ..لیکن جوں جوں رات کی تاریکی اور خاموشی بڑ؟تی گئی اس کے فیصلے کی مضبوطی بھی کم ہوتی گئی..وہ اس کے پاس جانا تو نہیں چاہتی تھی مگر مجبوری تھی اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں تھا اس کے پاس...اسے اپنے آپ پہ پہلی بار اتنی شدت سے ترس آیا..مجبوری کیا ہوتی ہے.اور مجبور میں انسان کتنا مجبور ہو جاتا ہے یہ وہ اچ؟ے سے سمجھ چکی تھی.

وہ یونہی لیٹے لیٹے چ؟ت کو گ؟ور رہات؟ا زندگی کس قدر الجھی ہوئی ت؟ی کہاں آ کر وہ پ؟نس چکا ت؟ا..زندگی میں کب کہاں اس نے ایسی غلطی کر دی جس کی اسے یہ سزا ملی...دروازے پہ کوئی زور زور سے دستک دے رہات؟ا..اس گ؟ر میں ان دونوں کے علاوہ تیسرا کوئی نہیں تو ضرور وہی ہو گی اب اتنی رات کو اس پہ کون سا آسمان گر گیا جو وہ اس طرح دروازہ پیٹ رہی ہے وہ غصے سے اٹھ کر دروازہ ک؟ولنے چلا گیا.

جی اب کیا چاہیے محترمہ...اس نے سلگتے ہوئے پوچ؟ا وہ حد سے زیادہ گ؟رائی ہوئی لگ رہی ت؟ی.

جی وہ ہم کو اکیلے سوتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے..اس نے اٹکتے ہوئے کہا.....

یہ کیا ہو رہات؟ا اس کے ساتھ اس کا جی چاہا وہ غصے سے رو دے.اب کیا کرے...دادی جو اتنی بڑی زمہ داری اس پہ سونپ گئیں ت؟یں اس کا وہ کیا کرے.....

او کے آجاو.....لیکن میں اپنا بیڈ تمہارے ساتھ بالکل بھی شئر نہیں کروں گا باقی اس بیڈ کے علاوہ تمہیں اس کمرے میں جہاں سونا ہے سو جاو.....اس نے خشک لہجے میں اس سے کہا.....

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وہ واپس آ کر بیڈ پہ بیٹھ گیا جبکہ وہ نیچے فرش پہ اپنا بستر بنا رہی ت؟ی۔اس نے ناگواری سے اسے دیکھا اور سر ج؟ ٹک کر منہ دوسری طرف کر کے سو گیا۔ پتا نہیں دادی کس عذاب میں ڈال کر گئی ت؟ی اسے۔اس کی خوشحال سکون والی زندگی میں یہ لڑکی کہاں سے آ کر ٹپک گئی اس کا سکون غارت کرنے۔کہاں وہ دن ت؟ے جب کالج کی لڑکیاں اس پہ جان چ؟ڑکتی ت؟یں۔اس کی آواز سننے کے لیے لڑکیوں کی لائن لگی رہتی ت؟ی۔آفس میں بھی کئی لڑکیاں اس سے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر چکی ت؟یں۔لیکن وہ یہاں کہاں آ کر پ؟نس گیا

اس کا دل چاہا ابھی اسے اس کمرے سے تو کیا اس گ؟ر کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی سے بھی نکال دے لیکن وہ چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکتا ت؟ا۔ایک بار تو اس کا دل چاہا اب؟ی کے اب؟ی دادی کو فون کر کے بتائے اسے ان کی محبت سے لائی ہوئی یہ انمول گڑیا بالکل نہیں چاہیے وہ جہاں سے اسے لائیں ت؟یں وہیں جا کر اسے واپس پہنچا دیں۔لیکن دادی چونکہ سفر میں ت؟ی اس لیے دور بیٹ؟ی اپنی اس بوڑھی دادی کو وہ یہ صدمہ نہیں دینا چاہتا ت؟ا ویسے بھی بائیس دن کے بعد تو انہیں آ ہی جانا تھا تب؟ی وہ ان سے صاف صاف کہہ دے گا کہ اسے ان کی یہ سگ ؟ڑ، ہونہار، ہر کام میں ماہر بہو نہیں چاہیے۔لیکن بائیس دن تو دور وہ اسے بائیس سیکنڈز بھی کیسے برداشت کر سکتا ت؟ا۔

کیا کیا نہیں سوچا تھا اس نے اپنی شادی شدہ زندگی کے بارے میں اور یہ کیا ہو گیا۔اسے شدید غصہ ت؟ا دادی پہ بھی خود پہ بھی اور اس لڑکی پہ بھی۔

اور اس غصے میں جانے کب نیند کی دیوی اس پہ مہربان ہو گئی۔صبح آلارم بجنے سے اس کی آنکھ ک؟ل گئی۔۔بے ساختہ اس کی نگاہ بیڈ سے نیچے گئی شکر ہے جو وہ وہاں نہیں ت؟ی وہ اپنی صبح کا آغاز اس کا منہ دیکھ کر ک؟بی نہیں کر سکتا ت؟ا۔۔وہ جمائی لیتے ہوئے بستر کو چ؟وڑ کر واش روم کی طرف بڑ؟ا۔۔منہ ہاتھ د؟ونے اور فریش ہونے کے بعد وہ ناشتے کے لیے نیچے چلا گیا۔۔وہ لڑکی اسے ڈرائنگ روم میں ٹی وی صاف کرتی ہوئی نظر آئی۔اسے ڈر لگا کہیں وہ بے وقوف لڑکی ٹی وی کو بھی نہ د؟و دے۔۔وہ کچن میں چلا گیا جبکہ اس لڑکی کی نظریں خود پہ محسوس کر سکتا ت؟ا وہ۔۔کچن میں ٹیبل پہ اس کی زوجہ محترمہ نے پہلے آملیٹ اور دودھ کا گلاس تیار کر رک؟ات؟ا۔اور کچن کی حالت دیکھ کر ایسا لگ رہا ت؟ا جیسے دادی کی ہر کام میں ماہر بہو نے بڑی مشقت کے بعد یہ ناشتہ بنایا۔اور وہ بھی کوئی خاص نہیں ت؟ا۔

مگر وہ اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو تب ہاتھ لگاتا جب وہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اسے بیوی کا درجہ دیتا..جب اس نے اس لڑکی کو قبول ہی نہیں کیا تو پتا نہیں وہ گ?رلیو بیویوں کی طرح گ?ر کے کام کیوں کر رہی ہے.

اس لڑکی کا بنایا ہوا آملیٹ مکمل طور پر نظر انداز کر کے وہ خود اپنے لیے ناشتہ بنانے لگا..اپنی اس عجیب و غریب شادی سے پہلے بھی وہ اپنے لیے ناشتہ خود ہی بناتا ت?ا

ناشتہ کرنے کے بعد وہ کچن سے اپنے کمرے میں چلا گیا وہاں اس نے اپنے آفس کا کچھ سامان بیگ میں رک?ا اور کنگھی کر کے آفس کے لیے روانہ ہو گیا..وہ لڑکی اب?ی تک ٹی وی کو رگڑ رگڑ کر صاف کر رہی تھی پتا نہیں اسے ٹی وی سے ایسی کیا دشمنی ت?ی جو اس کا کباڑا کرنے میں لگی ت?ی محترمہ..اس پر ناگواری سے ب?ر پور نگاہ ڈال کر وہ گ?ر سے باہر نکل گیا.

وہ صبح جلدی بیدار ہو گئی ت?ی یہ اس کے روز کا معمول تھا. نماز اور قرآن مجید کی تلاوت کے بعد وہ اپنے شوہر محترم کے لیے ناشتہ بنانے نیچے آئی ت?ی..آد?ے گ?نٹے کی مشقت کے بعد بہ مشکل وہ اس بڑے کچن میں مطلوبہ سامان ڈ?ونڈنے میں کامیاب ہوئی ایسے کچن وہ صرف ٹی وی ڈراموں میں ہی دیک?ا کرتی ت?ی اور سامان ڈ?ونڈنے کے بعد اگلا مرحلہ ت?ا چولہا جلانا اس نے اپنی زندگی میں ہمیشہ لکڑیوں کا ہی استعمال کیا ت?ا اس گیس والے چولہے سے اس کا پہلی بار واسطہ پڑ رہا ت?ا..اس لیے اگلے تیس منٹ وہ اس چولہے کے ساتھ سرک?پاتی رہی اور جب یہ پہلے کچھ مراحل طے ہوئے تو اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہ بڑا سا ڈبہ (فریج) ک?ول کر اس میں سے انڈے نکالے ..شکر ت?ا جو انڈے شہروں اور دیہاتوں دونوں جگہوں پہ ایک جیسے ہوتے ہیں.

وہ ناشتہ بنانے کے چکر میں کچن پورا پ?یلا چکی ت?ی اور ایک آملیٹ بنانے کے چکر میں دس آملیٹ شہید کر چکی ت?ی. .پورے دو گ?نٹے اور دس آملیٹوں کی شہادت کے بعد ب?ی اس نے جو کچھ تیار کیا ت?ا اسے ناشتے کے علاوہ سب کچھ کہا جا سکتا ت?ا..اس نے ایک بار پھر سے کوشش کرنی چاہی..اس کے دل میں گ?راہٹ بھی ہو رہی ت?ی اس کا وہ شوہر محترم کیا سوچے گا کیسی بیوی سے واسطہ پڑا ہے جسے ناشتہ تک بنانا نہیں آتا..اپنے گاؤں میں وہ سب سے زیادہ سگ?ڑمانی جاتی ت?ی لیکن یہاں آ کر اس کی ساری قابلیت ہوا ہو چکی ت?ی..وہاں وہ اکیلی بیس لوگوں کا ک?انا بناتی ت?ی جبکہ یہاں ایک آملیٹ بنانے کے لیے اسے کتنی محنت کرنی پڑ رہی ت?ی

خیر خدا خدا کر کے اس نے کچھ بنا ہی لیا اور آملیٹ کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ساتھ دودھ کا گلاس ب?ی رکھ دیا..اور خود باہر آئی باقی گ?ر کے کام کاج دیک?نے یہاں کی تو روٹین ماحول سب کچھ الگ ہے اس وقت وہ اپنے گ?ر میں ناشتہ بنانے کے بعد پوری کچی حویلی میں ج?اڑو مار رہی ہوتی...لیکن یہاں وہ کیا کام کرے گ?رتو پہلے سے ہی صاف ہے ..کچھ سوچ کر اس نے ایک پرانا کپڑا ڈ?وںڈا اور دیواروں کے ساتھ ساتھ فوم والی کرسیوں (صوفوں) کی ب?ی صفائی کرنے لگی ت?ی..اور ان سے فارغ ہو کر وہ ٹی وی کو صاف کرنے لگی جب اس کی نظر اس کے شوہر پہ پڑی وہ بس اسے دیک?تی ہی رہ گئی. اس نے اپنے گاوں میں کہیں بھی ایسا خوبصورت گبرو جوان نہیں دیک?ات?ا..یہ جو خوبصورت سا شخص ت?ا یہ صرف اس کی ملکیت ت?ی ا سے اپنے آپ پہ رشک بھی آیا اور ترس بھی. اس کا شوہر ایک نظر اسے دیکھ کر کچن میں چلا گیا....لیکن اسے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ وہ اس کی بنائی ہوئی آملیٹ کو چ?وڑ کر خود اپنے لیے آملیٹ بنا رہا ہے.

اگر گاوں ہوتا تو وہاں کی لڑکیاں ہنس ہنس کر پاگل ہو جاتیں کہ ایک مرد خود چ اوہ تو آفس جا چکا ت?ا جبکہ وہ وہیں ٹی وی کے پاس گم سم سی ک?ڑی ت?ی. باقی کا وقت وہ اد?راد?رگ?رکا جائزہ لیتی رہی لیکن ان سب سے ب?ی اس کی بوریت بالکل ختم نہیں ہوئی حالانکہ وہاں ٹائم پاس کے لیے کافی چیزیں ت?یں..میگزین اور ڈائجسٹ یہ تو وہ پڑھ نہیں سکتی ت?ی اور رہی بات ٹی وی کی تو وہ ڈر کے اسے آن نہیں کر رہی ت?ی کیونکہ بچپن میں اس نے سنا تھا ان سب چیزوں میں کرنٹ ہوتا ہے اور آن ہوتے ہی پ?ٹ جاتے ہیں..وہ بچپن کے اس ڈر کو اپنے دل سے نکال ہی نہیں پائی.دوپہر کا ک?انا اس نے خود اپنے لیے بنایا تھا گ?رمیں ضرورت کی ہر شے موجود ت?ی یہ الگ بات ہے کہ ان چیزوں کو تلاش کرنے میں اس کا کافی وقت ضائع ہو گیا..امیر لوگوں کی ہر شے الگ ہوتی ہے واش روم سے لے کر کچن تک.

جتنا بڑا ان کا واش روم ہوتا ہے وہاں گاوں میں دو کمرے اتنی جگہ پہ بن جاتے ..اور باقی ساز و سامان الگ..پہلے پہل تو وہ واش روم کو دیکھ کر حیران ہوئی..اس کے شوہر محترم شادی کے تیسرے دن ہی آفس چلے گئے اپنی نئی نویلی دلہن کو اتنے بڑے گ?رمیں اکیلے چ?وڑ کر.

اس نے تو ک?بی زندگی میں ان سب چیزوں کی تمنا نہیں کی ت?ی یہ سب تو اسے بنا مانگے ہی مل گیا لیکن اتنی جلدی اتنی آسانی سے بڑی چیزیں ک?بی نہیں ملا کرتیں.

عصر کی نماز ادا کر کے وہ ایک بار پھر کچن میں گ?س گئی اتنی بڑی عمارت میں اس کی کام کی جگہ صرف کچن ہی ت?ی..وہ اپنے شوہر کے لیے اپنے ہاتھوں سے کچھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اچ؟ا بنانا چاہتی ت؟ی اس لیے وقت سے پہلے ہی تیاری کرنے لگی..وہ جانتی تھی آد؟ے گ؟نٹے کے کام میں وہ تین گ؟نٹے تو ضرور لگا دے گی...اس نے کہیں سنات؟ا کہ شوہر کے دل کا راستہ اس کے پیٹ سے ہو کر جاتا ہے اس لیے وہ اپنے شوہر کے دل میں جگہ بنانے کے لیے اس کی پسندیدہ بریانی بنانا چاہتی ت؟ی...اس کی پسند ناپسند اور اس کے بارے میں کچھ اور معلومات دادی نے عمرے پہ جانے سے پہلے اسے فراہم کیں ت؟یں..چاہے وہ اس سے ناپسند کرے چاہے وہ اس سے نفرت کرے مگر وہ ..وہ ک؟بی اس سے نفرت نہیں کرے گی وہ ایک بیوی ہونے کا فرض ضرور نب؟ائے گی....چاہے وہ شوہر ہونے کا فرض نب ؟ائے یا نا نب؟ائے.

صبح سے کچن میں مختلف الٹے سیدھے تجربات کر کے وہ اب کافی حد تک سمجھ چکی ت؟ی...اسے اس کے واپس آنے کا وقت نہیں پتات؟ا اس لیے سب کچھ جلدی جلدی کرنا چاہتی ت؟ی..اپنی مطلوبہ ہر شے اس نے اپنے پاس کر لیا..اور پیاز کاٹنے لگ گئی پیاز کاٹنے سے اس کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے..یہ صرف پیاز کاٹنے کے آنسو ت؟ے یا ان میں کوئی اور آنسو بھی شامل ہو گئے یہ وہ نہیں سمجھ سکی.

فریج سے گوشت نکال کر اس نے پتیلے میں ڈال دیے .اور چولہے کی آگ ت؟وڑی کم کر کے وہ مغرب کی نماز ادا کرنے کمرے میں چلی گئی.

جب نماز پڑھ کر واپس آئی تو بریانی تیار ہو چکی ت؟ی اس نے احتیاطی طور پر پہلے خود چیک کر کے دیک؟ا اسے توٹ؟ یک لگا لیکن پتا نہیں اس کے شوہر محترم کو پسند آئے گا ب؟ی یا نہیں...وہ اور بھی کچھ بنانا چاہتی ت؟ی لیکن بریانی بنانے میں ہی اتنا وقت ضائع ہو گیا کہ مزید کچھ بنانے کی گنجائش نہیں رہی..وہ اب آہستہ آہستہ کچن سمیٹنے لگی ایک بریانی بنانے کے چکر میں اس نے پورے کا پورا کچن بک؟یر کر رکھ دیات؟ا.

اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی وہ ب؟اگتی ہوئی کچن کے دروازے تک گئی وہ اپنا بیگ اٹ؟ائے اندر داخل ہو چکا ت؟ا..اس کے ہاتھوں میں شاید کچھ ک؟انے کا سامان بھی ت؟ا جو اس نے ٹیبل پر رکھ دیا اور خود اپنے کمرے کی طرف چلا گیا.

ایک توت؟ کن کافی محسوس ہو رہی ت؟ی اور اوپر سے ٹینشن اسے ک؟ائے جا رہے تھے اپنے کمرے میں آ کر اس نے بیگ صوفے پہ پ؟یک دیا اور خود جوتوں سمیت بیڈ پہ لیٹ گیا...یہ شاید اس کی زندگی کے سب سے برے دن چل رہے ت؟ے گ؟رآتے ہی سب سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پہلے زوجہ محترمہ کے درشن ہو گئے .وہ پہلے سے ہی بہت ڈسٹرب ت ?ا اور رہی سہی کسر محترمہ نے پوری کر دی.اسے تو یہ سوچ سوچ کر ہی تکلیف ہو رہی ت ?ی یہ ان پڑھ گوار لڑکی اس کی بیوی کی حیثیت سے اس گ ?ر میں موجود ہے.

کافی دیر وہ یونہی بیڈ پہ لیٹا رہا جب ت ? کن کا احساس کافی حد تک کم ہوا تو اسے ب ?وک لگنا شروع ہوئی.واش روم میں جا کر اس نے ہاتھ منہ د ?وئے اور نیچے چلا گیا..اس نے متلاشی نگاہوں سے اد ?ر اد ?ر دیک ?ا وہ نظر نہیں آئی..لیکن اسے خود کے اس طرح متلاشی ہو کر دیک ?نے پہ بہت غصہ آیا وہ کہاں ہے کیا کر رہی ہے اس سے اسے کیا مطلب جہنم میں جائے اس کی بلا سے.

لیکن ٹیبل کے پاس پہنچ کر اس نے اپنا مطلوبہ شاپر غائب پایا جس میں وہ ہوٹل سے اپنے لیے ک ?انا لے کر آیا ت ?ا.ویسے تو وہ ہمیشہ اپنے لیے گ ?ر یہ ک ?انا خود بناتا تھا لیکن آج ت ?وڑا ت ? کا ہوا اور پریشان ت ?ا اس لیے اس نے ہوٹل سے ک ?انا خرید لیا..مگر یہ شاپر اچانک کیسے کہاں غائب ہو گئی..اسے سمجھ ?نے میں دیر نہیں لگا یہ ضرور اس کی جاہل زوجہ محترمہ کا کام ہو گا..لیکن وہ اس طرح شاپر لے جا کر کہاں غائب ہو گئی..کیا اسے ب ?وک لگ رہی ت ?ی...اور وہ ک ?انا وہ اپنے لیے لے گئی...لیکن وہ خود بھی تو بنا کر ک ?اسکتی ت ?ی..بقول دادی کے تو وہ ہوٹلوں سے ب ?ی اچ ?اک ?انا بناتی ہے.وہ غصے سے ک ?ولتا ہوا کرسی پہ بیٹھ گیا.

اور آنکھیں بند کر کرسی کی پشت پر ٹیک لگا دی..اور پھر اس نے اپنی آنکھیں تب ک ?ولیں جب اس نے ٹیبل پہ کچھ رک ?نے کی آواز سنی...وہ ٹیبل پہ مختلف پلیٹوں میں ک ?انا لگا رہی ت ?ی...اس نے ایک نظر اسے دیک ?ا جو حد سے زیادہ خوش فہمی میں نظر آ رہی ت ?ی..اور پھر ک ?انے کو دیک ?نے لگا..جو وہ بے ترتیبی سے ٹیبل پہ سجا رہی ت ?ی..سالن کے بڑے ڈونگے میں اس نے بریانی ڈالی ہوئی ت ?ی اور چاولوں کی پلیٹ میں اس نے سالن نکالا ہوا ت ?ا اور سب سے عجیب بات اس نے روٹیاں پتیلے میں رکھ دیں ت ?یں...اس نے غصہ ضبط کر لیا اور صرف خاموشی سے اسے یہ سب کاروائی کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا..جب وہ سب کچھ مکمل کر چکی تب بھی وہ وہیں ک ?ڑی اسے دیک ?تی رہی..

کچھ چاہیے..اس نے سرد لہجے میں اسے مخاطب کیا..اسے مخاطب کرنا اس کی مجبوری ت ?ی وہ ک ?انے کے دوران اسے بالکل بھی اپنے پاس نہیں دیکھ سکتا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ت ?ا۔وہ اپنی گردن ہلا کر دوبارہ کچن میں چلی گئی اور برتن د?ونے لگی لیکن وہ جانتات ?اوہ برتن د?وتے ہوئے بھی اسے ہی دیکھ رہی ہے۔

وہ اسے نظر انداز کر کے ک ?انے کی طرف متوجہ ہوا اس کی لائی ہوئی ساری چیزوں کے ساتھ بریانی کا بھی اضافہ ت ?ا۔یہ بریانی وہ تو نہیں لایا ت ?ا تو پھر ضرور دادی کی اس سگ ?ڑ بہو نے بنائے ہوں گے۔ویسے تو بریانی اس کی پسندیدہ ڈش ت ?ی لیکن یہ چونکہ اس محترمہ نے بنایا تھا اس لیے وہ اس ٹیبل پہ موجود بریانی کو چ ?وڑ کر ہر ڈش کے ساتھ انصاف کرنے لگا۔۔حالانکہ اس کا دل بہت چاہ رہات ?ا وہ بریانی ک ?ائے لیکن دل کی اس خواہش کے درمیان اس کی انا آ رہی ت ?ی اور وہ صرف بریانی کے لیے اپنی انا ک ?بی نہیں کچل سکتات ?ا۔

ک ?انے کے بعد ٹشو سے ہاتھ صاف کرتا وہ لاونج میں رک ?ی ٹی وی دیک ?نے لگا۔ٹی وی دیک ?تے وقت بھی وہ پتا نہیں کیوں بار بار ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔۔دو گ ?نٹے کے بعد وہ ٹی وی کو چ ?وڑ کر اپنے کمرے کی طرف جا رہات ?ا حالانکہ وہ جو مووی دیکھ رہا تھا اس کے ختم ہونے میں اب ?ی آد ?ا گ ?نٹہ باقی ت ?ا لیکن پتا نہیں کیوں اس کا ٹی وی دیک ?نے کو بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا۔ایسا پہلے ک ?بی نہیں ہوا وہ ہر مووی مکمل ہی دیک ?ا کرتا۔

سیڑھیاں عبور کر کے وہ اپنے کمرے میں آیا۔۔کمرے میں جاتے ہی سب سے پہلی نظر اس پہ ہی پڑی وہ فرش پہ پوری دنیا سے بے خبر سو رہی ت ?ی۔۔کتنے اطمینان سے وہ نیند کی آغوش میں ت ?ی۔اس کا سکون چ ?ین کر،اس کی خوشی چ ?ین کر۔

وہ بنا کوئی آواز پیدا کیے بیڈ پہ آ کر لیٹ گیا۔نیند کو کافی دیر تک بلانے کی کوشش کرتا رہا۔بہر حال رات کے جانے کون سے پہر وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو چکا ت ?ا۔

پ ?ر اسے کی آنکھ رات کے دو بجے ک ?لی اس نے اس لڑکی کو دیک ?ا جو بے خبر سو رہی ت ?ی۔اسے پیاس اور ب ?وک کا احساس ہوا۔عموماً رات کو اسے ب ?وک اور پیاس کا احساس ہوتا رہتا اس لیے وہ ہمیشہ اپنے لیے فریج میں ک ?انا بچا کر رک ?تا۔۔لیکن آج جہاں تک اسے یاد پڑ رہا ہے وہ جو ک ?انا لایا ت ?ا وہ سارا ختم کر چکا ت ?ا اب اسے اپنی ب ?وک مٹانے کے لیے خود ہی کچھ نہ کچھ بنانا ت ?ا۔۔۔وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

دروازہ کھلنے کی آواز سے اس کی آنکھ ک ?لی۔اس نے سب سے پہلے اٹھ کر دروازے کو نہیں بیڈ کو دیک ?ا۔۔جب اسے بیڈ سے غائب پایا تو وہ حیرانی سے ک ?ڑی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہوگئی..سامنے دیوار پہ لگی سوئیوں والی گ?ڑی سے اس نے وقت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی تو اسے حیرت ہوئی دو بج رہے ت?ے. اتنی رات کو وہ باہر کیا کرنے چلا گیا...پانی پینے...؟ہیں پانی کا تو جگ رک?ا ہوا ہے پ?رکہاں گیا..اسے تجسس ہونے لگی اور وہ کمرے سے باہر نکل آئی ..آہستہ آہستہ اد?ر اد?ر نگاہیں دوڑاتے ہوئے وہ سنگ مرمر سے بنی سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی اسے کچن سے کچھ آوازیں آنے لگیں..اس نے قدموں کا رخ کچن کی جانب کر دیا.

کچن کے دروازے پہ پہنچ کر اس پہ عجیب انکشاف ہوا .وہ رات کے دو بجے ک?ا ک?ارہات?ا اس کا منہ دوسری طرف ت?ا اس لیے وہ اسے دیکھ نہ سکا....اور غور کرنے پہ اسے پتا چلا وہ اس کی بنائی ہوئی بریانی ک?ارہا ت?ا..یہ انکشاف خوشگوار ت?ا اس کے چہرے پہ مسکراہٹ کے ساتھ ساتھ حیرت ب?ی ت?ی.

رات کے ک?انے میں ٹیبل پہ موجود ہر شے ک?انے والا اس کا وہ شوہر محترم صرف اور صرف اس کی بنائی ہوئی بریانی کو نظر انداز کر گیا..اسے اس وقت حقیقتاً بہت دکھ ہوا..وہ کچن میں کافی دیر تک روتی رہی اس نے اتنی محنت سے اس کے لیے بریانی بنائی ت?ی اور اس نے چک?نا تک گوارا نہیں کیا..اسے غصہ آیا اپنے مغرور شوہر پہ..اسے جتنا غصہ ت?ا جتنا دکھ ت?ا وہ سب اب ختم ہو چکا ت?ا..رات کے ک?انے میں اس کے انا پرست شوہر نے بریانی کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور اب رات کے دو بجے وہ اس کی بنائی ہوئی بریانی کتنی رغبت سے ک?ارہا ت?ا.

وہ دروازے سے واپس پلٹ آئی ..اور کمرے میں آ کر سونے کے لیے لیٹ گئی..اسے پہلے اگر دکھ کی وجہ سے نیند نہیں آرہی ت?ی تو اب وہ خوشی سے سو نہیں پائے گی.

بیس منٹ بعد اس نے دروازے پہ اس کی آمد کو محسوس کیا..لیکن وہ خود کو سوتا ہوا ظاہر کر رہی ت?ی..جبکہ دل ہی دل میں اپنے شوہر کی اس عجیب وغریب چوری پہ مسکرا بھی رہی تھی.

اگلی صبح وقت پہ بیدار نہیں ہو سکا..اسے آفس جانا ت?ا اور وہ آد?اگ?ٹہ دیر سے اٹ?ا اور کل کی طرح آج بھی سب سے پہلے اس نے اپنے بائیں جانب اس لڑکی کے بستر کی طرف دیک?ا..وہ اسے وہاں نظر نہیں آئی..وہ اٹھ کر واش روم کی طرف چلا گیا..اسے آفس جانے میں پہلے ہی دیر ہو چکی تھی.

واش روم سے جب وہ نہا کر تولیے سے بال رگڑتا ہوا باہر آیا تو نیلے رنگ کی شرٹ بیڈ پہ دیکھ کر وہ ٹ?ٹک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

گیا۔وہ استری کر کے بیڈ پہ رکھ دیا گیا ت؟ا۔اتنے سارے کپڑوں میں اس نے نیلے رنگ کا ہی انتخاب کیوں کیا...گویا اس کی زوجہ محترمہ کو معلوم تھا کہ نیلا رنگ اس کا پسندیدہ رنگ ہے لیکن یہ اسے کیسے پتا چلا...؟۔اسے اپنی بیوی کی یہ مشرقی ادا تسکین نہیں پہنچا سکی مزید سلگ؟اگئی۔

کیوں ہاتھ لگایا اس نے میرے کپڑوں کو...؟

کس حق سے اس نے میری شرٹ استری کی....؟

یہ وہ سوالات ت؟ے جو وہ غصے سے اپنے آپ سے کر رہات؟ا۔لیکن وہ بھی اپنے نام کا ایک ت؟ا جب وہ اسے بیوی تسلیم نہیں کرتا تو وہ اس کے استری کیے ہوئے کپڑے کیوں پہنے...اس نے وہ شرٹ واپس الماری میں رک؟ی اور ایک سفید رنگ کی شرٹ پہن لی...یہ الگ بات ہے کہ اس سفید شرٹ میں کئی شکنیں پڑ چکی ت؟یں۔عموماًوہ اپنے سارے کام خود کرتات؟اک؟انا پکانے سے لے کر کپڑے استری کرنے تک...لیکن آج تو وہ پہلے ہی کافی لیٹ ہو چکات؟ا اس لیے جیسے تیسے وہ شرٹ پہن کر بالوں میں جلدی جلدی کنگ؟ی پ؟یر کر وہ بیگ اٹ؟اکر نیچے آیا۔

اس کا ناشتہ کرنے کا آج بالکل ارادہ نہیں ت؟اوہ وہیں آفس میں ہی کچھ نہ کچھ لے لیتا..پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ت؟ی اس لیے وہ جلدی جلدی بڑے بڑے قدم اٹ؟اتا ہوا گ؟ر کے بڑے دروازے تک گیا۔اب؟ی اس نے دروازہ ک؟ولنے کے لیے ہاتھ بڑ؟ایا ہی ت؟ا کہ اپنی زوجہ محترمہ کی آواز پہ رک گیا۔

سنو جی....اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اسے اس طرح اپنا پیچھے سے آواز دے کر بلانا بالکل بھی اچ؟ا نہیں لگا۔اس نے کوئی بات تو نہیں کی البتہ اس کی طرف سوالیہ نظروں سے ضرور دیک؟ا۔

وہ جی گ؟رکات؟وڑا سامان لانا ہے...اس نے جج؟کتے ہوئے کہا..جبکہ اسے اس طرح پیچھے سے بلایا جانا اور اب پورے حق کے ساتھ گ؟ر کے سامان کا آرڈر دینا بالکل ناگوار گزرا اور یہ ناگواری اس کے چہرے سے بھی عیاں ت؟ی۔

کیالانا ہے..؟چہرہ سپاٹ ت؟ا۔

وہ...جی چینی اور چائے کی پتی۔

بس...؟

نہیں وہ سرخ مرچ اور پیاز بھی ختم ہو گیا....وہ پوری کی پوری مشرقی ادا میں مخاطب ت؟ی۔

او کے..اور کچھ....؟

سبزی بھی ختم ہو گئی اس ڈبے سے۔

کون سے ڈبے سے..؟وہ حیران ت؟ا

وہی جی..جو اندر رک؟اہوا..جسے ک؟ولو تو سرخ بتی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

جلتی ہے۔

اس نے دماغ پہ زور دیا۔

وہ..وہ..اسے فریج کہتے ہیں بے وقوف...اس نے عجیب نظروں سے اس لڑکی کو دیک ?ا۔

ہاں جی وہی فراج سے۔

فراج نہیں فریج...اس نے اپنے لفظوں پہ زور دیا۔

کیا جی...فاریج۔؟۔اس نے ب ?ول پن سے سوال کیا۔

فاریج نہیں....اچ ?اچ ?وڑو یہ بتاو اور کیا کیا لانا ہے۔وہ دانت پیس کر بولا

وہی ب ?ی جی اور...اور.....وہ کچھ سوچنے لگی...

اگر اس کی کوئی پڑ ?ی لک ?ی بیوی ہوتی تو وہ ایک منٹ میں ہی لسٹ بنا کر دیتی اسے لیکن یہ گاوں کی گوار اسے دوگ ?نٹوں سے گ ?ر کا سامان رٹوا رہی ہے

کچھ یاد آیا محترمہ...یا پھر میں یہیں بیٹھ کر آپ کی یادداشت واپس آنے کا انتظار کروں..اس نے طنز ب ?رے لہجے میں اس مخاطب کیا۔وہ پتا نہیں اس کے طنز کو سمجھ سکی یا نہیں بہر حال اس نے اپنی زبان کو ت ?وڑی تکلیف ضرور دی۔

وہ جی وہ جو لال لال سی ہوتی ہے....اب اسے حقیقتاً غصہ آیا

لال لال سی کوئی ایک چیز نہیں ہوتی۔اور کیا میں بازار میں جا کر یہ کہوں گا محترمہ بانی صاحبہ کسی لال چیز کا کہہ رہیں ت ?یں آپ مجھے وہی لال چیز دے دیں۔اب کی بار وہ غصہ نہیں چ ?پا سکا وہ اس کے غصے سے ڈر گئی

میں سب سودے ب ?جوا دوں گا..او کے..اس کی آنکھوں میں ب ?رے وہ آنسو دیکھ چکا ت ?ا اس لیے وہ نہیں چاہتا ت ?ا وہ اس کے سامنے کوئی سیلاب جاری کرے وہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

وہ وہیں ک ?ڑی اپنے آنسو پہ قابو پانے کی کوشش کرتی رہی۔اسے دکھ اس کے رویے سے نہیں بلکہ اس بات سے پہنچا ہے کہ وہ شرٹ جو اس نے اتنی محبت کے ساتھ استری کی وہ کیوں نہیں پہن کر گیا

باقی کا سارا دن بھی وہ اداس رہی اس نے دوپہر کو ہی ایک ملازم کے ذریعے گ ?ر کا سارا راشن ب ?یج دیا ت ?ا وہ بھی جو اس نے کہا اور وہ بھی جو وہ نہ کہہ سکی..باقی کا بہت سارا وقت اس نے سامان کو ترتیب دینے میں گزار دی۔اس لیے اسے کچھ سوچنے کی مہلت ہی نہ ملی سبزی آ چکی ت ?ی اس نے کچھ سبزیاں فریج میں ڈالیں اور رات کے کھانے کی تیاری کے لیے آلو اور قیمہ الگ کرنے لگی..اب وہ ایک کام میں تو ماہر ہو چکی ت ?ی ک ?انا بنانے میں۔ ایسا نہیں ت ?ا کہ اسے ک ?انا بنانا نہیں آتا ت ?ا لیکن

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس عجیب کچن میں ک ?انا بنانے کا اس کا تجربہ نیا ت ?ا... یہاں سب کام آسان ت ?ے گاوں کی نسبت. ..یہاں چولہا جلانے کے لیے لکڑیاں ڈ ?ونڈ ڈ ?ونڈ کر نہیں لانی پڑتیں ت ?یں... پانی کا انتظام پاس میں ہی ت ?ا اور ہر چیز علیحدہ علیحدہ صاف نظر آرہات ?ا جبکہ وہاں سالن میں نمک ڈالو تو دوگ ?نٹے تک مرچوں کا ڈبہ نہ ملے.... یہاں ساری سہولیات ہونے کے باوجود بھی وہ شروع شروع میں کچھ ج ?جک رہی تھی لیکن اب چونکہ وہ کچن کے بارے میں کافی معلومات حاصل کر چکی ت ?ی اس لیے اسے کام کرنے میں بہت مزا آرہات ?ا..روز بروز نئی نئی چیزوں سے آشنا ہو رہی تھی... قیمہ تیار ہونے میں اب ?ی کافی وقت ت ?ا اس لیے وہ اپنے کمرے میں آئی اسے ایک بار اس کی ایک سہیلی نے بتایات ?ا.

بانی یہ جو شہری مرد ہوتے ہیں ان کو کریم پاوڈر والی لڑکیاں بہت پسند آتی ہیں..اس وقت تو اس نے اس بات پہ غور نہیں کیا لیکن اب چونکہ مصیبت سر پہ آن پڑی تھی تو ان سب چیزوں کو استعمال کرنا ت ?ا..وہ میک اپ کا ڈبہ جو دادی نے اسے دیا ت ?اوہ جوں کا توں پڑا ہوا ت ?ا اس نے ہاتھ تک نہیں لگایا !اسے میک اپ سے ہمیشہ چڑ ہوا کرتی ت ?ی اور اسے اچ ?ے سے میک اپ آتا بھی کہاں ت ?ا اس نے ک ?بی میک اپ کیا ہی نہیں ک ?بی ضرورت ہی نہیں پڑی وہاں پہ بھی صرف صابن سے منہ د ?ویا کرتی ت ?ی.

اس نے اپنی پرانی لوہے کی پیٹی سے وہ میک اپ والا ڈبہ باہر نکالا..اس ڈبے میں ایسی چیزیں ت ?یں جن کے نام تو دور شکل تک ک ?بی نہیں دیکھ ?ی اس نے..اب ایسے میں انہیں استعمال کرنا کافی مشکل ت ?ا.

اس نے سارا سامان الٹ پلٹ کر دیکھ ?ا اسے ان سیکڑوں چیزوں میں جو کام کی چیز لگی وہ منہ پہ لگانے والی کریم، لپ اسٹک، اور آئی شیڈ ت ?ی..باقی سارا کا سارا سامان اس کے لیے بے کار ت ?ا.

یہ تینوں چیزیں لے کر وہ آئینے کے سامنے بیٹھ گئی.کریم تو جیسے تیسے لگا ہی لیا اس نے آئی شیڈ ب ?ی ترتیب اور بے ترتیبی سے لگ گیا اب اصل مسئلہ لپ اسٹک کا ت ?ا..اس نے ک ?بی خود لپ اسٹک نہیں لگایا بچپن میں بھی جب کوئی شادی وغیرہ ہوتی تو اس کی کزنز اس کو زبردستی لپ اسٹک لگایا کرتیں اسے ان سب چیزوں میں ک ?بی کوئی دلچسپی نہیں تھی.دس مرتبہ اس نے لپ اسٹک لگایا اور ایک مرتبہ بھی سہی نہ لگا سکی لیکن اس نے کوشش کرنا نہیں چ ?وڑا..وہ تب تک لگاتی رہی جب تک سہی نہیں لگا اور بیس منٹ کی مشقت کے بعد بہر حال اس نے کچھ ڈھنگ سے لپ اسٹک لگا ہی لی..اسے بالکل پرفیکٹ تو

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

خیراب بھی نہیں کہا جا سکتا ت ?ا لیکن پہلے کی نسبت کافی بہتر ت ?ی...اس نے نیلے رنگ کی فراک پہن رک ?ی ت ?ی نیلا رنگ اس کا پسندیدہ رنگ ت ?ا اس لیے اس نے اس کی پسند سے ہی خود کو تیار کیا.

اور پھر میک اپ کے بعد کچن میں آئی آلو قیمہ کے ساتھ ساتھ اس نے میٹ ?ے میں ک ?یر بھی بنائی..وہاں تو وہ صرف سالن بناتی ت ?ی اور روٹیاں.بس اس کے علاوہ وہاں کوئی دوسرے لوازمات نہیں ہوتے ت ?ے لیکن یہاں تو پندرہ طرح کے ک ?انے بنتے ہیں.

وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا بیگ اس نے صوفے پہ رکھ دیا اور ک ?انا جو وہ ہوٹل سے اپنے لیے لایا ت ?ا وہ بھی اس نے وہیں رکھ دیا اور خود بھی گرنے کے انداز میں صوفے پہ بیٹھ گیا...اس نے ناگواری سے اد ?ر اد ?ر دیک ?ا...وہ اسے نظر آ ہی گئی...اسے دیکھ کر ایک پل کے لیے وہ اس سے نظریں نہیں ہٹا سکا..اس نے جو عجیب و غریب میک اپ کر رکھا تھا اس سے وہ خوبصورت تو کیا خاک لگتی الٹا عجوبہ بن چکی ت ?ی اس کا یہ میک اپ دیکھ کر اس کے لیے ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو رہا ت ?ا ..تو وہ پاگل لڑکی اسے پٹانے کے لیے ان سب چیزوں پہ اتر آئی ہے مگر وہ جو کر لے وہ اسے ک ?ب ی قبول نہیں کرے گا.

وہ اب اس کا بیگ اٹ ?انے لگی وہ منہ دوسری طرف کر کے خاموش بیٹھا تھا..وہ بیگ اٹ ?ا کر جانے کہاں لے گئی..جبکہ وہ فریش ہونے کے لیے اپنے کمرے میں آ گیا....جب وہ نیچے ک ?انے کے لیے گیا تب تک وہ ک ?انا میز پر سجا چکی ت ?ی..وہ ایک کرسی ک ?ینچ کر بیٹھ گیا جبکہ وہ وہیں ک ?ڑی اسے دیکھ رہی تھی.

ک ?انا ک ?ایا تم نے..؟..کسی بھی جذبات سے عاری اس نے سنجیدہ لہجے میں اس سے پوچھا.

نہیں آپ ک ?ا لیں جی ہم بعد میں ک ?ائیں گے..اس نے شرماتے ہوئے کہا وہ سمجھ نہیں سکا اس میں شرمانے والی بات کون سی ت ?ی.

تو بیٹ ?و ک ?انا ک ?او...اس نے اپنی پلیٹ میں سلاد ڈالتے ہوئے کہا.

جی...وہ..ہم...؟اس کی اس جی میں حیرت کم اور انکار زیادہ ت ?ی.

ہاں تم..اور کوئی نظر آ رہا ہے اس گ ?ر میں.اس بار وہ اس کی طرف دیک ?تے ہوئے بولا

ہمارے گاؤں میں رواج ہے جی پہلے شوہر ک ?انا ک ?الے اس کے بعد بیوی اس کا بچا ہوا ک ?انا ک ?اتی ہے...اس نے سادگی سے کہا...جبکہ وہ حیران بھی ت ?ا اور خود کے شوہر کہے جانے پہ ت ?وڑا غصہ بھی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ت ؟ا لیکن اس نے مزید اسرار نہیں کیا..وہ کچھ دیر
ک ؟ڑی اسے دیک ؟تی رہی پ ؟روہاں سے چلی گئی
لیکن وہ جانتات ؟اوہ جہاں کہیں بھی گئی ہے اسے دیکھ رہی
ہوگی

کیا مصیبت ہے. ..؟..وہ نوالہ منہ میں رک ؟تے
ہوئے بڑبڑایا...اس نے پہلی بار ک ؟انے کی ٹیبل پہ نگاہ
دوڑائی آج کل کی نسبت بہت ڈشز بنائی گئی ت ؟یں...آلو
قیمہ اس کا پسندیدہ ت ؟الیکن چونکہ یہ اس نے بنایا ہے اس
لیے وہ ک ؟انا نہیں چاہتات ؟اکل رات اس کے ہاتھ کی
بنی بریانی ک ؟اکر ہی اس نے اعتراف کیا وہ ک ؟انا
واقعی بہت اچ ؟ا بناتی ہے اور اب قیمے کی ب ؟ی
زبردست خوشبو آ رہی ت ؟ی وہ ک ؟انا ب ؟ی چاہتا
ت ؟ااور نہیں بھی ک ؟انا چاہتات ؟ا...اس نے چور
نگاہوں سے اد ؟راد ؟ردیک ؟اجب اسے وہ نظر نہ آئی تو
بچوں کی طرح چوری کرتے ہوئے اس نے ت ؟وڑا قیمہ
اپنی پلیٹ میں ڈالا اور پھر ڈونگے کے اوپر ویسے ہی
ڈ؟ کن رکھ دیا یہ ظاہر کرنے کے لیے اس نے قیمے کو ہاتھ
تک نہیں لگایا..پہلا نوالہ منہ میں رک ؟تے ہی اسے ایک
خوشگوار احساس ہوا، ہوٹل کے ک ؟انوں میں وہ ذائقہ
ک ؟بی نہیں آ سکتا جوگ ؟رکے بنائے ک ؟انوں میں
ہوتا ہے اور ایک مرد چاہے کتنا بھی اچ ؟اک ؟انا کیوں نہ
بناتا ہوں لیکن ایک عورت سے اچ ؟اک ؟انا وہ ک ؟بی
نہیں بنا سکتا..وہ خود ہمیشہ ٹی وی پہ ریسپیز دیکھ دیکھ کر مختلف
پکوان بناتات ؟ااس نے خود قیمہ بھی کئی بار بنایا لیکن اس
میں یہ ذائقہ ک ؟بی نہیں ت ؟اجو اس کے بنائے ہوئے
قیمے میں ت ؟ا.

ک ؟انے سے فارغ ہو کر وہ صوفے پہ بیٹھ کر ٹی وی
دیک ؟نے لگا اب ؟ی وہ سوچ رہا تھا کہ اپنے لیے چائے
بنائے لیکن اس کی سوچ سے بھی پہلے وہ اس کے لیے چائے
لیے اس کے پاس ک ؟ڑی ت ؟ی..اب وہ چائے اس
کی طرف بڑ ؟ارہی ت ؟ی اس نے چائے کا کپ اس
کے ہاتھوں سے لے لیا حالانکہ اس کا کپ لینے کا کوئی ارادہ
نہیں ت ؟اپ ؟ر بھی پتا نہیں کیوں اس نے کپ
ت ؟ام لیا اور اب جب کپ اس کے ہات ؟وں میں
ت ؟اتو مطلب اسے چائے بھی پینی ت ؟ی.

وہ بھی اس کے برابر رک ؟ے صوفے پہ بیٹھ گئی اس کا
اس طرح بیٹ ؟نا اسے بہت برا لگا..لیکن وہ اسے کچھ کہہ
بھی نہیں سکتات ؟ا.

یہ کیا ہے جی...؟..اس نے ٹی وی کی طرف اشارہ کیا
ٹی وی ہے..اس نے چائے کا سپ لیتے ہوئے سنجیدگی
سے کہا.

یہ ٹی بی کرنٹ تو نہیں مارتا جی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں اگر اسے انسانوں کی طرح آن کیا جائے تو...وہ ناگواری سے بولا.

یہ کدھر سے آن ہوتا ہے جی..اس نے ایک اور سوال کیا

وہ اس بڑے والے بٹن سے...اس نے ٹی وی کے بٹن کی طرف اشارہ کیا.....چائے پیتے ہوئے اس نے محسوس کیا وہ ک?انے کی طرح چائے بھی زبردست بناتی ہے..

اور یہ کیا ہے جی...اب اس کا اشارہ ریموٹ کی طرف ت?ا.

یہ ریموٹ ہے...وہ شدید کوفت میں مبتلا ہو چکا ت?ا.

یہ رٹوٹ (ریموٹ) کیسے چلتا ہے جی...اس نے معصومیت سے ایک اور سوال کیا..اس کے ریموٹ کو رٹوٹ کہنے پہ بے ساختہ اس کے ہونٹوں پہ تبسم پ?یل گئی.

اس سے آواز کم اور زیادہ ہوتا ہے..اور یہ بٹن چینل تبدیل کرتا ہے ..وہ ریموٹ اٹ ?ا کر اسے کسی چ?وٹے بچے کے انداز میں سمج ?ارہا ت?ا.

یہ چینل کیا ہوتا ہے جی...اور اس کا دل چاہا ریموٹ اپنے سر پہ دے مارے.

چینل مطلب...یہ فوٹو تبدیل ہوتے ہیں..اب کی بار وہ زرا غصے سے بولا.

اچ?ا جی آپ کتنے پڑ?ے ہوئے ہو..اب اس کی زاتی زندگی پہ سوال کیا گیا.

ایم بی اے کیا ہوا ہے میں نے..وہ تنک کر بولا.

یہ کتنا ہوتا ہے جی...اور وہ یہ کیوں ب?ول گیا کہ اس کی زوجہ محترمہ پڑ?ی لک?ی نہیں ہے.

سولہ جماعتیں...اس نے ایک ایک لفظ پہ زور دے کر کہا لیکن اس نے سوالات کا سلسلہ جاری رکھا.

آپ کہاں سے پڑ?ے ہو جی.

لندن سے اس نے چائے کا گ?ونٹ ب?ر کر کہا..لیکن اگلا سوال سب سے زیادہ عجیب و غریب ت?ا.....

لندن کون سے صوبے میں ہے..؟اس سوال پہ اس نے گ?ور کر مخاطب کو دیک?ا.

لندن...لندن...یہاں نہیں ہے لندن جہاز پہ جاتے ہیں وہ بہت دور ہے.....وہ ایک ایک لفظ ک?نچ کر بولا.

جہاں دادی گئی ہیں جی...؟.اب وہ چائے ختم کر چکا ت?ا

ہاں...اس نے مزید سوالات سے بچنے کے لیے سراسر ج?وٹ بولا....لیکن اس نے سوالات کا سلسلہ منقطع نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کیا۔

آپ گاڑی خود چلاتے ہوئے....پتا نہیں کیا سوچ کر اس نے یہ سوال کیا

جی ہاں

آپ کو گاڑی چلانا آتا ہے جی..اس نے ایک بار پھر حماقت سے ب؟ رپور سوال کیا

ظاہر ہے میں اگر گاڑی چلا کر آفس جاتا ہوں تو مجھے گاڑی چلانا آتا ہے....اب کی بار وہ تیز آواز میں بولا..اور وہ شاید اس کے جواب سے زیادہ اس کے لہجے سے گ؟ برا گئی تب ؟ی وہ کپ اٹ ؟ا کر کچن میں چلی گئی۔ .اس نے ایک بار پھر ٹی وی دیک؟ نے کی کوشش کی..لیکن اب وہ ٹی وی نہیں دیکھ پا رہات؟ا.اس کا دماغ کہیں اور ت؟ا..اسے الج؟ن ت؟ی...ٹی وی پہ اسے صرف تصویریں نظر آ رہی تھیں آواز وہ نہیں سن پا رہات؟ا..اسے اچانک کیا ہو گیات؟ وڑی دیر پہلے تو وہ بالکل ٹ؟ یک ت؟ا..جب وہ یہاں بیٹ ؟ی ت؟ی تو اس کا دل چاہا وہ یہاں سے چلی جائے تا کہ وہ ٹی وی دیکھ سکے اور اب جب وہ چلی گئی..تو اس کا ٹی وی دیک؟ نے کو بالکل بھی دل نہیں کر رہات؟ا...ٹی وی بند کر کے وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلا گیا

صبح صبح اٹھ کر اس نے نماز قرآن پاک کی تلاوت کے بعد ناشتہ بنایا..وہ اب؟ی تک گہری نیند میں ت؟ا وہ کافی دیر تک اس کے چہرے کو دیک؟تی رہی .وہ اس وقت نیند میں ساری دنیا سے بے خبر بہت معصوم لگ رہا ت؟ا..اس پر سے نظریں ہٹا کر اس نے الماری سے اس کے کپڑے نکالے اور وہ ڈسٹرب نہ ہو اس لیے انہیں استری کرنے دوسرے کمرے میں لے گئی۔

کل صبح تو جناب نے اس کی استری کی ہوئی شرٹ نہیں پہنی لیکن آج وہ اس کے سارے شرٹس نکال لائی ت؟ی۔ وہ کوئی نہ کوئی شرٹ تو ضرور پہنے گا...اگر وہ ضدی ہے تو اسے راہ راست پہ لانے کے لیے وہ بھی ضدی بن جائے گی...

اس کا وہ شوہر محترم اس کی استری کی ہوئی شرٹ نہیں پہنتا اس کے بنائی ہوئی بریانی نہیں ک؟ا تا لیکن رات کو دو بجے بریانی بڑے شوق سے ک؟ائی جاتی ہے..اس سے نظریں بچا بچا کر قیمہ اپنی پلیٹ میں ڈالا جاتا ہے ..اس کے ہاتھوں کی چائے پی جاتی ہے

کب تک بچیں گے آپ شہری بابو....وہ استری کرتے ہوئے سوچ رہی ت؟ی..اس کے سارے کے سارے کپڑے استری کرنے کے بعد وہ انہیں واپس الماری میں رکھ آئی وہ بیدار ہو چکات؟ا کیونکہ واش روم سے آواز آ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رہی ت?ی..وہ نیچے کچن میں اس کے لیے ناشتہ لگانے چلی آئی

واش روم سے نکل کر اس نے الماری ک?ولی اور ایک شرٹ نکال کر پہننے لگا تب اسے احساس ہوا یہ اس لڑکی نے استری کی..اس نے ایک اور شرٹ نکالی وہ بھی استری شدہ ملی...پ?رتیسری چوت?ی حالانکہ اس کے سارے کپڑے استری ہو چکے ت?ے...اسے ت?وڑا غصہ بھی آیا اور حیرت بھی ہوئی جانے کب اٹھ کر اس نے یہ سارے کپڑے استری کیے

لیکن وہ بھی ایک نمبر کا ضدی ت?ا اس نے وہی پرانی شرٹ پہن لی جو اس نے کل سے پہنی ہوئی تھی.وہ جب سیڑھیاں اتر کر نیچے جا رہا ت?ا تو اس نے دیک?اوہ اسے غور سے دیکھ رہی ہے اور نہ صرف دیکھ رہی ہے بالکل مسکراہٹ ضبط کرنے کے لیے منہ پہ ہاتھ رک?ے ہوئے ہے ..وہ قطعی طور پر اسے نظر انداز کرتا ہوا ک?انے کی ٹیبل پہ جا کر بیٹھ گیا..وہ اندر سے اس کے لیے ناشتہ لے آئی...آج اس نے خود ناشتہ نہیں بنایا جب اس کے ہاتھ کی بنی بریانی وہ ک?اسکتا ہے چائے پی سکتا ہے تو ناشتہ کیوں نہیں..؟

وہ ناشتہ رکھ کر اندر چلی گئی جبکہ وہ آرام سے ناشتہ کرنے لگا..ناشتے کے بعد وہ آفس کے لیے نکل گیا

جبکہ وہ ٹیبل پر سے برتن سمیٹنے لگی..سارے کام مکمل کرنے کے بعد اس ڈرتے ڈرتے ٹی وی آن کیا..ٹی وی خوبصورت تصویریں دیکھ کر وہ وہیں صوفے پہ بیٹھ گئی..کوئی گانوں کا چینل لگا ت?ا اوہ حیران ہو کر پوری طرح ٹی وی پہ متوجہ ت?ی..وہ ہیرو اور ہیروئین کو بہودہ ڈانس کرتے دیکھ کر انہیں دل ہی دل میں ملامت کر رہی تھی اور کافی شرما بھی رہی ت?ی حالانکہ گ?ر میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا پھر بھی وہ بار بار ادھر ادھر دیکھ رہی تھی.

کل افراہیم نے جو اسے چینل بدلنا سک?ایا تو انہی بٹنوں کو دباتے ہوئے وہ مختلف چینلز تبدیل کرتی رہی..اچانک فون کی گ?نٹی پورے گ?ر میں گونج اٹ?ی اس نے حیران ہو کر پیچھے دیک?ا اور نظر انداز کر دیا.

ٹرن...ٹرن...ٹرن

ایک بار گ?نٹی سنائی دی اس بار وہ بدک کر صوفے سے ک?ڑی ہو گئی گ?ر اہٹ کے مارے اسے پسینہ آ گیا وہ سمجھ نہ سکی یہ ٹرن ٹرن کی آواز کہاں سے آ رہی ہے

کہیں کوئی جن ب?وت تو نہیں ہیں اس گ?ر میں.

..وہ ڈرتے ڈرتے اد?راد?ر دیکھ رہی تھی.....گ?نٹی ایک بار پ?رسنائی دی..اب کی بار وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹی گ?نٹی مسلسل بجتی ہی جا رہی ت?ی..اس نے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آواز کا تعاقب کرنے کی کوشش کی. تب اسے پتا چلا یہ گ؟نٹی کی آواز اس چ؟وٹے ڈبے سے آرہی ہے

کچھ سوچنے پہ اسے یاد آیا ایسا ہی ایک ڈبہ اس کی سہیلی نجمہ کے گ؟رب؟ی ت؟ا جس سے وہ اپنے ابو جو سعودی عرب میں ت؟ے ان سے بات کرتی...لیکن اس سے بات کیسے ہوتی ہے....وہ سوچ رہی ت؟ی جبکہ گ؟نٹی بج جا رہی تھی.

اس نے درود پاک کا ورد کرتے ہوئے اس چ؟وٹی چیز کو اٹ؟ا ہی لیا جو اس کے اوپر رکھا تھا..تب اسے آواز سنائی دی

ہیلو...

ہیلو....

کوئی ہے.....بات کرو

وہ اس آواز کو پہچان گئی یہ افراہیم کی آواز ت؟ی

جی آپ...وہ.....اس نے کچھ کہنا چاہا جب کہ وہ اس کی بات کاٹ کر بولا

سنو...شام کو میرے آفس کے کچھ دوست ک؟انے پہ آرہے ہیں ہوٹلوں کا ک؟انا وہ نہیں ک؟اتے اگر تم بنا سکو تو

جی ہم بنا دیں گے. وہ جلدی جلدی بولی....

ٹ؟یک ہے میں بھی جلدی آجاوں گا...جو سامان ختم ہو چکا ہے وہ بتاو میں آتے وقت لے آوں گا

اس نے سامان جو ختم ہو گیا ت؟ا وہ اسے بتائیں..اور آخر میں جب وہ پوچ؟نے لگا بس اور تو کچھ نہیں تب وہ بولی

جی وہ یہ ٹی بی بند کیسے ہوتا ہے ..اس نے چلا تو لیا اب اسے بند کرنے کا نہیں پتا...کل بھی اس نے نہیں پوچھا تھا

اسی بٹن سے جس سے تم نے آن کیا....اس نے سنجیدگی سے کہہ کر فون کٹ کر دیا..اس نے ب؟ی وہ چیز دوبارہ اپنی جگہ پہ رکھ دی..اسے ویسے تو اس کی آواز ہمیشہ سے پسند ت؟ی لیکن فون پہ اس کی آواز اسے ہمیشہ سے بھی زیادہ اچ؟ی لگی اور اس کا اس طرح اسے ک؟انا بنانے کا کہنا یہ بات بھی اسے اچ؟ی لگی

ٹی وی بند کر کے وہ سیدھا کچن میں گ؟س گئی وہ سامان چیک کرنے لگی اور اپنی ضرورت کی تمام اشیا الگ کرنے لگی..کوئی مہمان پہلی بار گ؟رآرہا ت؟ا اس لیے وہ کوئی بھی کمی چ؟وڑنا نہیں چاہتی ت؟ی..اس نے بہت سامان استعمال کے لیے علیحدہ کر کے رکھ دیا اسے مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی.

سارے کام چھوڑ کر وہ نماز ادا کرنے اپنے کمرے میں چلی گئی..وہ نماز کو اپنی ہر ضروری سے ضروری کام پر ترجیح دیتی..اس کے ماموں نے بچپن میں ہی اسے ایک بات

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سک ؟ائی ت ؟ی جو اسے نے ایک گانٹھ باندھ کر محفوظ کر لی

ہم انسان بھی بہت عجیب ہوتے ہیں کامیابی کو ہر جگہ ڈ؟ ونڈ تے ہیں حالانکہ ہمیں دن میں دس بار آواز آتی ہے۔

.حی ؟علیٰ ؟الفلاح

حی ؟علیٰ ؟الفلاح

(آؤ کامیابی کی طرف)

(آؤ کامیابی کی طرف)

ہم اس آواز کو ہمیشہ نظر انداز کر دیتے ہیں ہم اپنے چوبیس گھنٹوں پہ مشتمل طویل دن میں سے صرف ایک گ؟ نٹہ ب؟ ی خدا کو نہیں دے سکتے جو ہمیں اتنا کچھ دیتا ہے۔وہ ہمیں نماز کی طرف بلاتا ہے ہم انکار کر دیتے ہیں اور اس کی رحمت تو دیک؟ و وہ پھر بھی ہمیں ک؟ انا دیتا ہے ہماری ضروریات پوری کرتا ہے۔اگر وہ ہم سے کہے آج تو آپ نے نماز نہیں پڑھی آج آپ کو ک؟ انا کیوں دوں...؟..لیکن وہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ دنیا کی سب سے بڑی کتاب میں ننانوے ناموں سے ایک نام رحمٰن بھی ہے۔

یہ بات اسے اس کے ماموں نے اس انداز میں سمج؟ ائی کہ وہ دوبارہ ک؟ بی اپنا کوئی نماز نہیں چ؟ وڑ سکی۔اور جو بھی کام کر رہی ہوتی اذان کی آواز سن کر وہ کام ادھورا چھوڑ کر نماز ادا کرنے جاتی

نماز ادا کر کے وہ ایک بار پھر کچن میں آئی۔وہ الماری میں سے خوبصورت برتن بھی نکالنے لگی اپنی طرف سے وہ جتنا سمجھ سکتی ت؟ ی اتنا کرنے لگی۔اسے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی وہ کچن سے باہر نکل آئی۔افراہیم بیگ اٹ؟ ائے اندر آ رہا تھا۔اس نے بتایا ت؟ ا وہ جلدی آئے گا لیکن اتنی جلدی آئے گا یہ اس نے نہیں سوچا ت؟ ا...وہ کچن میں اس کے لیے ایک گلاس پانی لے آئی ....اس نے ایک نظر پانی کو اور ایک نظر اسے دیک؟ ا اور پانی پی لیا۔وہ خالی گلاس لے کر جب واپس پلٹنے لگی تو اس نے آواز دے کر اسے صوفے پہ بیٹ؟ نے کو کہا وہ ج؟ کتے ہوئے بہر حال بیٹھ ہی گئی

سنو۔میرے آفس کے کچھ دوست شام کو ک؟ انے پہ آئیں گے وہ لوگ دس بارہ کے قریب ہوں گے۔۔میں نہیں چاہتا ان لوگوں کے سامنے ہماری شادی شدہ زندگی کے غلط اثرات پڑیں...اس لیے میں چاہتا ہوں تم اچ؟ ے سے تیار ہو جانا...کپڑے بھی میں لا دوں گا اور ایک بات نیلے رنگ کے کپڑوں کے ساتھ کالے رنگ کی آئی شیڈ کوئی نہیں لگانا ...او کے......وہ غور سے اس کی بات سن رہی ت؟ ی وہ اسے کل کے میک اپ کی بات جتا رہی ت؟ ی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اچ؟اچ؟وڑو میں تمہیں بیوٹی پارلر لے کر جاوں گا وہیں سے تیار ہو جانا اور اب؟ی ان کے آنے میں کافی وقت ہے۔

جی۔کون سا کارلر

کارلر نہیں

بیوٹی۔۔۔۔بیوٹی۔۔۔۔ب۔۔۔ی۔۔۔و۔۔۔ٹ۔۔۔ی۔۔۔ پا۔۔۔رلر۔۔۔اس نے ایک لفظ الگ الگ کر کے اسے سمجھ؟انے کی کوشش کی۔

بٹی پرلر جی۔۔۔۔؟۔اس نے سوالیہ انداز میں پوچ؟ا جبکہ اس نے زور سے اپنے ماتھ؟ے پہ ہاتھ مارا۔۔۔۔

بٹی نہیں ۔۔۔بیوٹی۔۔۔اچ؟اچ؟وڑو۔۔اس بات کو۔۔۔۔تم ان لوگوں کے سامنے کوئی بات نہیں کرو گی او کے۔ ۔اگر تم بات کرو گی تو انہیں پتا چلا جائے گا کہ تم ان پڑھ ہو۔۔۔۔سلام دعا کے علاوہ اور کوئی بھی بات نہیں کرو گی تم اور سلام دعا بھی مد؟م آہستہ آواز میں کرنا۔۔۔ویسے نہیں جیسے فون پہ چلا چلا کر بات کر رہی تھی۔کوئی بہرہ نہیں ہوتا۔او کے

اس نے اپنی گردن ہلائی

اور اتنے لوگوں کا ک؟انا بنالوگی۔۔؟

جی ہم بنالیں گے

ٹ؟یک ہے تم اب؟ی سے تیاری شروع کرو کیونکہ وقت بہت کم ہے اور بعد میں بیوٹی پارلر بھی جانا ہے او کے۔۔۔۔وہ حکم صادر کر کے کمرے میں فریش ہونے چلا گیا

وہ ب؟اگتے ہوئے کچن میں چلی گئی اس کے پاس جناب کے کہے ہوئے کسی بات کو بھی سوچنے کا وقت نہیں ت؟ا جلدی جلدی وہ ہاتھ چلانے لگی

اس وقت مغرب کی اذان ہو رہی ت؟ی جب وہ کچن سے بہ مشکل فارغ ہوئی کئی قسم کے ک؟انے وہ بنا چکی ت؟ی میٹ؟ے میں بھی بہت کچھ بنایات؟ا اس نے ک؟انا اچ؟ا ہے یا برا یہ فیصلہ وہ نہیں کر سکتی ت؟ی اس فیصلے کا حق ان مہمانوں کو ت؟ا۔۔۔اس نے تو اپنے گاوں کے مطابق سارے ک؟انے بنائے لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ڈر ب؟ی رہی ت؟ی۔۔پتا نہیں ان لوگوں کو ک؟انا پسند آئے گا ب؟ی یا نہیں۔۔وہاں کی بات الگ ت؟ی وہاں گاوں میں تو سبھی اس کے ہاتھوں کے بنی ک؟انوں کی تعریف کرتے ت؟ے اور آس پاس کے پڑوسی تو اس سے فرمائش کر کے مختلف پکوان بنواتے ت؟ے لیکن یہ شہر ہے یہاں کی طرز زندگی مختلف ہے۔۔۔یہاں گاوں کے دیسی ک؟انوں کو پسند نہیں کیا جاتا ہوگا۔

مغرب کی نماز ادا کر کے وہ ایک بار پھر کچن میں آئی۔وہ بھی چیزوں کا جائزہ لینے کچن میں آ گیا اب وہ اس سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ایک ایک چیز کے بارے میں پوچھ رہات؟ااور ساتھ ہی ساتھ اپنی رائے کے ساتھ ساتھ اسے کچھ خصوصی نصیحتیں بھی کررہات؟ا۔

اچ؟اک؟انا تو بن گیا اب چلو بیوٹی پارلر...اس نے بریانی ٹیسٹ کر کے کہا

جی اچ؟اہم تیار ہو کر آتے ہیں۔

محترمہ آپ تیار ہونے کے لیے ہی بیوٹی پارلر جا رہی ہیں..چلوت؟وڑی دیر میں وہ لوگ آجائیں گے...دیر ہو رہی ہے...وہ کچن سے باہر نکل گیا جبکہ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے پورچ میں آئی

وہ اس کے لیے کار کا دروازہ ک؟دل چکات؟اوہ بیٹھ گئی۔وہ زندگی میں پہلی بار کار میں بیٹھ رہی ت؟ی اس لیے نہیں جانتی تھی کہ کار میں بیٹ؟نے کے کیا طریقے کار ہوتے ہیں اور وہ ت؟وڑا ڈر بھی رہی ت؟ی.....اس نے بیک ویو مر سے اسے دیکھا اور گاڑی سٹارٹ کر سڑک پہ لے آیا

وہ دونوں ہات؟وں سے سیٹ قابو کر کے بیٹ؟ی ت؟ی۔جبکہ وہ اس کی اس حرکت کو نوٹ کر چکات؟ا

مس بانی صاحبہ یہ کار ہے موٹر سائیکل نہیں..آپ اگر ہاتھ چ؟وڑ کر بھی بیٹ؟یں گی تب بھی نہیں گریں گی۔اس نے طنزیہ لہجے میں اسے مخاطب کیا..اس نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ چ؟وڑ ہی دیے

آپ کو گاڑی چلانا اچ؟ے سے آتا ہے ناں جی...اس نے گ؟راتے ہوئے پچ؟ا۔جبکہ وہ بے اختیار مسکرا دیا نہیں مجھے تو نہیں آتا گاڑی چلانا اس وقت گاڑی کو ایک فرشتہ چلا رہا ہے...کیا پتا کب یہ کسی بڑے ٹرک سے ٹکرا جائے اور آپ بیوٹی پارلر کی جگہ اوپر پہنچ جائیں..اس لیے درود کا ورد جاری رک؟یے...اس نے تو یونہی مذاق کیات؟اجبکہ وہ سچ مچ درود پڑ؟نے لگی

پتا نہیں کہاں سے پکڑ کر لائیں ہیں دادی اس انمول تحفے کو..اس نے دل ہی دل میں سوچا..اور گاڑی پارلر کے سامنے روک دی پہلے وہ خود گاڑی سے نیچے اترا اور اس کے لیے دروازہ کھول دیا وہ بھی ہونٹ ہلاتی نیچے اتری

وہ اس کی تقلید میں چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی وہ اتنے عالیشان اتنے خوبصورت پ؟ولوں سے سجی اس پارلر کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔وہ گ؟ورگ؟ور کر میک اپ کراوتی لڑکیوں کو دیکھ رہی تھی۔کتنی پر اعتماد اور بولڈ لڑکیاں ت؟یں جو انگریزی میں بات کر رہیں ت؟یں...ہنس رہیں ت؟یں مسکرا رہیں ت؟یں..اسے رشک محسوس ہوا ان سبھی لڑکیوں پہ جو اتنی خوبصورت ت؟یں اتنی پر اعتماد...اتنی اچ؟ی انگلش بولتی ت؟یں..ان سب کے شوہر تو انہیں بہت پسند کرتے ہوں گے اس نے دل ہی دل

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں سوچا

کاش میں ب؟ی ان سب میں سے ایک ہوتی..میں بھی اتنی اچھی انگلش بول سکتی کاش میں نے ب؟ی کسی بڑے ادارے سے کوئی بڑی ڈگری حاصل کی ہوتی. تو افراہیم مجھے بہت پسند کرتا..ان ماڈرن لڑکیوں کو دیکھ کر بےاختیار اس کے دل میں ایک عجیب وغریب خواہش پیدا ہوئی....اس نے گردن موڑ کر افراہیم کو دیک؟ا جو اس پارلر والی سے انگلش میں کوئی بات کر رہا ت؟ا.....کتنا خوبصورت لگ رہا ت؟اافراہیم اس وقت اس کے ساتھ تو ان سب میں موجود کوئی لڑکی خوبصورت لگتی اس جیسی ان پڑھ جاہل دیہاتی ہرگز نہیں.

سنو....میں جا رہا ہوں ایک گ؟نٹے بعد تمہیں لینے آوں گا ٹ؟یک ہے یہیں اندر اس کرسی پہ بیٹھ کر میرا انتظار کرنا کہیں باہر مت نکل جانا او کے....؟اس نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیک؟ا اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور وہ مطمئن ہو کر چلا گیا

پ؟روہ لڑکی جس سے اب؟ی ت؟وڑی دیر پہلے وہ بات کر رہا ت؟اوہ اسے ایک دوسرے کمرے میں لے گئی.اس کمرے میں ہر طرف خوشبو ہی خوشبو ت؟ی.اس لڑکی نے اسے ایک کرسی پہ بٹ؟ادیا اس نے آئینے میں خود کو دیک؟ا تو بےاختیار آنکھیں بند کر دیں...اسے نہیں پتا وہ لڑکی اس کے ساتھ کیا کیا کرتی رہی ...ک؟بی اس کے بالوں پہ کوئی مشین چلاتی تو ک؟بی رخسار پر کوئی کریم لگاتی تو ک؟بی آنک؟وں پہ.....اس کے لیے یہ سب نیا ت؟ا اس کی نظر میں میک اپ لپ اسٹک اور آئی شیڈ تک ہی محدود ہے لیکن وہ بے وقوف ت؟ی آئی شیڈ اور لپ اسٹک تو کچھ بھی نہیں. .یہاں تو اور بھی کئی طرح کا میک اپ ہوتا تھا

ایک گ؟نٹے بعد جب وہ مکمل طور پر تیار ہوئی تو آئینے کو دیکھ کر ساکت رہ گئی..وہ اتنی خوبصورت بھی لگ سکتی ہے یہ بات اسے پہلے ک؟بی نہیں معلوم ت؟ی

وہ بس آئینے میں خود کو دیک؟تی رہی اسے یقین نہیں آ رہا ت؟ا آئینے میں ک؟ڑی وہ حسین وجمیل لڑکی کوئی اور نہیں وہ خود ہے...میک اپ سے اس کا خوبصورت چہر نک؟ر آیا ت؟ا...کالے رنگ کے ریشمی فراک کے ساتھ وہ کسی پرستان کی پری لگ رہی تھی.

ایسی خوبصورت لڑکیاں تو وہ ٹی وی میں دیک؟ا کرتی ت؟ی..وہ بے یقینی کے ساتھ اپنے ہات؟وں کو اپنے گالوں کو چ؟و کر دیکھ رہی تھی....ت؟وڑی دیر پہلے وہ ان سب لڑکیوں پہ رشک کر رہی تھی اب میک اپ کر کے وہ ان سب سے اچ؟ی لگ رہی ت؟ی اب اسے افراہیم کے ساتھ چلنے میں کوئی شرم نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اسے ڈرت ?اکہیں اسے اپنے آپ کی ہی نظر نہ لگ جائے..اس کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی ایک بار افراہیم اسے دیکھ لے تب اسے پتا چلے گا اس کی بانی کتنی خوبصورت ہے. ...وہ تو نظریں ہی نہیں ہٹا سکے گا.....ت ?وڑی دیر بعد اس لڑکی نے آ کر اطلاع دی کہ اس کا شوہر آ چکا ہے وہ آرام سے چلتے ہوئے باہر آئی تو افراہیم اسے دیکھ کر جیسے سانس لینا ب ?ول گیا ہو

وہ ایک ٹک اسے دیک ?ے جا رہا ت ?ا اس کی د ?ڑکن کی رفتار بے ترتیب ہونے لگی تھی اس نے بھی شرما کر نگاہیں نیچے کر رک ?یں ت ?یں....بہت دیر بعد وہ خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہوا...

چلیں....?..اس نے اپنے قدم آگے بڑ ?ائے..اب وہ اس کے ساتھ چلتی ہوئی کوئی شرم محسوس نہیں کر رہی ت ?ی

"نائس کپل"

پیچھے سے ایک لڑکی کی آواز آئی اس کی اس بات کا مطلب وہ تو نا سمجھ سکی البتہ افراہیم نے مسکراتے ہوئے اسے کچھ جواب دیا

وہ ڈرائیونگ سیٹ پہ آ کر بیٹھ گیا. وہ بھی بیٹھ چکی ت ?ی اس نے کار سٹارٹ کر کے گ ?ر کے راستے کی طرف موڑ دی..وہ بار بار بیک مرر سے اسے دیکھ رہا تھا اسے دیکھ کر اس کا دل ہی نہیں ب ?ر رہا ت ?ا..آج وہ اتنی خوبصورت جو لگ رہی ت ?ی

کیا یار...دماغ خراب ہے اس دیہاتی جاہل کو کیوں گ ?ور گ ?ور کر دیکھ رہے ہو...مانا کہ وہ خوبصورت ہے لیکن خوبصورتی ہی تو سب کچھ نہیں ہوا کرتی...یہ لڑکی وہ نہیں ہے جس کے ساتھ تو نے اپنی پوری زندگی گزارنی ہے....جس لڑکی کو ٹی وی آن کرنا ہی نہ آتا ہو وہ اس کے ساتھ کیسے ساری زندگی رہ سکتا ہے..یہ صرف ایک سمج ?وتہ ہے بس اور کچھ نہیں.

اس نے خود کو ملامت کیا...لیکن یہ سب سوچنے کے باوجود بھی وہ بار بار بیک ویو مرر سے اسے دیک ?تا رہا جب کہ وہ اس سے بے نیاز سڑک پہ چلتی گاڑیوں کو دیک ?تی رہی.

گ ?ر پہنچ کر وہ سیدھا کچن میں گ ?س گئی جو ت ?وڑا بہت کام باقی رہ گیا ت ?ا وہ کرنے..مہمانوں کے آنے میں اب ?ی ت ?وڑا وقت باقی ت ?ا...کچن سے مطمئن ہو کر نکلنے کے بعد وہ ڈائننگ ٹیبل پہ آئی وہاں کی صفائی کے ساتھ ساتھ اس نے پ ?ول بھی ٹیبل پہ رکھ دیے..اگر اسے زیادہ نہیں ب ?ی معلوم ت ?ا تو اپنے اندازے کے مطابق کچھ نہ کچھ تو وہ کر رہی ت ?ی

اس نے ایک سرسری سے نگاہ صوفے پہ بیٹ ?ے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

افراہیم پہ ڈالی وہ ت ؟ کے ہوئے لگ رہے ت ؟ ے وہ کچھ سوچ کر کچن میں گئی اور گرما گرم تازہ چائے بنا کر اس کے پاس ٹیبل پہ جا کر رکھ دی..چائے رک ؟ نے کی آواز پہ اس نے اپنی بند آنکھیں ک ؟ ولیں

اس کا اس وقت چائے پینے کا موڈ لگ رہا ت ؟ ا لیکن یہ بات اسے کیسے پتا چلی اس بات پہ وہ ت ؟ وڑا حیران ضرورت ؟ ا.

کچھ ہی دیر میں اس کے آفس کے سارے دوست آ گئے وہ سب سے گرم جوشی سے ملا اور ساتھ ہی ساتھ اپنی نئی نویلی دلہن صاحبہ کو بھی دیکھ رہا ت ؟ ا کہیں وہ کوئی غلطی نہ کر دے..وہ اس کی نصیحت کے مطابق صرف سلام دعا کی حد تک ہی بات کر رہی ت ؟ ی....سارے مہمانوں جو تین سٹائلش لڑکیاں ت ؟ یں وہ بڑے اچ ؟ ے طریقے سے اس کا جائزہ لے رہی ت ؟ یں...یا پ ؟ رشاید یہ دیکھ رہی ت ؟ یں کہ اس میں ایسی کیا بات ہے جو افراہیم صاحب نے ہم جیسی لڑکیوں کو نظر انداز کر دیا.

ارے یار کمال کی بیوی ڈ ؟ ونڈ کر لائے ہو کون سے حسین وادی سے پکڑ کر لائے ہو اس پری کو...؟..اس کے ایک دوست نے جو کچھ زیادہ ہی شوخ مزاج ت ؟ ا اس نے کمنٹ پاس کیا..اور آواز اس کی اتنی اونچی ت ؟ ی کہ زرا فاصلے پہ ک ؟ ڑی لڑکیوں کو بھی سنائی دی اور سب قہقہے لگانے لگے

وہ اپنی تعریف پہ ج ؟ نپ گئی

ارے ..رے..اس محترمہ کو دیک ؟ و کیسے دیہاتی لڑکیوں کی طرح شرما رہی ہے....اس کے پاس ک ؟ ڑی ایک لڑکی بولی..اسے ڈر لگنے لگا اس کے سارے دوستوں میں سے کوئی یہ نہ جان لے کہ اس کی بیوی ایک ان پڑھ دیہاتی ہے

اچ ؟ ا یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی پہلے کچھ پیٹ پوجا ہو جائے..؟..افراہیم نے سوالیہ نگاہ سب کے چہروں پہ ڈالی جن کا جواب مثبت ت ؟ ا

ارے یار افراہیم یقین نہیں آتا شہر میں رہ کر تمہاری بیوی اتنا اچ ؟ ا ک ؟ انا بناتی ہے..اس کے ایک دوست نے ک ؟ ا ناک ؟ ا تے ہوئے تبصرہ کیا

وہ تو اس کے ہاتھ کے بنی ک ؟ انوں کا ذائقہ اچ ؟ ے سے جانتا تھا لیکن اس کے دوست پہلی بار ک ؟ ا رہے تھے.....پہلی بار تو اسے بھی حیرت ہوئی بریانی ک ؟ ا کر کیونکہ اتنی ذائقہ دار بریانی اس نے ک ؟ بی نہیں ک ؟ ائی

ہائے..ایک ہماری بیویاں ہیں جنہیں میک اپ سے ہی فرصت نہیں ملتا..دوسرے دوست نے دہائی دی..جبکہ وہ دوستوں کی گفتگو سے زیادہ اسے دیکھ رہا ت ؟ ا وہ لڑکیاں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سرگوشی میں پتا نہیں کریدکریدکر اس سے کیا پوچھ رہیں ت؟یں...جبکہ وہ بول کم اور سن زیادہ رہی ت؟ی یہ مشورہ ب؟ی خود اس نے ہی اسے دیات؟ا

ب؟ابی مج؟ے اس ٹیسٹی بریانی کی ریسپی ضرور دے دیجیے گا..جاتے وقت..وہ حیرانی سے اپنے مخاطب کو دیکھ رہی تھی.وہ سمجھ نہیں سکی وہ کون سی پیس مانگ رہا ہے

ہاں ہاں کیوں نہیں.ہماری مسز آپ کو بریانی بنانے کی ترکیب ضرور دے دی گی...افراہیم نے بات سنبھال کر کہا اور وہ سمجھ گئی

اور ک؟انے کے دوران ایسے چ؟وٹے موٹے مسئلے پیدا ہوتے رہے جنہیں وہ بڑے آرام سے ایک خوبصورت انداز میں سنب؟التا رہا...ک؟انے کے بعد چائے کا دور چلا سب لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر ہلکی پھلکی گفتگو کے ساتھ ساتھ چائے کا بھی مزا لے رہے ت؟ے

وہ خاموش ضرورت ؟ی لیکن اپنے کسی بھی ایکشن سے اس نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ ان سب پڑ؟ی لک؟ی لڑکیوں سے مختلف ہے وہ ایک چ؟وٹے گاؤں سے آئی ایک ان پڑھ لڑکی ہے.وہ بھی خاص طور پر اس پہ نظریں جمائے بیٹھات؟ا....حالانکہ اس کے ایک دوست نے اس کی یہ چوری پکڑ بھی لی

چلتا ہے سب شروع شروع کے دنوں میں ہم بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے..ہم بھی اپنے بیگمات کو بے پناہ چاہتے تھے لیکن اب صرف پناہ چاہتے ہیں..وہ اس کے پاس صوفے پہ بیٹ؟اہوات؟ا اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا.اس لیے کوئی اور نہیں سن سکا..وہ بظاہر مسکرا دیا

مہمانوں کے چلے جانے کے بعد وہ کچن میں چلی آئی بہت کام باقی پڑات؟ا.اس نے سارے برتن سمیٹے..اور کچن میں بک؟ری بک؟ری چیزیں سمیٹنے لگی

وہ باہر ٹی وی پہ بیٹ؟ابنا دلچسپی سے چینل تبدیل کر رہا ت؟ا.اس نے محسوس کیا کہ اس کی نگاہیں ٹی وی پہ بالکل نہیں ہیں پتا نہیں کہاں ہیں.

وہ کئی مرتبہ کچن میں بھی ج؟انک کر دیکھ چکات؟ا وہاں سے برتن ک؟نکنے کی آوازیں آ رہیں ت؟یں

شکر ہے دادی کی بہو نے اس کے دوستوں کے سامنے کچھ تو لاج رک؟ی. نہیں تو وہ تو بہت ڈر رہات؟ا پتا نہیں کیا ہو گا...کیسی حرکتیں کرے گی وہ...اچانک اس کے دوستوں نے نئی شادی کی خوشی میں اس سے ٹریٹ کی فرمائش کر دی اور اس نے پتا نہیں کیسے ہاں کر دی

وہ ٹی وی دیکھ دیکھ کر بیزار ہو چکات؟ا اس کے قدم بے اختیار سی کیفیت میں کچن کی طرف بڑ؟نے لگے..اسے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کچن کے دروازے پہ دیکھ کر اس نے برتن د؟ ونا روک کر غور سے اسے دیکھا.

جی کچھ چاہیے آپ کو....؟اس نے اس لڑکی کی آواز سنی

وہ ہاں یا ناں کچھ نہیں بول سکا کیا بولتا اسے خود بھی نہیں پتا ت؟ اوہ کچن میں کیوں چلا آیا.وہ اب؟ ی تو ٹی وی دیکھ رہا ت؟ اپ؟ ر جانے کیا سوچ کر وہ کچن میں چلا آیا...وہ ذہنی طور پر غائب ت؟ ا کہیں.... بعض اوقات انسان کا اپنے ذہن پہ ب؟ ی اختیار نہیں رہتا اس نے ایک نظر اس لڑکی کو دیک؟ ا جو شاید اس کے کسی جواب کی منتظر ت؟ ی.جواب تو اس کے خود پاس بھی نہیں ت؟ ا تو کیا جواب دیتا..وہ کچن سے باہر نکل کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا

بڑی دیر کے بعد وہ کچن کے کاموں سے فارغ ہوئی تو ت؟ کاوٹ کے ساتھ ساتھ آنکھیں نیند سے بوج؟ ل ہونے لگیں..وہ کمرے میں چلی گئی وہ اب؟ ی تک جاگ رہا ت؟ ا لیپ ٹاپ پہ کوئی کام کر رہا تھا شاید.

وہ فرش پہ اپنا بستر بنانے لگی اس کی نگاہیں وہ مسلسل خود پہ محسوس کر سکتی ت؟ ی.

آپ کے لیے چائے لاوں جی

نہیں..اس نے سنجیدگی سے جواب دیا

آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں جی...پتا نہیں کیا سوچ کر اس نے یہ کہا جبکہ وہ حیرت سے اسے دیک؟ نے لگا وہ کب سے اس کا چہرہ پڑ؟ نے لگی

نہیں تو میں کیوں پریشان ہوں گا....اس نے نفی کی لیکن دل کے بات کی نفی نہیں کر سکا

جب دادی یہاں نہیں ہوتی تو آپ ک؟ انا ہوٹل سے لاتے ہو جی

نہیں خود بناتا ہوں..اس کی نظریں لیپ ٹاپ پہ ت؟ یں.

آپ خود....؟..اس نے بے یقینی سے پوچ؟ ا...

ہاں کیوں...اس میں اتنا حیران ہونے والی کون سی بات ہے

جی وہ ہمارے گاوں میں تو مرد ک؟ انا نہیں بناتے.

لیکن یہ گاوں نہیں ہے....گاوں اور شہر میں زمین آسمان کا فرق ہے..اب وہ کوفت میں مبتلا ہونے لگا

جی آپ نے اپنی ماں کو دیک؟ ا ہے

ہاں......اس نے ایک لفظی جواب دیا..اور وہ خاموش ہوگئی.

اچ؟ ا تمھیں ک؟ انا بنانا تماری ماں نے سک؟ ایا ہے...پتا نہیں کیا سوچ کر اس نے پہلی بار اس لڑکی سے سوال کیا ہے.

نہیں جی ہم نے تو اپنی امی کو دیک؟ ا بھی نہیں وہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہمارے بچپن میں ہی گزر گئیں.ک?انا بنانا تو ہم نے خود سیکھ لیا...آپ کو اچ?الگا ہمارے ہاتھ کا ک?انا

ہاں ٹ ? یک ہی ت ?ا....حالانکہ وہ اس کے ک?انوں کا اسیر ہو چکا ت ?ا.

پ?راس نے کوئی اور سوال نہیں پوچھا وہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئی وہ بھی لیپ ٹاپ رکھ کر لیٹ گیا۔

وہ چ?ٹی کا دن ت ?ااس لیے اسے بیدار ہونے کی کوئی جلدی نہیں ت?ی وہ دس بجے تک سوتا رہا اور دس بجے کے بعد جب اس کی نیند مکمل ہو چکی ت?ی تو وہ فریش ہونے واش روم چلا گیا جب باہر نکلا تو اس کی بلیک کلر کی شرٹ بیڈ پہ پڑی ہوئی ت?ی

مطلب آج اسے بلیک شرٹ پہننے کو کہا جا رہا ہے اب وہ اسی کے استری شدہ کپڑے پہننے لگا ت?ا..جب اس کے ہاتھ کی بنی چائے پی سکتا ہے ک?انا ک?اسکتا ہے تو کپڑے پہننے میں ب?ی کوئی ہرج نہیں ت?ا

لیکن ایک بات اسے اب تک سمجھ نہیں آئی اس لڑکی کو کیسے پتا چل جاتا ہے کہ وہ کس ٹائم بیدار ہوا ہے اور اسی وقت وہ شرٹ بستر پہ لا کر رکھ دیتی ہے یا پھر جب اس کے سر میں درد ہوتا ہے یا پھر چائے پینے کا موڈ ہوتا ہے تو بنا کہے وہ اس کے لیے چائے بنا کر لے آتی ہے...حالانکہ اس نے روایتی شوہروں والا ایسا کوئی حکم بھی نہیں سنایا لیکن وہ خود بنا کہے اس کے سارے کام کرتی ..وہ روایتی بیویوں والے سارے فرض نب?ا رہی ت?ی لیکن اس سب کے باوجود بھی وہ اسے قبول نہیں کر سکتا

اس میں وہ اعتماد اور وہ شعور ہی نہیں ہے جو اسے ایک بیوی میں چاہیے ت?ا وہ خوبصورت ہے لیکن خوبصورتی ہی تو سب کچھ نہیں ہوا کرتی اور نہ ہی صرف خوبصورتی کے ساتھ پوری زندگی گزاری جاتی ہے

ہر انسان کی طرح اسے بھی حسن متاثر کرتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ایک انسان کو خوبصورت بنانے کے لیے صرف حسن ہی کافی ہو ...حسن کے علاوہ بھی کئی اور چیزیں انسان کو خوبصورت بناتی ہیں.....کنگھی کر کے وہ نیچے چلا گیا تب تک وہ ناشتہ لگا چکی ت?ی..ناشتہ کر کے یونہی لان میں اخبار لے کر بیٹھ گیا چ?ٹی کا دن ت?ااس لیے ذہن بالکل فریش ت?او یسے اسے اخبار پڑھنے کی عادت تو نہیں ت?ی لیکن یونہی ٹائم پاس کے انداز میں وہ اخبار کے ہیڈ لائز پہ نظریں دوڑانے لگا..چ?ٹی کے دن اس کی کوئی خاص مصروفیت نہیں ہوا کرتی وہ ہمیشہ چ?ٹی کا دن گ?ر پہ ہی گزارتا...عام نوجوانوں کی طرح کوئی خاص دوستی بھی نہیں ت?ی اس کی..اس نے اپنا سارا وقت سارے خواب اپنی ہونے والی جیون ساتھی کے لیے سمیٹ رک?ے ت?ے..لیکن اس کے خواب ریزہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ریزہ ہو چکے ت؟ے دادی کے آنے میں بھی ایک ہفتہ باقی ت؟ا

اچانک اخبار پڑھتے پڑھتے اسے احساس ہوا کوئی اسے دیکھ رہا ہے اس نے نگاہ اٹھا کر دائیں بائیں جانب دیک؟ا لیکن اسے کوئی نظر نہیں آیا وہ ایک بار پھر اخبار پڑھنے لگا لیکن کچھ لمحے بعد اسے پھر احساس ہوا جیسے کوئی اسے مسلسل دیکھ رہا ہے اب کی بار اس نے دائیں بائیں دیک؟ا اور پھر سامنے دیک؟ا تو اسے پتا چلا کہ وہ لڑکی کچن کی ک؟ڑکی جو باہر لان کی طرف ک؟لتی ہے اس سے چپکے چپکے اسے دیکھ رہی تھی. وہ اس کی چوری پکڑ چکا ت؟ا اور اسے دیکھ کر وہ ک؟ڑکی سے غائب ہو گئی. ..اسے کچھ عجیب لگا..دو دن پہلے جب صبح کے وقت وہ گہری نیند میں سو رہا ت؟ا اچانک ایک آواز سے اس کی آنکھ ک؟لی..تب اس نے دیکھا وہ لڑکی ہاتھ باندھ کر اسے بڑے غور سے دیکھ رہی ہے اسے حیرت کا ج؟ٹکا لگا.....پ؟راس نے چادر اوڑھ لی اور چادر کے اندر سے آنکھیں ک؟ول کر اس لڑکی کو دیک؟ے لگا جو مسلسل اسے دیک؟ے جا رہی ت؟ی اسے نہیں پتا ت؟ا وہ بھی اسے دیکھ رہا ہے اگر اسے پتا ہوتا تو وہ شاید گڑبڑا کر باہر نکل جاتی

اس صبح وہ کافی دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا اور آج ایک بار پھر وہ اسے مسلسل گ؟ور رہی تھی کیا وہ ہمیشہ اسے ایسے گ؟ور کر دیک؟تی ہے جب وہ چائے پی رہا ہوتا ہے یا وہ ک؟انا ک؟ا رہا ہوتا ہے...لیکن کیوں....؟

وہ اپنے دماغ کی حالت سمج؟نے سے قاصر ت؟ا مگر اس نے خود میں نئی تبدیلی یہ محسوس کی وہ اخبار بالکل بھی نہیں پڑھ پا رہا ت؟ا.....پتا نہیں کیوں.وہ پ؟ر سے اپنی توجہ اخبار پہ نہیں مرکوز کر سکا

وہ انہی سوچوں میں الج؟ا بیٹ؟ا ت؟ا کہ وہ اس کے بالکل قریب آئی اس کے کپڑوں سے اٹ؟نے والی خوشبو وہ اپنے بالکل پاس محسوس کر سکتا ت؟ا اور خوشبو بھی اتنا لگا کر آئی ت؟ی جیسے نہا کر آئی ہو محترمہ...اور خوشبو کے ساتھ ساتھ کپڑے بھی اس نے ہمیشہ سے بہتر پہن رک؟ے ت؟ے.وہ چائے لائی ت؟ی اپنے ساتھ جو اس نے ٹیبل پہ رکھ دی..وہ حد سے زیادہ مسکرا رہی ت؟ی.اس نے بغور اس کی طرف دیک؟ا لگا جیسے وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی ہو.

کچھ چاہیے.....اس نے پوچھا....

نہیں....وہ..وہ..وہ اچانک خاموش ہو گئی..اس نے چائے اٹ؟ا کر پینا شروع کر دیا لیکن محترمہ ایک جن کی طرح اس کے سر پہ چپکی ہوئی ت؟ی

وہ جی ہم باہر چلیں.....وہ دل کی بات زبان تک لے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہی آئی اس نے چائے واپس ٹیبل پہ رکھ دیا اور حیرت سے اسے دیک ؟ نے لگا ہاں باہر....؟

جی وہ موسم اچ ؟ا ہے...ہم نے سوچا باہر چلیں گے جیسے فلموں میں ہیرو ہیروئین جاتے ہیں....اس نے شرما کر اپنی لمبی چوٹی ہات ؟وں میں لے کر کہا

او..ہو..تو کیسی کیسی خوش فہمیاں ہیں محترمہ کو، میں تو ہیرو لگتا ہی ہوں پتا نہیں خود کو کس فلم کی ہیروئین سمجھ رہی ہے..اس نے چائے کا گ ؟ونٹ ب ؟رتے ہوئے سوچا

نہیں میں ذرا مصروف ہوں..اس نے رک ؟ائی سے جواب دیا..اور پھر اس نے اس لڑکی کا چہرہ بج ؟تے ہوئے دیک ؟ا..جہاں ت ؟وڑی دیر پہلے خوشی کے رنگ نظر آ رہے ت ؟ے وہاں اب بالکل اداسی ت ؟ی اس نے جان بوجھ کر نظریں چرائیں.....اور وہ ب ؟اگتے ہوئے اندر چلی گئی وہ جانتا ت ؟ا اب کچن میں کوئی کونا پکڑ کر رونے کا شوق پورا کریں گی محترمہ.

وہ کافی دیر تک وہیں لان میں بیٹ ؟ار اپ ؟ر اندر آ کر ٹی وی ک ؟ول کر بیٹھ گیا اور ساتھ ہی ساتھ اد ؟ر اد ؟ر بھی نگاہیں دوڑانے لگا....وہ جسے دیک ؟نا چاہتا ت ؟ا وہ کہیں نظر نہ آئی اسے....کہاں گئی ہو گی..؟اس نے دل ہی دل میں سوچا...پ ؟ر پانی پینے کا بہانہ کر کے وہ کچن میں چلا گیا وہاں بھی وہ اس نظر نہیں آئی کچھ سوچ کر وہ اپنے کمرے میں گیا وہ وہاں بھی نہیں ت ؟ی..یونہی ڈ ؟ونڈ تے ڈ ؟ونڈ تے وہ ایک کمرے کے پاس سے گزر رہا ت ؟ا کہ اندر سسکیوں کی آواز سن کر اس کے قدم رک گئے..بے ساختہ وہ دروازے سے کان لگا کر سننے لگا...

آپ ہمیشہ میرے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہیں..آپ اتنی بڑی دنیا اتنے بڑے کائنات کے مالک ہیں..کیا آپ کی اتنی بڑی دنیا میں سے مجھے ایک چ ؟وٹی خوشی بھی نہیں مل سکتی..آپ تو مالک ہیں ناں..؟ آپ جو چاہیں سب کر سکتے ہیں آپ تو سب پہ اختیار رک ؟تے ہیں تو پھر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں کر رہے ہیں.

وہ روتے ہوئے اس سے نہیں بلکہ خدا سے شکوہ کر رہی تھی.

میں نے ساری زندگی آپ کی عبادت کی ہے ہمیشہ نماز پڑ ؟ی ہے روزے رک ؟ے ہیں.تو ان کا آپ مجھے یہ اجر دے رہے ہیں...آپ مجھے میری نیکیوں کا صلہ دے دیں مجھے آپ سے جو چاہیے آپ مجھے وہ دیں ب ؟لے ہی آخرت میں میرے لیے کوئی حصہ نہ رک ؟یں لیکن اس وقت مجھے اپنے دروازے سے خالی ہاتھ مت لوٹائیں

ہر انسان کی طرح وہ خدا سے اپنی نیکیوں کا اجر مانگ رہی ت ؟ی..خدا کو اپنی عبادات جتا رہی ت ؟ی..ایک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چ?وٹے بچے کی طرح اپنی دی ہوئی شے وہ واپس مانگ رہی ت?ی یہ ب?ی ب?ول گئی وہ مالک ہے اور وہ خود ان کی ایک معمولی سی بندی

انسان بھی کیا چیز ہے بڑے شوق سے عبادت کرتا ہے نماز پڑھتا ہے روزے رک?تا ہے اور ضرورت پڑنے پہ اپنی ہی عبادات کا حساب مانگنے بیٹھ جاتا ہے... پتا نہیں وہ کیا مانگ رہی ت?ی آخر ایسی کون سی چیز ت?ی جو وہ خدا سے اتنا گڑگڑا کر مانگ رہی ت?ی.....

وہ دروازے سے ہٹ کر واپس صوفے پہ آ کر بیٹھ گیا پتا نہیں کیوں لیکن اسے اس لڑکی کا رونا اچ?انہیں لگ رہا ت?اب اسے اپنے لہجے پہ پچھتاوا سا ہونے لگا

آخر کیوں نہیں اس نے بات مانی اس کی__ کیا ہو جاتا اگر وہ اس کے ساتھ باہر چلا جاتا ویسے بھی وہ کونسا اس کے جیون ب?رکی سات?ی ہے..کچھ دنوں کے لیے ہی تو ہے اس گ?رمیں__ ایک بات تو وہ شروع سے اپنے ذہن میں بٹ?اچکات?ا کہ دادی کے آتے ہی وہ انہیں ان کا لایا ہوا یہ تحفہ واپس کرے گا اس لیے ہمیشہ اسے دیکھ کر یہی خیال آتا کہ وہ اس گ?رمیں مستقل طور پر نہیں ہے اور نہ ہی یہ وہ لڑکی ہے جس کے ساتھ وہ اپنی ساری زندگی گزار سکتا ہے....لیکن اتنے عرصے میں پہلی بار یہ بات سوچتے ہوئے وہ کچھ عجیب احساسات سے دوچار ہوا..کچھ ایسے جذبات جنہیں وہ کوئی نام نہیں دے پا رہا ت?ا.

ک?بی ک?بی انسان کچھ اضطراب میں ایک ٹینشن میں ہوتا ہے لیکن وہ اس ٹینشن کی وجہ نہیں سمجھ پاتا مگر آگے چل کر حالات اسے ہر بات سے آگاہ کر دیتے ہیں.

وہ اب سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہی ت?ی اس نے غور سے اس کا چہرہ دیک?ا جہاں کوئی آنسو کوئی پریشانی نہیں نظر آ رہی ت?ی مطلب وہ لڑکی اپنی کمزوری اس پہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی ت?ی

سنو.....وہ جب کچن کی طرف جانے لگی تو اس نے آواز دے کر اسے روک دیا

آج ک?انا مت بنانا ہم باہر جا کر ک?انا ک?ائیں گے

جی ہم ب?ی...؟اس نے بے یقینی سے پوچ?ا.

ہاں ہم مطلب ہم دونوں..او کے..؟وہ مسکرا دی.

اور ہاں کپڑے بھی اچ?ے پہن لینا..اگر اس طرح وہ اس کے ساتھ جائے گی تو سب ?ی ہنس ہنس کر ان کا مذاق اڑائیں گے.

جی....وہ مسکراتے ہوئے کمرے میں چلی گئی

پتا نہیں کیوں لیکن اب وہ بھی پرسکون ہو چکا ت?ا..وہ اپنی زندگی میں یہی تو چاہتا ت?ا لیکن اس طرح ہرگز نہیں.

وہ اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر سڑک پہ پیدل چلنا چاہتا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ت؟ا ہوٹلوں میں ک؟انا ک؟انا چاہتا ت؟ا..اس نے تصور میں اپنے لیے ایک الگ ہی بیوی کی خواہش کی ت؟ی اس قسم کی نہیں

وہ دونوں دو بجے ہی گ؟ر سے روانہ ہو گئے ت؟ے اور تین گ؟نٹے بعد ہی لوٹے وہ چونکہ ت؟ک چکا ت؟ا اس لیے ت؟وڑا آرام کرنے اپنے کمرے میں چلا گیا.

اس دن وہ اس کے کپڑے استری کرنے لگی ت؟ی جب اچانک اسے یاد آیا کہ وہ دودھ کی دیگچی چولہے پہ رکھ آئی ہے وہ اب ابلنے والا ہوگا وہ ب؟اگتی ہوئی کچن میں گئی چولہے کا بٹن بند کیا اور دودھ اتار کر سائیڈ پر رکھ دیا.

.....

اب وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کمرے تک آئی.کمرے اسے عجیب بدبو کا احساس ہوا اس نے استری کی طرف دیک؟ا اور یہ دیکھ کر جیسے اس پہ آسمان گر گیا وہ شرٹ جل چکی ت؟ی..وہ ب؟اگتے ہوئے استری تک گئی.....

اس نے اپنے مات؟ے پہ زور سے ہاتھ مارا..

یہ کیا...یہ..کیا کر دیا میں نے یہ تو ان کی پسندیدہ شرٹ ت؟ی اب کیا ہو گیا اللہ..اب تو وہ بہت غصہ کریں گے...کیا کہوں گی ان سے کیسے بتاؤں گی.وہ تو پہلے بھی بہت ناراض رہتے ہیں اب انہیں اس شرٹ کا پتا چلے گا تو وہ اور بھی ناراض ہوں گے.

وہ آفس سے واپس آ گیا لیکن وہ اسے شرٹ کے بارے میں نہ بتا سکی..ک؟انے کے وقت بھی اس کی ہمت نہیں ہوئی...رات کے سوتے وقت بھی وہ اسے بتانا چاہتا ت؟ی لیکن ہمت ہی نہیں پیدا کر پا رہی ت؟ی

وہ اس کی عجیب غیر معمولی تبدیلی کو نوٹ کر رہا ت؟ا پتا نہیں کہاں گم ت؟ی کس ٹینشن میں ت؟ی جب سے وہ آفس سے آیا ہے اسے وہ کسی پریشانی میں مبتلا لگی..ک؟انے کے دوران بھی اس نے جگ کے ساتھ گلاس نہیں رک؟ا اور چائے میں بھی چینی کی جگہ نمک ڈال کر آ گئی..اس نے تو اسے کچھ نہیں کہا لیکن وہ کچھ نیا پن محسوس ضرور کر رہا ت؟ا.

لیکن وہ خود بتا نہیں رہی ت؟ی اور وہ تو اس سے زندگی ب؟رنہیں پوچ؟تا

صبح جب وہ ناشتہ کر کے آفس جانے لگا تو پیچھے سے آواز دے کر اس نے روک دیا

پیچھے سے آواز دینا ضروری ت؟ا محترمہ...اب بتاو کیا چاہیے. .....وہ خاموش نگاہیں ج؟کا کر ک؟ڑی ت؟ی شاید کچھ بول ہی نہیں پا رہی ت؟ی

اب آپ کچھ بولیں گی یا میں بیٹھ کر آپ کے بولنے کا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

انتظار کروں ویسے بھی مجھے آفس جانے میں تو بالکل بھی دیر نہیں ہورہی....وہ طنز کے تیز چلا رہات ؟ا

جی..وہ..میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔

اس نے ہونٹوں پہ زبان پ ؟یر کر کہا....

جی ہم وہی سننے کے لیے تو ک ؟ڑے ہیں محترمہ۔

وہ غلطی سے آپ کی شرٹ استری کرتے ہوئے جل گئی....یہ کہہ کر وہ پ ؟وٹ پ ؟وٹ کر رو پڑی...

اور وہ پتا نہیں کیا کیا سوچ چکات ؟اکل سے..اور اب پتا نہیں رو کیوں رہی ت ؟ی۔

او کے..او کے.....کوئی بات نہیں۔

لیکن وہ آپ کی پسندیدہ شرٹ ت ؟ی جی..وہ نیلی والی...اس نے اپنی مسکراہٹ چ ؟پائی

کہہ دیا ناں کوئی بات نہیں اب یہ مگر مچھ کی طرح آنسو مت بہاو..اسے اس کے آنسو سے تکلیف ہونے لگی ت ؟ی وہ جانے کے لیے دروازے کی طرف مڑا پ ؟ر کچھ سوچ کر واپس اس کے پاس آیا

تم تو آسانی سے یہ بات مجھ سے چ ؟پا سکتی ت ؟ی اتنے سارے شرٹس میں سے میں اپنی ہر شرٹ کا تو حساب نہیں رک ؟تا پ ؟رتم نے اپنی غلطی کیوں بتائی

آپ سے ج ؟وٹ بول سکتی ہوں خدا سے تو نہیں۔

وہ تو سب جانتا ہے...آپ سے ج ؟وٹ بول کر میں بچ بھی جاوں تو خدا سے کیسے ج ؟وٹ بول سکتی ہوں وہ تو سب جانتا ہے ناں....

اسے حیرت کا ج ؟ٹکا لگا...پتا نہیں کتنی پاگل لڑکی ت ؟ی۔ایسی لڑکیاں بھی دنیا میں ہوتی ہیں۔

وہ سارا راستہ اسی کے بارے میں سوچتا رہا۔

اس رات وہ اپنے بستر پہ یونہی لیٹا ت ؟اجب وہ اس کے کمرے میں آئی اس کے ہاتھوں میں دودھ کا ایک گلاس ت ؟اوہ ہمیشہ رات کو سونے سے پہلے اس کے لیے دودھ لانا نہیں ب ؟ولتی ت ؟ی۔وہ ایک مشرقی بیوی کے روپ میں بالکل پوری اترتی ت ؟ی ک ؟بی ک ؟بی وہ اس لڑکی کو بالکل بھی سمجھ نہیں پاتا وہ اس سے جتنی بدتمیزی سے بات کرتا یا ک ؟بی ک ؟بی غصے سے بات کرتا تو وہ جواباً خاموش ہو جاتی....دوسرے بیویوں کی طرح لڑتی ج ؟ گڑتی بالکل بھی نہیں ت ؟ی لڑنا تو دور وہ ک ؟بی اپنی صفائی بھی پیش نہیں کرتی ت ؟ی۔

وہ اپنے دوستوں کی جب شکائتیں سنتا جو وہ اپنی اپنی بیویوں کے بارے میں کرتے تو حیران ہو جاتا کہ کون سی بیوی سہی قسم کی ہے..ایک ان پڑھ جاہل گاوں کی لڑکی یا وہ پڑ ؟ی لک ؟ی ماڈرن لڑکیاں..جو اپنے شوہروں پہ حکومت کرتی ت ؟یں..نہ ک ؟انا بنانا نہ بچوں کو

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سنب ؟الناہر وقت میک اپ سے لدے رہنا....ہنس ہنس کے ہر مرد سے بات کرنا..اسے اس قسم کی عورتیں کچھ عجیب لگتیں..لیکن وہ اپنی زندگی میں ایک بہت مختلف لڑکی دیکھ رہا تھا ایک ایسی لڑکی جو اس نے آج تک ک؟بی نہیں دیک؟ی.

ایک وہ بیویاں ت؟یں جو شوہروں کی ہر بات پہ اعتراض کرتی ت؟یں اور ایک یہ ہے اگر اس سے کہا جائے کہ رات سفید ہے تو یہ اپنے شوہر کی ہاں میں ہی ہاں ملائے گی یہ لڑکی تو اپنے شوہر کو مجازی خدا سمجھ ؟تی ت؟ی.ہر بات ماننے والی..ہر کام کرنے والی

ایک بار اس کے آفس کے ایک دوست نے اس سے پوچھات؟ا اسے کس قسم کی بیوی چاہیے وہ کوئی جواب نہیں دے سکا اسے اب تک نہیں معلوم ت؟ا کہ بیویوں کی ب؟ی اقسام ہوتی ہیں.اس نے دودھ کا گلاس اس کے ہات؟وں میں ت؟ما دیا وہ دودھ پیتے ہوئے اسے مسلسل اپنی نگاہوں کے حصارے میں لیے ہوئے ت؟ا اور وہ نگاہیں جھکائے کھڑی ت؟ی....کتنی عجیب لڑکی ت؟ی کسی اور تو کیا شوہر سے نگاہیں ملاتے ہوئے بھی شرماتی ت؟ی وہ پہلی بار اس کے اس ادا سے لطف اندوز ہور ہات؟ا.

اس لڑکی کے ساتھ رہتے ہوئے اسے بیس دن ہو چکے ت؟ے اور ان بیس دنوں میں اس نے نوٹ کیا کہ وہ لڑکی ج؟وٹ ک؟بی نہیں بولتی ...بنا مقصد بنا مطلب کوئی بات نہیں کرتی..نماز پابندی سے ادا کرتی ہے..اور کئی بار اس نے صبح صبح اسے قرآن پاک کی تلاوت کرتے بھی سنا

وہ اب نیچے فرش پہ اپنا بستر ڈال کر سو رہی ت؟ی .اس نے ک؟بی نہیں کہا کہ میرا حق ادا کرو ...بیڈ پہ سونا میرا حق ہے....وہ ہمیشہ رات کو سونے سے پہلے کوئی نہ کوئی عجیب سا ٹاپک پکڑ کر اس پہ مختلف سوالات کرتی ت؟ی. اور وہ بس ہوں ہاں میں یا ک؟بی تو اسے غصے سے ب؟ی ج؟ڑک دیتا ت؟ا...مگر وہ ک؟بی اس کے غصے پہ ناراض نہیں ہوتی ت؟ی کوئی شکوہ نہیں کرتی ت؟ی

لیکن آج وہ خاموشی سے سونے کے لیے لیٹ رہی ت؟ی.اسے ہمیشہ رات کو اس لڑکی کی باتیں بہت بری لگتیں لیکن عجیب بات تو یہ ت؟ی کہ اگر وہ لڑکی بات نہ کرتی تو وہ الجھن کا شکار ہو جاتا

اور آج بھی جب وہ بنا کوئی بات کیے سو رہی ت؟ی تو اسے ایک عجیب کرب کا احساس ہوا.

سو رہی ہو تم.....؟..پہلی بار اس نے خود سے اسے مخاطب کیا....

جی کچھ چاہیے ت؟ا آپ کو..وہ ایک دم چاق و چوبند

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہوکرک ?ڑی ہوگئی..وہ اس طرح جلد بازی میں اس کے کھڑے ہونے پہ ہنس دیا

نہیں وہ.....وہ....یہ تم ہمیشہ یہی کپڑے ہی کیوں پہنتی ہو...اس نے بات شروع کرنے کے لیے یہ عجیب وغریب سوال کیا..اس نے غور سے اپنے کپڑوں کو دیک ?اجو سادہ لان کے کپڑے ت ?ے۔

جی..وہ باقی میلے ت ?ے وہ اس لیے اس نے حیران ہوکر جواب دیا.کتنے جوڑے ہیں تمارے.....

جی پانچ...اس نے سادگی سے جواب دیا جبکہ وہ حیران ہوا...جس لڑکی کا شوہر لاکھوں کے حساب سے تنخواہ لیتا ہو اس کی بیوی کے پاس صرف پانچ سادہ لان کے کپڑے ہیں..یہ بات اسے بہت عجیب لگی اس کے خود کے ہزاروں کپڑے ت ?ے اور اس نے بھی ک ?بی کچھ نہیں مانگا.اس کے پاس کپڑے جوتے جو بھی چیز نہیں ت ?ی اس نے اپنے لیے اس سے ک ?بی کچھ نہیں مانگا

کیوں نہیں مانگا..اسے مانگنا چاہیے تھا یہ اس کا حق ت ?اوہ اس کا شو....

تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا....وہ دکھ سے پوچھ رہا ت ?اجبکہ وہ نظریں ج ?کا گئی جیسے اس نے بہت بڑی غلطی کردی ہو...

اچ ?اٹ ?یک ہے ہم کل کو چلیں گے شاپنگ پہ پ ?ر لے لینا اپنے لیے کپڑے .اور ب ?ی تمہیں جو کچھ چاہیے وہ بھی..او کے

جی....

اچ ?اب سو جاو ....وہ سونے کے لیے لیٹ گئی اس نے لیمپ آف کردیا..اب اسے ب ?ی اچ ?ی نیند آتی وہ سابقہ تجربات سے یہ نتیجہ اخذ کر چکا ت ?ا کہ جب بھی وہ لڑکی اس سے بات نہیں کرتی اسے نیند بڑی دیر سے آتی۔

رات تقریباً گزر چکی ت ?ی دور دور سے کہیں م ?ذن کی آواز آرہی ت ?ی .اس نے سوتے سوتے محسوس کیا کوئی اس کے مات ?ے پہ ہاتھ رک ?ے ہوئے ہے وہ کرنٹ ک ?ا کر اٹھ گیا...وہ اس کے بالکل پاس ک ?ڑی ت ?ی اس اٹ ?تا دیکھ کر وہ گ ?برا گئی

اسے اتنی صبح صبح اس کا چ ?دنا بہت برا لگا..غصے کی شدید لہر اس کے جسم میں پیدا ہو گیا پورا جسم جیسے جلنے لگا ہو..وہ کمبل کو پرے دھکیل کر بالکل اس کے برابر ک ?ڑا ہو گیا وہ سہمے ہوئے نگاہیں نیچے ج ? کا کر ک ?ڑی ت ?ی...اس کے دل میں اس وقت آگ لگی ہوئی ت ?ی اس نہیں پتا ت ?ا اسے اتنا غصہ کیوں آرہا ہے لیکن وہ مزید اپنے غصے پہ قابو نہیں رکھ سکا....

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تماری ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی..کیا سمجھ ?تی
ہوتم خودکو.....اور کیا سوچ کرتم نے مجھے ہاتھ لگایا..میں نے
تمہیں بتایا ت ?ا اں میں تمہیں بیوی کا درجہ ک ?بی نہیں
دے سکتا تو زبردستی میری زندگی میں گ ?سنے کی کوشش
مت کرو..او کے...نہ تو میں تمہیں ک ?بی قبول کرسکتا ہوں
اور نہ ک ?بی کروں گا اس لیے یہ روایتی بیویوں والی حرکتیں
کرنا بند کردو۔

وہ چلا چلا کر بات کر رہا ت ?ا اندر کے لاوا کو باہر آنے
کا راستہ مل چکا ت ?ا...اس کا پارہ ایک دم چڑھ چکا ت ?ا
وہ بدستور سر نیچے کیے ہوئے ک ?ڑی ت ?ی اس نے
محسوس کیا اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے ہیں

گیٹ آوٹ.....اس نے چلا کر کہا..پ ?ر اسے یاد آیا
وہ جاہل گوار لڑکی انگلش نہیں سمجھ سکتی اس لیے اس نے اس کا
ہاتھ پکڑ کر اسے زبردستی اپنے کمرے سے باہر نکالا اور کنڈی
لگا کر بیڈ پہ بیٹھ گیا.

اس کا خون ک ?ولنے لگا ت ?ا...کافی دیر بعد وہ
جب خودکو نارمل کرنے میں ت ?وڑا کامیاب ہوا تو دوبارہ
بستر پہ لیٹ گیا....پ ?ر جانے کب اس کی آنکھ لگی

چ ?ٹی کا دن ت ?ا اس لیے اسے بیدار ہونے کی
کوئی جلدی نہیں ت ?ی لیکن دس بجے آلارم نے اپنے
ہونے کا احساس دلایا وہ اٹھ کر واش روم میں گ ?س گیا
..سر میں ہلکے درد کا بھی احساس ہوا صبح چھ بجے والا واقعہ
اب ?ی ب ?ی ذہن میں تازہ ت ?ا۔

وہ نہا کر جب باہر نکلا تو ٹ ?ٹک گیا اس کی شرٹ بیڈ
پہ آج نہیں پڑی ہوئی ت ?ی ایسا پہلی مرتبہ ہوا ت ?ا کہ
وہ نہا کر نکلا ہو اور بیڈ پہ شرٹ نہ ہو..اسے کچھ عجیب لگا.
.اس نے الماری سے ایک شرٹ نکال کر پہن لی اور ناشتے
کے لیے نیچے چلا گیا.....ناشتے کے دوران دوسری حیرت
اسے تب ہوئی جب اسے ٹیبل پہ ناشتہ نظر نہیں آیا یہ بھی پہلی
مرتبہ ہوا ت ?ا ورنہ وہ ہمیشہ اس کے جاگتے ہی میز پہ ناشتہ
سجا دیا کرتی ت ?ی.

تو اس کا مطلب وہ ناراض ہے...اس نے سوچا
ناراض ہے تو ہوتی رہے ناراض.....میں نے کیا کیا۔۔
تو نے اچ ?ا بھی تو نہیں کیا..کتنی بری طرح سے پیش
آئے اس سے.....دل سے آواز آئی.

وہ کچن میں چلا گیا اور خود اپنے لیے ناشتہ بنانے لگا پھر
اسے یک دم محسوس ہوا اسے ناشتہ بنانے میں کوئی دلچسپی
نہیں ہے اتنے دنوں سے وہ اس کے ہاتھوں کا بنا ناشتہ
ک ?ا رہا ت ?ا...خود ک ?انا بنانے کی تو اس کی عادت
ہی چ ?وٹ گئی......وہ بنا ناشتہ بنائے کچن سے باہر نکل
آیا

وہ یونہی صوفے پہ ڈ ?یر ہو گیا....ایک سوچ جو پہلی بار

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس کے ذہن میں آئی....

وہ کہاں ہے....؟..یہ سوچ کر وہ ک ؟ڑا گیا ..اور گ ؟ر کے کمروں میں اسے تلاش کرنے لگا لیکن وہ اسے کہیں نہیں ملی اس کی ٹینشن میں مزید اضافہ ہوا..وہ ایسے تڑپنے لگا جیسے مچھلی کو پانی سے باہر نکال دیا جائے۔

کہاں چلی گئی

وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے سوچ رہا ت ؟ا۔

جہاں چلی گئی چلی گئی..اس سے اسے کیا..وہ بھی کہاں اسے اس گ ؟ر میں چاہتا ت ؟ا..اچ ؟ا ہوا خود چلی گئی..ویسے بھی کسی نہ کسی دن تو اسے جانا ہی ت ؟ا ناں....؟

نہیں...نہیں....وہ ہمیشہ یہی چاہتا ت ؟اوہ چلی جائے لیکن آج جب وہ چلی گئی تو وہ اس طرح پریشان کیوں ت ؟ا..وہ خوش کیوں نہیں ت ؟اجبکہ اصولاً تو اسے بہت زیادہ خوش ہو جانا چاہیے ت ؟ا.....

کیا وہ اس لیے پریشان ہے کہ جب دادی واپس آئے گی تو وہ اسے کیا جواب دے گا۔

نہیں...نہیں...دل سے فوراً آواز آئی....

وہ دادی کے لیے نہیں خود اپنے لیے پریشان ت ؟امگر کیوں اس نے دل سے پوچ ؟ا.....

کیونکہ تم اس سے پیار کرنے لگے ہو....دل نے ایک عجیب انکشاف کر دیا..وہ گم سم ہو گیا....یہ کیا کہہ رہا ت ؟ا دل..وہ اس....اس....سے..وہ..اس سے پیار کیسے کر سکتا ہے وہ..تو..وہ..تو اس سے نفرت کرتا ت ؟اشدید نفرت۔

نہیں دل ج ؟وٹ بول رہا ہے۔

اس نے دل کو ج ؟ٹلانے کی کوشش کی مگر وہ ایسا نہیں کر سکا کیونکہ دل ج ؟وٹ نہیں سچ بول رہا ت ؟ا...

ہاں ...ہاں ...میں اس سے پیار کرتا ہوں بہت پیار۔ ...مجھے صرف اس کی عادت نہیں ہو گئی میں اس سے پیار بھی کرنے لگا ہوں مگر وہ کہاں ہے....اس نے چلا چلا کر پورے گ ؟ر سے پوچھا اور جواباً پورا گ ؟ر خاموش ت ؟ا..اسے زندگی میں پہلی بار گ ؟ر میں اکیلے پن کا احساس ہوا اسے پہلی بار گ ؟ر کی خاموشی ڈرا رہی ت ؟ی۔

اس پہ پہلی بار انکشاف ہوا وہ اس سے محبت کرنے لگا ت ؟ا..وہ جسے اپنی زندگی کا سات ؟ی بنانا چاہتا ت ؟اوہ یہی لڑکی ت ؟ی اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی..اس سے پیاری تو کوئی ہو ہی نہیں سکتی اتنی معصوم اتنی سچی اسے جیون ساتھی کے روپ میں صرف یہی لڑکی چاہیے ت ؟ی اور تو کوئی ہو ہی نہیں سکتی اس کے جیسی..ایسی لڑکی دنیا میں کہیں نہیں ہے جو اس کے اتنے غصے کے باوجود خاموش رہے جو اس کے جاگتے ہی ناشتہ لگا دے اس کے مانگنے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سے پہلے اسے چائے پلا دے..اتنی صبر اتنی قناعت والی لڑکی اور کہاں ہو گی..واقعی اگر دادی اس پہ ب?ردسہ کرتیں ت?یں تو بالکل سہی کرتیں ت?یں..وہ واقعی اپنے پوتے کے لیے سب سے اچ?ی بیوی ڈ?ونڈ لائیں ت?یں..اگر وہ خود ان کی مرضی کے خلاف کسی ماڈرن لڑکی سے شادی کرتا تو کیا ہو جاتا..وہ لڑکی کیا گ?رکے کام کرتی..کیا اس میں اتنا صبر ہوتا..کیا وہ اس کے اس طرح چلانے پہ خاموش ہوتی..نہیں..نہیں نہیں....وہ پہلی بار اس کی کہی ہوئی ساری باتیں یاد کر رہا ت?ا۔

کیا جی پٹی پارلر....؟

یہ ٹی بی کرنٹ تو نہیں مارتا جی....؟

ہمارے گاوں میں پہلے مرد ک?انا ک?اتا ہے پ?رعورت اس کا بچا ہوا ک?انا ک?اتی ہے۔

آپ کو گاڑی چلانا آتا ہے جی.....؟

یا اللہ مجھے اپنے گ?ر سے خا کی ہاتھ مت لوٹائیں میں آپ سے جو مانگ رہی ہوں وہ مجھے دے دیں۔

جی آپ کی وہ نیلی شرٹ جل گئی.....

آپ سے ج?وٹ بول سکتی ہوں خدا سے تو نہیں...

وہ تو سب جانتا ہے...آپ سے ج?وٹ بول کر میں بچ بھی جاوں تو خدا سے کیسے ج?وٹ بول سکتی ہوں..

او میرے اللہ. ...یہ میں نے کیا کر دیا...کیوں کر دیا....میں نے اس سے کتنی بدتمیزی سے بات کی صبح...مجھے کیوں اتنا غصہ آ گیا ت?احالانکہ اس نے ایسا بھی کچھ غلط نہیں کیا ت?ا..صرف ہاتھ ہی تو لگایا ت?ا..اور میں .....

اور وہ..وہ اتنی اچ?ی ت?ی کہ اس نے کوئی شکوہ کوئی شکایت تک نہیں کیا....لیکن وہ کہاں چلی گئی ..

پلیز واپس آ جاو ....میں تمہیں پ?ر کچھ نہیں کہوں گا ہم دونوں مل کر پیار محبت سے رہیں گے...میں تمارے بنا نہیں رہ سکتا بانی ...لوٹ آو ....اسے اپنے گالوں پہ نمی کا احساس ہوا..وہ ب?اگتے ہوئے پورچ میں گیا اور گاڑی میں بیٹھ کر ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا.....

گاڑی وہ فل سپیڈ سے چلا رہا ت?ا..اتنے رش میں اتنے سپیڈ سے گاڑی چلانا خطرے سے خالی نہیں ت?ا لیکن وہ ہر خطرے سے انجان بس جلدی جلدی ریلوے اسٹیشن پہنچ جانا چاہتا ت?ا..کئی بار اس کی گاڑی دوسرے گاڑیوں سے ٹکراتے ٹکراتے بچی ت?ی..وہ ریلوے اسٹیشن کے بالکل پاس پہنچ چکا ت?ا گاڑی سے نکل کر وہ ب?اگتے ہوئے اسٹیشن تک گیا لیکن وہاں کوئی نہیں ت?ا یہ تو ابھی تک ریل گاڑی آئی ہی نہیں ہو گی یا پھر آ کر.....

وہ ب?اگ کر بنچ پہ بیٹ?ے اس انسان تک گیا جو

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پتانہیں کن خیالوں میں گم ت?ا.....

ایکسکیوز می....جناب یہ ریل گاڑی کی ٹائمنگ کیا ہے...

اس آدمی نے حواس باختہ مخاطب کو دیک?ا.....

اب?ی ت?وڑی دیر پہلے ریل گاڑی تو نکل چکی ہے..اسے لگا جیسے وہ آدمی کہہ رہا ہو آپ کی تو جان نکل چکی ہے...اس کے جسم میں خون کی گردش اچانک رکنے لگی ...وہ مایوس ساری دنیا سے بیزار گ?رلوٹ آیا.....اور صوفے پر ڈ?یر ہوگیا.....

ایسے کیسے جاسکتی ہے وہ...؟

مجھے چ?وڑ کر وہ نہیں جاسکتی....

اتنی معمولی غلطی کی اتنی بڑی سزا کون دیتا ہے...

کیا سب کچھ ختم ہو گیا..اب کچھ بھی باقی نہیں رہا ت?اکیا....

وہ سر ت?ا صوفے پہ بیٹ?ا ت?ا...جب اسے اپنے بالکل پاس ہی کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اس نے گردن موڑ کر دیک?اتو اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی.....

وہ...وہ..اس کے بالکل پاس ک?ڑی ت?ی اس سے کچھ ہی فاصلے پر..وہ کرنٹ ک?ا کر ک?ڑا ہو گیا.....

تم...تم...کہاں چلی گئیں ت?یں...میں نے....کیوں گئیں ت?یں تم....؟وہ کرنٹ ک?ا کر ک?ڑا ہو گیا ..

جی وہ ہم تو....ہم تو یہیں ت?ے..اس نے اس کی بات نہیں سنی اور آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا..وہ اس طرح اس کے گلے لگانے سے حیران بھی ت?ی اور خوش بھی.....

اب آئندہ تم ک?بی مجھے چ?وڑ کر مت جانا او کے...چاہے میں تمہیں جتنا ڈانٹوں..او کے...جان نکل جاتی ہے میری..ہم سب کچھ پ?ر سے شروع کریں گے تم ایک بار پھر سے دلہن بنو گی اور اس بار تمہیں کمرے سے باہر نکالنے کی بجائے بانہوں میں سمیٹ لوں گا..

...خوشی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے.....

وہ صبح اس کے منہ سے نکلنے والے شعلے سن کر تو ٹوٹ ہی گئی ت?ی..اسے لگا اب اس کی زندگی کا تو کوئی مقصد ہی باقی نہیں رہا سب کچھ ختم ہو گیا...

وہ کمرے سے نکل کر اس کے برابر والے کمرے میں جا کر روتی رہی..اور روتے روتے وہ کب سو گئی اسے پتا ہی نہیں چلا..اس کی آنکھ تب ک?لی جب اسے نے سنا کوئی اسے پکار رہا ہے..وہ ب?اگ کر ک?ڑی تک گئی تو اس کے شوہر محترم جو صبح آگ برسا رہے ت?ے اب بڑی بے تابی سے اپنی زوجہ محترمہ کو ڈ?ونڈ رہے تھے..اس حیرت

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بھی ہوئی اور اچ؟ ابھی لگا وہ بہت دیر تک ک؟ ڑکی سے اس کی اداس شکل دیک؟ تی رہی پ؟ راس نے چلا چلا کر اپنی محبت کا اظہار کیا..ان دیواروں کے سامنے اس گ؟ ر کے اندر..لیکن وہ نہیں جانتا ت؟ ا جس کے لیے وہ اقرار کر رہا ہے وہ اس کے بہت قریب ہے.....

وہ جانتی ت؟ ی کہ وہ اس سے پیار کرنے لگا ہے..وہ کئی بار اس کے چہرے پہ اپنے لیے محبت کا پیغام پڑھ چکی ت؟ ی لیکن وہ اقرار نہیں کر رہا ت؟ ا کیونکہ اب؟ ی تک خود اس کے دل نے ہی اقرار نہیں کیا ت؟ ا..

رات کو دو بجے اٹھ کر بریانی ک؟ ائی جاتی ہے. .جناب چوری چوری قیمہ اپنی پلیٹ میں ڈال کر ک؟ انے لگتے ہیں..گاڑی میں بیٹھ کر چپکے چپکے اسے دیک؟ ا جاتا ہے...صرف اقرار کرنے میں ہی مشکل پیش آرہی ت؟ ی جناب کو....اس کے منہ سے اپنے لیے محبت کا اقرار سن کر اسے بہت اچ؟ الگا.

وہ اس وقت اس کے پاس جانا چاہتی ت؟ ی اسے بتانا چاہتی ت؟ ی کہ وہ اس کے قریب ہے لیکن وہ نہیں گئی..وہ اسے تنگ کرنا چاہتی ت؟ ی...جس شوہر محترم نے اسے اتنے دن تنگ کیا وہ ب؟ ی اپنا بدلہ وصول کرنا چاہتی ت؟ ی

صبح وہ اس سے غصہ ت؟ ی ناراض ت؟ ی روئی ت؟ ی لیکن اگر آج کی صبح وہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا تو وہ ک؟ بی اپنی محبت کا اقرار نہ کرتا.یہ تقدیر کا تب کا فیصلہ ت؟ ا..جو ہوتا ہے اچ؟ ے کے لیے ہی ہوتا ہے ..بے شک کوئی ہے جو ہماری ہر سوچ پہ اختیار رک؟ تا ہے اور ہمارے لیے بہتر فیصلے تجویز کرتا ہے..وہی جو اس پوری کائنات کو چلا رہا ہے ...یہ ساری دنیا جس کے ماتحت ہے وہی تو خدا ہے

اس نے تشکر آمیز نگاہوں سے اوپر آسمان کی طرف دیک؟ ا..بے شک جوڑے وہی بناتا ہے آسمانوں پر...وہ اپنے انسانوں میں ک؟ بی فرق نہیں کرتا ..نہ دیہاتی اور شہری میں اور نہ ہی غریب اور امیر میں. ...وہ سب کو دو آنکھیں دو کان دو ہاتھ اور دو پاؤں نواز کر بھیجتا ہے..فرق تو صرف انسان کرتے ہیں.

☆.....☆.....☆

راحت و تسکین

ہم اپنے زخم کا خود اندمال کرتے ہیں
ہم اپنے ساتھ مسیحا نہیں رکھا کرتے
درخت راحت و تسکین کی علامت ہیں
مگر وہ پیڑ جو سایہ نہیں دیتا

ریاض ندیم نیازی

☆.....☆.....☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

خوفناک جنگل

محمد ندیم عباس میواتی.....پتوکی

ہرے والا گاؤں شہر سے دور دراز لہلہاتی سرسبز فصلوں کے دامن میں واقع تھا۔جس کے دائیں طرف تو خوبصورت پہاڑی سلسلہ تھا۔ جس کے دامن سے صاف شفاف ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔جس نے گاؤں کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیے تھے جبکہ بائیں طرف کھیتوں کے اختتام پر تقریبا 10 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک دیوھیکل درختوں کا خوفناک جنگل تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ بھوت اور آدم خور جنگلیوں کا مسکن ہے جو بھی بھولے بھٹکے جنگل گیا کبھی واپس نہیں آیا....

یہ بات برسوں سے بڑے بزرگوں کی زبانی نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آرہی تھی اور گاؤں کے بھولے بھالے سادہ لوح لوگ اپنے بڑوں کی باتوں کو حقیقت تسلیم کرتے تھے ان کا جنگل میں جانا تو دور کی تو اس کی طرف دیکھنے سے بھی خوف کھاتے تھے..

وہ تینوں دوست باتیں کرتے گھومتے جنگل کی طرف نکل آئے تھے..

اف.....یار.....کس زمانے کے لوگ ہو تم..؟؟؟

اکیسویں صدی شروع ہو چکی ہے...یہ سب قصے کہانیاں ہیں....جو صرف بچوں کو ڈرانے دھمکانے کی خاطر سنائی جاتی ہیں تا کہ وہ اس طرف نہ جائیں.

اعجاز نے جنگل کے بارے میں سنتے ہی جھنجھلاہٹ سے کہا..

جبکہ اسامہ اپنے بڑے بزرگوں کی بات کو حقیقت تسلیم کرتا تھا اور اپنے دوست اعجاز کو بھی قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا

بس بس بہت ہو گیا.....

میں جاؤں گا اس جنگل میں اور واپس آ کر سب کی غلط فہمیاں اور ان من گھڑت کہانیوں کو جھوٹا ثابت کر کے دکھاؤں گا..

وہ ہاتھ اٹھا کر اسے خاموشی کا اشارہ کرتے غصے سے چیخا....

ہاں تم دونوں ساتھ چلو تو حقیقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے..

نہ بابا نہ...

کیوں خود کو اور ہمیں موت کے منہ میں دھکیلنا چاہتے ہو...نہ ہم جائیں گے اور نہ ہی تمہیں جانے دیں گے..چلو گھر چلتے ہیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں,,,نہیں.میں اب ہرصورت جنگل جاؤں گااور یہ میرا
ائل فیصلہ ہے....بلال بھی تیار تھا
طوعاوکرھا اعجاز کی ضد کے سامنےہتھیارڈالتے وہ ان
کے ساتھ جنگل جانے کے لیےراضی ھوگیا
اعجازاور بلال اسامہ کے گہرے دوست تھے جوکہ
شہرمیں رہتے تھے.اس کے بےحداصرار پر چھٹیوں
میں گاؤں گھومنےآ? تھے .اس لیےمجبورا وہ ان کے
ساتھ جانے کوراضی ہواتھا

☆-----☆-----☆

شام کے سا? خاصے گہرے ھوتے ھی جنگل میں کھڑےقد
آوردرختوں کا سایہ دوردور تک پھیل گیا تھا.چرندپرند تھک
ہارکراپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ رھے تھے.
وہ تینوں دوست جنگل میں داخل ہو چکے تھے. اسام? اور
بلال پر جنگل کی خوفنا کی کااثر واضح دکھائی دے رہاتھا جبکہ
اعجاز بناخوف وخطرہ آگے بڑھتا جارہاتھا..
جنگل میں ایسی دل دہلاتی لرزاخیز خاموشی تھی جس میں ہلکی
سی آواز کا سنا جانا مشکل نہ تھا.یہی خاموشی جنگل کو بھیانک
اورخوفناک بنارہی تھی.
وہ تینوں جوں جوں آگے بڑھ رھے تھے جنگل میں تاریکی
چھاتی جارہی تھی.موبائل ٹارچ کی مدھم روشنی کی
ٹمٹماہٹ جنگل کے اندھیرے میں جگنو کی سی روشنی لگ رہی
تھی.
اچانک ہوا کے تند جھونکے پر ایک درخت کی لمبی شاخیں
جھکیں اور ایسے معلوم ھوا جیسے اس کی اونچی شاخ سے کوئی
کودا ہو..
وہ ٹھٹک گے...
تبھی ان کے قدموں کے پاس ایک مرغولہ سا گرا جس
سے نم دار مٹی کی ٹھنڈی ٹھنڈی کنکریاں بلال کے پیروں پر
گریں..
کک..ک...کون ھے,,,!!???
بےاختیار بلال کے منہ سے وہمی خوف کی بدولت لرزاتی
بلندوبانگ چیخ خارج ھوئی....اس چیخ کی بازگشت سے
کچھ درخت ہلے..کئی پرندوں کی اک ساتھ پھڑپھڑاہٹ
گونجی.جس سے جنگل کا ماحول مزید بھیانک بن گیا
وہ سہم چکے تھے ابھی و? وہی کھڑے تھے کہ قریب ایک
طرف گہرے درختوں کے جھنڈ میں سرسراہٹ کی آواز
سنائی دی جونہی اسامہ نے ٹارچ جھنڈ کی طرف کی تو
سامنے دیوھیکل انسان کے مشابہ عجیب وغریب شکل
کا لمبا تڑنگا جنگلی کھڑا دکھائی دیا. جس کے جسم پر اک
پھٹا پرانا سالنگوٹا تھا جو صرف ناف سے گھٹنوں تک تھا
سب سے حیرت کی بات اس کا قد دس سے بارہ فٹ لگ
رہا تھا ..وہ انھیں خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا. یہ دیکھ کر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تینوں کے قدموں کے نیچے سے زمین کھسک گ ء ..ان کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے اٹک کر رہ گئی ..بدحواسی کے عالم میں تینوں نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا.وہ وہی کھڑا گھور رہا تھا...

بھاگو.....یکدم اسام ؟ چلایا...,جس طرف منہ تھا سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا وہ نہیں جانتے تھے کس سمت دوڑ رہے ھیں.بس بے تحاشا اک دوسرے کے پیچھے دوڑے ہی جا رہے تھے یکدم کسی چیز سے ٹکراتے منہ بل گرتے پڑے اور بری طرح ہانکنے لگے.....رات کی گھٹاٹوپ تاریکی میں وحشت قطرہ قطرہ گھل کر ڈر کے سیاہی مائل مادے کو جنم دی رہی تھی ہاتھ سے ہاتھ سجائی نہ دے رہا تھا گویا پورے جنگل کو سیاہی کے غلاف نے ڈھانپ لیا تھا۔خوف ان کی نس نس میں سرایت کر چکا تھا..

اچانک دائیں طرف سے ایک دل خراش چیخ ابھری..

مزید خوف سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو گے اور ان کا دل سینے کے پنجرے میں بری طرح پھڑ پھڑانے لگا آواز ایسی تھی جیسے کسی کو بے دردی سے گھسیٹا جا رہا ھو..سمت کا تعین کرتے جونہی دائیں طرف دیکھا تو کچھ فاصلے پر انھیں آگ کا الاؤ دکھائی دیا جس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے..ایک طرف بڑی لکڑی کی بے ہنگم سی کرسی رکھی تھی جو کہ سیاہ رنگ کی تھی.اسے چاروں طرف سے جنگلی پھولوں سے سجایا ھوا تھا.اور اس کرسی کے بالکل سامنے ایک طویل القامت مجسمہ نصب تھا جو کہ نہایت خوفناک تھا.جس کی زبان کافی لمبی باہر کو نکلی ہوئی تھی.اس سے 10 سے 12 فٹ آگے وہ آگ کا الاؤ تھا جس نے اردگرد کے ماحول کو روشن کر رکھا تھا..بے شمار جنگلی بری طرح الاؤ کے گرد چیخ و پکار کرتے رقص کر رہے تھے .وہ سب نیم عریاں تھے جن میں مرد و زن دونوں شامل تھے..

وہ تینوں دوست حیرت سے بت بنے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سکتے کی حالت میں یہ منظر دیکھتے اس خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ رہے تھے جسے شاخ سے جدا ھونے کا خوف ھو..سردی تو انھیں لگ ہی رہی تھی مگر اس وقت ان کا کانپنا خوف کی وجہ سے تھا اور اب یہ خوف ہر گزرتے لمحہ کے ساتھ دل کی دھڑکنیں تیز کرتا بڑھتا ھی جا رہا تھا.

اعجاز کو اب اپنی ضد پر افسوس ہو رہا تھا وہ سوچ رہا تھا کاش کہ میں بزرگوں کی کہی ہوئی باتیں سچ مان لیتا تو اب خود اور میرے دوست اس مصیبت میں نہ ہوتے...

دفعتا ایک لمبا جنگلی نوجوان جو کہ سر پر ہڈیوں کا تاج ہونے کی وجہ سے سردار لگ رہا تھا اس نے آتے ہی ہاتھ بلند کیا تو سارے جنگلی یکا یک خاموش ہوتے طویل القامت مجسمہ کی طرف منہ کر کے سجدے میں گر گ ؟..تبھی انھیں مجسمہ کے قدموں میں سرخ رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ایک لڑکی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دلہن بنی پڑی دکھائی دی..وہ جنگلی سردار مجسمہ کے سامنے ہاتھ جوڑے نجانے کس زبان میں کچھ بڑبڑانے لگا .وہ تینوں یہ منظر دیکھتے پسینہ میں شرابور تھے..وہ جوں جوں بڑبڑاتا جارتھا توں توں اس کی آواز میں تیزی اور بلندی آتی جا رہی تھی..

جیسے ہی نوجوان سردار نے ہاتھ لہرایا ایک جنگلی نے بڑے سے کلہاڑے سے دلہن بنی لڑکی کا سر دھڑ سے الگ کردیا.فوراگردن سے خون کا تیز پھوارا مجسمہ کی لمبی زبان کے ذریعے اس کے منہ میں جانے لگا.اور لڑکی کا بندھا ہوا دھڑ پھڑ پھڑانے لگا ..اتنا بھیانک اور حیرت انگیز منظر دیکھ کر تینوں کے حلق سے دلخراش چیخ نکل گئی...نوجوان سردار اور جنگلی اس طرف دیکھنے لگے پھر سردار نے کچھ بڑبڑایا تو وہ جنگلی سمت کا تعین کرتے ان کی طرف دوڑنے لگے...

.بھگ......بھاگو وو...بمشکل اسامہ کے حلق سے آواز نکلی.....

وہ جس طرف سے آ?تھے سر پٹ دوڑنے لگے.وہ جنگلی بھی ان کے پیچھے پیچھے چنگاڑتے دوڑے آ رہے تھے

وہ تینوں دوست جان کی بازی لگا کر دوڑ رہے تھے مگر لمحہ بہ لمحہ ان کے اور جنگلی آدم خوروں کے درمیان فاصلہ کم سے کم تر ہوتا جا رہا تھا..سب سے پیچھے بلال تھا ایک جنگلی نے لپک کر بلال کو پکڑا اور ہوا میں اچھالا ..ایک ساعت شکن چیخ بلال کے حلق سے برآمد ہوئی جیسے ہی نیچے گرا کئی جنگلی آدم خور اس پر ٹوٹ پڑے..اور بلال کی چیخ و پکار دم توڑتی معدوم ہوگ ء....

وہ دونوں دوست ایک دوسرے کے آگے پیچھے سرعت سے دوڑ رہے تھے کافی دوڑنے کے بعد جب اسامہ نے مڑ کر دیکھا تو اس کے حواس باختہ رہ گ? کیونکہ اعجاز اس کے ساتھ نہیں تھا .یقیناًو? بھی آدم خوروں کی خوراک بن چکا تھا اس کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو رخساروں سے بہتے دامن میں جزب ہونے لگے ..ایک بار پھر اس نے رہی سہی ہمت یکجا کرکے دوڑنا شروع کردیا اس کی خوش قسمتی کہ جلد ہی اسے روشنی دکھائی دینے لگی حتی کہ و? اس خوفناک جنگل سے باہر نکل آیا اور ایک چٹان پر بیٹھ کر تیز تیز سانس لینے لگا

اسے اپنے دوستوں کی موت کا بے حد افسوس ہونے لگا اور وہ وہی بیٹھے رونے لگا..

دیکھا پیارے بچوں::بڑوں کی بات نہ ماننے کا کیا انجام ھوا ....

آپ بڑوں کی بات مانو گے نا!!!!!!!!؟؟

☆-----☆-----☆

ازقلم::محمد ندیم عباس میواتی چونکی
ایڈریس::کوٹ ہرے والہ p/o حسین خان والہ چک تحصیل چونکی ضلع قصور 0306903459

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اعزازی صفحات

انچارج:اظہر اقبال مغل

آ چل گھر چلیں
ابھی دروازے کھلے ھیں
چاند نکلا نہیں،سورج ڈوبا نہیں
پیروں کے نشاں میلے نہیں ھو
ہواوں نے گرد اڑائی نہیں ھے
یہ بات کیا تری سمجھ میں آئی نہیں ھے
دیکھ ماں رستہ دیکھ رھی ھے
کانچ کی کھڑکی ٹوٹی نہیں ھے
پربت پہ سرخاب چیخا نہیں ھے
آسمان نے ستم ڈھایا نہیں
بہار ابھی راستے میں ھے
بانجھ رتوں کا سایہ نہیں اترا
ابھی ترا عبایا نہیں اترا
حجاب باقی ھے/سنگھار باقی ھے
وقت کی ڈور تھام لے
آ میرے سنگ گام لے

☆-----☆-----☆

نظم

زندگی اپنی بس یونہی بیکار گزر جائے گی
بہت بچھتاؤں گا میں آنکھ بھر آئے گی ،،
کچھ نہ کرپایا میں دُنیا میں آخرت کیلئے
اپنی تو دنیا بھی بیزار گزرجائے گی
دُنیا ہی کے پیچھے بھاگتا رہا تمام عمر
دینا ہے سایہ کی مانند کبھی ہاتھ نہ آئے گی
کی نہ کسی سے بھی آج تک زندگی نے وفا
موت کسی کو نہ چھوڑے سب کو لے جائے گی
اب تو تھک ہار کے خود سے ہی کہتے ہے اظہر
کچھ تو دکھ درد میں گزر گئی کچھ گزر جائے گی

اظہر اقبال مُغل

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆.....عید.....☆

عید کے گیت تمہاری خاطر
سب سنگیت تمہاری خاطر
میری محبت تم پے نچھاور
میری پریت تمہاری خاطر
میری خواہشیں،خوشیاں،ارمان
سب من میت تمہاری خاطر
ٹکرا ?ں میں جدارے جہاں سے
پھر ہو جیت تمہاری خاطر
روح کا رشتہ سانس کی ڈوری
میری زینت تمہاری خاطر
ماہی اس چاہت کی رسمیں
ہر اک ریت تمہاری خاطر

☆.....☆.....☆

سیدہ سیمکا کاظمی ماہی

محبت دھر گیا مجھ پر کسی احسان کی صورت
سلگتا جا رہا ہے دل میرشمشان کی صورت
جومرکز تھا نگاہوں کا، جو محور تھا دعاؤں کا
وہ بن کر سانپ لپٹا ہے کسی دردان کی صورت
کوئی قدغن لگائی ہے نہ ضد ہے آنے جانے پر
مکیں دل کا وہ ٹھہرا ہے حسیں مہمان کی صورت
جسے معزول کر ڈالا تھا دل کی سلطنت سے بھی
وہی حاکم ہے دل کے تخت پرسلطان کی صورت
نہیں بھولا صحیفہ سعدیہ مجھ کو نہیں بھولا
وہ میر ے دل پہ اترا ہے کسی وجدان کی صورت

☆.....☆.....☆

ڈاکٹرسعدیہ بشیر.....لاہور

Downloaded from https://paksociety.com

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر مُوجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

Downloaded from https://paksociety.com

غزل

میری ذات کے تخیل میں ہے
وہ شخص کچھ اس طرح سے منجمد
گر سوچوں میں اسکو
تو پا لوں گویا صحیفہ وصل
کر کے اسے خیالوں سے اوجھل
پھروں میں اک نوحہ گر ہوکر
نکلوں میں صحرا میں ہو کر منہمک
ضبط کا جھومر ہجر میں اس کے
ماتھے پر کچھ اس طرح سے سجا کر
کہ جیسے کنج تغافل ہو موسم بہار سے ہوکر
رکھوں گی اسے سنگ اپنے ہمیشہ محو سفر
کہ ہجر یار بھی ہو کنول میں وصال کی صورت

☆.....☆.....☆

مون کنول

دشت و صحرا بدنام کیوں ہے؟
یہ روش اتنی عام کیوں ہے؟
بد سے بُرا بدنام کیوں ہے؟
یہ چلن اتنا عام کیوں ہے؟
کس جُرم کی سزا ملی مجھکو؟
سر میرے ہر اِلزام کیوں ہے؟
صاف گوئی میرا قرینہ رہی
دوستوں میں پھر اِبہام کیوں ہے؟
کہاں گئی سحؔر توقیر اِبن ِ آدم؟
آج کا اِنساں بے دام کیوں ہے؟

☆.....محمد اقبال سحؔر.....☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کبھی تو اُن سے ملاقات ہوا کرے
تصوّر میں جن کے دِن رات ہوا کرے
چلے تو ہر سُو ہَوا وفاؤں کی
جفاؤں کو تو بس مات ہوا کرے
ذکرِ طوفانِ نوح بھی ہو مگر
کشتیء نوح میں نجات ہوا کرے
دشمن بھی ہو اگر زندگی کے دوراہے پر
دشمنِ جاں بھی کوئی ذات ہوا کرے
مریں تو مریں سحر موت بھی مانے
زندگی کشف و کرامات ہوا کرے

محمد اقبال سحر.....ساہیوال

کروں تجھ پہ اپنی میں جان فدا میرے وطن
نثار تجھ پہ یہ ارض و سما میرے وطن
میں اپنی حیات کا ہر پل تیرے نام کر دوں
گواہ ھے میری محبت کا خدا میرے وطن
تیری شان کی خاطر اپنی جان لٹا دوں
نہ ھوگا پھر بھی تیری محبت کا حق ادا میرے وطن
میرے وطن تیری رونقیں ہیں عزیز مجھ کو
تیرا پرچم بلند یوں پہ لہرائے سدا میرے وطن
سندھی ھو بلوچی ھو پنجابی ھو یا پختون
ہر لب پہ ھے تیرے لئے دعا میرے وطن
غدار وطن کو میں اس زمین میں گاڑ دوں
یہ ھوگی میری تجھ سے وفا میرے وطن
تیری خوشبو سے مہک اٹھے یہ جہاں
تو پھولوں کی مثل رھے مہکتا میرے وطن

☆.....☆.....☆

ثمینہ ناز.....سرگودھا

Downloaded from https://paksociety.com